مَنْ عَزَّى مُصَابًا فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ (الحديث)



فاتحہ کا صحیح طریقہ

مصنف

حضرت مولانا قاضی سید اسماعیل حنفی علیہ الرحمۃ



تخریج و تعلیق

مفتی فضل الرحمٰن حفظہ اللہ

نائب رئیس دارالشیبانی لِلافتاء والتحقیق پہاڑپور

دارالشیبانی للافتاء والتحقیق پہاڑپور

"عَنْ عَبْدِ اللہ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ

مَنْ عَزَّی مُصَابًا فَلَهُ مِثْلُ اَجْرِهِ "(سنن ابن ماجہ)

فاتحہ کا صحیح طریقہ

مصنف

مولانا **قاضی سید اسماعیل** رحمۃ اللہ علیہ

تخریج و تعلیق

مفتی فضل الرحمٰن حنفی

زیر اہتمام: دار الشیبانی للافتاء والتحقیق پہاڑ پور ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

فہرست مضامین

مقدمۃ التحقیق

الحمد لله الذی قصم بالموت رقاب الجبابرة ،وکسر به ظهور الاکاسرة ، وقصر به آمال القیاصرة ، والصلوٰة والسلام علی رسوله ذوی المعجزات الظاهرة ، وعلیٰ آله واصحابه اولی الکمالات الظاهرة : اما بعد !

مصنف کتاب "فاتحہ کا صحیح طریقہ "حضرت مولانا قاضی سید اسماعیل حنفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں مرنے کے بعد تعزیت اور ایصال ثواب کا صحیح شرعی طریقہ اور بر صغیر میں رائج من گھڑت رسموں اور رواجوں کی تردید تفصیل کے ساتھ بیان فرمائی ہے اور معتبر شخصیات نے اس کی تائید و تصدیق فرمائی ہے، مسائل کی توضیح کتاب میں بیان کی گئی ہے ہم مختصراً بطور مقدمہ کے تعزیت اور ایصال ثواب کے متعلق چند ضروری مباحث ذکر کرتے ہیں جن سے ان دونوں مسئلوں کی شرعی حیثیت کو سمجھنا آسان ہو گا اور کتاب کی قدیم اشاعت کے متعلق ایک وضاحت اور کچھ ضروری گزارشات بھی عرض خدمت ہیں جن سے بہت سے اشکالات کا دفیعہ ہو گا.(ان شاء الله العزیز)

تعزیت کی حقیقت اور مفہوم

تعزیت تسلی دینے اور صبر کی تلقین کرنے کا نام ہے، جس کی حقیقت یہ ہے کہ میّت کے لواحقین کو صبر کی تلقین کی جائے، صبر کے فضائل اور اجر و ثواب بیان کیے جائیں، ان کے دُکھ درد میں شریک ہوا جائے، ان کے سامنے ایسے کلمات کہے جائیں جو اُن کے لیے تسلی کا

باعث ہوں اور ان کا غم ہلکا ہو، اسی کے ساتھ ساتھ میت کے لیے مغفرت اور درجات کی بلندی، اور لواحقین کے لیے صبر کی دعا کی جائے.

التَّعْزِيَةُ لُغَةً: مَصْدَرُ عَزَّى: إِذَا صَبَّرَ الْمُصَابَ وَوَاسَاهُ، وَلَا يَخْرُجُ الْمَعْنَى الِاصْطِلَاحِيُّ عَنِ الْمَعْنَى اللُّغَوِيِّ، وَقَالَ الشِّرْبِينِيُّ: هِيَ الأَمْرُ بِالصَّبْرِ وَالْحَمْلُ عَلَيْهِ بِوَعْدِ الأَجْرِ، وَالتَّحْذِيرُ مِنَ الْوِزْرِ، وَالدُّعَاءُ لِلْمَيِّتِ بِالْمَغْفِرَةِ، وَلِلْمُصَابِ بِجَبْرِ الْمُصِيبَةِ.[1]

تعزیت کی فضیلت

تعزیت کی بڑی ہی فضیلت اور اہمیت ہے، اس سے متعلق احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُعَزِّي الْمُسْلِمِينَ فِي مَصَائِبِهِمْ.[2]

امام قاسم تابعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ ایسے غم کے مواقع میں مسلمانوں کی تعزیت فرماتے تھے.

عن عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: مَا مِنْ مُؤْمِنٍ يُعَزِّي أَخَاهُ بِمُصِيبَةٍ إِلَّا كَسَاهُ اللهُ سُبْحَانَهُ مِنْ حُلَلِ الْكَرَامَةِ

---

[1] ـ الموسوعة الفقهيه الكويتية، التعزية، 287/12، وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية الكويت.

[2] ـ مصنف عبدالرزاق الصنعاني، باب التعزية، 395/3، رقم: 671، ط: المجلس العلمي الهند.

يَوْمَ الْقِيَامَةِ.[1]

"جس نے کسی مصیبت زدہ مسلمان بھائی کی تعزیت کی تو اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بزرگی اور کرامت کا لباس پہنائیں گے".

عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ عَزَّى مُصَابًا فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ.[2]

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "جس نے کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کی، اسے اُتنا ہی اجر ملتا ہے جتنا مصیبت زدہ کو"

اس کے علاوہ تعزیت کے متعدد دنیوی اور اُخروی فوائد ہیں جو کہ ہر شخص بخوبی جانتا ہے، اس لیے اس کا اہتمام ہونا چاہیے، اس میں غفلت نہیں کرنی چاہیے، بلکہ باہمی ذاتیات، نفرتوں اور اختلافات سے بالاتر ہو کر اپنی دینی اور معاشرتی ذمہ داری سمجھتے ہوئے باہمی ہمدردی کے جذبے سے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر تعزیت کرنی چاہیے.

تعزیت کن الفاظ سے کی جائے؟

تعزیت کے لیے شریعت نے کوئی مخصوص الفاظ مقرر نہیں فرمائے، اس لیے ایسے تمام مناسب الفاظ کہنے جائز ہیں جن سے میت کے لواحقین کو صبر اور تسلی ہو، چاہے وہ کسی بھی

---

[1] ۔ سنن ابن ماجه، باب ما جاء في ثواب من عزى مصابا، 511/1، رقم: 1601، ط: دار إحياء الكتب العربية بيروت.

[2] ۔ سنن ابن ماجه، باب ما جاء في ثواب من عزى مصابا، 511/1، رقم: 1602، ط: دار إحياء الكتب العربية بيروت.

زبان میں ہوں، اور رسمی الفاظ پر اکتفا کرنے کی بجائے بہتر سے بہتر الفاظ کے ذریعے تعزیت کرنی چاہیے جس کے لیے قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور مثالوں سمیت مفید واقعات کا بھی سہارا لیا جاسکتا ہے تاکہ تعزیت مفید ثابت ہو اور بھرپور تسلی کا باعث بنے.

تعزیت کے بعض الفاظ حدیث سے بھی ثابت ہیں جیسے:

إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهٗ مَا أَعْطٰى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِأَجَلٍ مُّسَمًّى.[1]

یقیناً اللہ ہی کے لیے ہے جو اس نے واپس لیا اور جو اس نے عطا کیا، اور ہر چیز کے لیے اس کے پاس ایک وقت مقرر ہے.

عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ جَاءَهُ رَسُولُ إِحْدَى بَنَاتِهِ يَدْعُوهُ إِلَى ابْنِهَا فِي الْمَوْتِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ارْجِعْ إِلَيْهَا فَأَخْبِرْهَا أَنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى، فَمُرْهَا فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ.[2]

حدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ زَائِدَةَ بْنِ نَشِيطٍ، عَنْ حُسَيْنِ بْنِ أَبِي عَائِشَةَ، عَنْ أَبِي خَالِدٍ الْوَالِبِيِّ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَزَّى

---

[1] ۔ صحيح البخاری، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: يعذب الميت ببعض بكاء أهله عليه إذا كان النوح من سنته، 79/2، رقم: 1284، ط: دار طوق النجاة.

[2] ۔ صحيح البخاری، باب قول الله تبارك وتعالى: قل ادعوا الله أو ادعوا الرحمن أيا ما تدعوا فله الأسماء الحسنى، 115/9، رقم: 7377، ط: دار طوق النجاة.

رَجُلًا فَقَالَ: يَرْحَمُهُ اللهُ وَيَأْجُرُك.[1]

اور بعض اہلِ علم نے تعزیت کے لیے یہ الفاظ بھی تحریر فرمائے ہیں:

أَعْظَمَ اللهُ أَجْرَكَ وَأَحْسَنَ عَزَاءَكَ وَغَفَرَ لِمَيِّتِكَ.[2]

اللہ تعالیٰ آپ کے ثواب کو بڑھائے اور خوب صبر و تحمل کی توفیق دے اور مرحوم کی مغفرت فرمائے.

تعزیت کا مسنون طریقہ

تعزیت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ میت کی تدفین سے پہلے یا اگر موقع نہ ملے تو تدفین کے بعد میت کے گھر والوں کے یہاں جا کر ان کو تسلی دے، ان کی دل جوئی کرے، صبر کی تلقین کرے، ان کے اور میت کے حق میں دعائیہ جملے کہے، تعزیت کے الفاظ اور مضمون متعین نہیں ہے، صبر اور تسلی کے لیے جو الفاظ زیادہ موزوں ہوں وہ جملے کہے، تعزیت کی بہترین دعا یہ ہے:

"إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهٗ مَا أَعْطٰى، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِأَجَلٍ مُّسَمًّى" یا

"اَعْظَمَ اللهُ أَجْرَکَ وَ أَحْسَنَ عَزَائَکَ وَ غَفَرَ لِمَیِّتِکَ"

اس سے زائد بھی ایسا مضمون بیان کیا جا سکتا ہے جس سے غم ہلکا ہو سکے اور آخرت کی فکر پیدا ہو.

---

[1] ۔ مصنف ابن ابی شیبة، في الرجل يعزى ما يقال له، 57/3، رقم : 12071، ط: مكتبة الرشد الرياض.

[2] ۔ رد المحتار على الدر المختار، مطلب في الثواب على المصيبة، 240/2، ط: دار الفكر بيروت.

تعزیت کے وقت ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا حکم

تعزیت کے دوران ہر آنے والے کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا سنت سے ثابت نہیں ہے، اور نہ ہی اس کے لیے کوئی دعا مخصوص ہے، اس لیے اس کو لازم سمجھ کر کرنا درست نہیں ہے، البتہ لازم سمجھے بغیر مغفرت کی کوئی بھی دعا کی جائے یا کبھی ہاتھ اٹھا کر دعا کرلی تو کوئی حرج نہیں ہے.

الفتاویٰ الہندیہ المعروف فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

"ويستحب أن يقال لصاحب التعزية: غفر الله تعالى لميتك وتجاوز عنه، وتغمده برحمته، ورزقك الصبر على مصيبته، وآجرك على موته، كذا في المضمرات ناقلاً عن الحجة. وأحسن ذلك تعزية رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن لله ما أخذ وله ما أعطى وكل شيء عنده بأجل مسمى". [1]

تعزیت سے متعلق شریعت کی تعلیمات ملاحظہ کرلی جائیں تو اس سے یہ بات بخوابی سامنے آتی ہے کہ تعزیت کے تمام تر پہلوؤں میں شریعت کا مزاج غم بڑھانے کا نہیں بلکہ غم ہلکا کرنے اور ختم کرنے کا ہے، اس لیے غم بڑھانے کے تمام تر افعال سے اجتناب کرنا چاہیے، بلکہ ایسے اسباب اختیار کرنے چاہیے اور ایسا ماحول فراہم کرنا چاہیے جن سے غم ہلکا ہو سکے.

---

[1] ـ الفتاوى الهندية، الفصل السابع في الشهيد، 167/1، ط: دار الفكر بيروت.

ایصالِ ثواب کا ثبوت اور حکم

اہلِ سنت والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ جو لوگ اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں ان کے لیے دعا بھی کی جا سکتی ہے اور ان کو اعمال ہدیہ بھی کیے جا سکتے ہیں، خواہ پڑھ کر بخشا جائے یا خیرات اور حسنات بخشے جائیں، میت کے لیے نمازِ جنازہ اور دیگر مواقع پر دعا کرنا تو قرآن وحدیث کی بہت سے نصوص سے ثابت ہے، اعمال کا ایصالِ ثواب بھی کئی صحیح احادیث سے ثابت ہے:

"وعن سعد بن عبادة رضي الله عنه قال: يا رسول الله إن أم سعد ماتت، فأي الصدقة أفضل؟ قال: الماء. فحفر بئراً وقال: هذه لأم سعد". [1]

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے، ان کے لیے کیا صدقہ افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانی، انہوں نے ایک کنواں کھدوایا، اور فرمایا کہ یہ سعد کی والدہ کے لیے ہے.

اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کے صدقہ کا ثواب پہنچانے کا امر فرمایا، معلوم ہوا کہ صدقے کا ثواب میت کو پہنچتا ہے.

---

[1] ۔ سنن ابی داؤد، باب في فضل سقي الماء، 130/2، رقم : 1681، ط: المكتبة العصرية، صيدا بيروت.

"عن أبي هريرة، أن رجلاً قال للنبي صلى الله عليه وسلم: إن أبي مات وترك مالاً، ولم يوص، فهل يكفر عنه أن أتصدق عنه؟ قال: نعم".[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: میرے والد کا انتقال ہو گیا ہے اور انہوں نے اپنے پیچھے مال چھوڑا ہے، لیکن کوئی وصیت نہیں کی، اگر میں ان کی جانب سے صدقہ خیرات کر دوں، کیا ان کے گناہوں کے لیے معافی کا ذریعہ ہو جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! تمہارے صدقات سے ان کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا.

معلوم ہوا کہ ایصالِ ثواب کا میت کو فائدہ ہوتا ہے.

"عن أسيد بن علي بن عبيد، مولى بني ساعدة عن أبيه، عن أبي أسيد مالك بن ربيعة الساعدي رضي الله عنه، قال: بينا نحن عند رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذ جاء ه رجل من بني سلمة، فقال: يا رسول الله، هل بقي من بر أبوي شيء أبرهما به بعد موتهما؟ قال: نعم الصلاة عليهما، والاستغفار لهما، وإنفاذ عهدهما من بعدهما، وصلة الرحم التي لا توصل إلا

---

[1] ـ صحيح مسلم، باب وصول ثواب الصدقات إلى الميت، 1254/3، رقم: 1630، ط: دار إحياء التراث العربي بيروت.

بهما، وإكرام صديقهما". [1]

حضرت ابو اُسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے کہ اتنے میں بنو سلمہ کا ایک شخص آیا اور اُس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یارسول اللہ! میرے والدین کی وفات کے بعد بھی ان کے ساتھ حسنِ سلوک کی کوئی صورت ہے، جس کو میں اختیار کروں؟ فرمایا: ہاں! ان کے لیے دُعا واِستغفار کرنا، ان کے بعد ان کی وصیت کو نافذ کرنا، ان کے متعلقین سے صلہ رحمی کرنا، اور ان کے دوستوں سے عزّت کے ساتھ پیش آنا.

اس طرح کی اور بھی کئی روایات ثابت ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایصالِ ثواب برحق ہے اور اعمال کا مرحومین تک پہنچنا بھی برحق ہے.

ایصال ثواب کا طریقہ کار

ایصالِ ثواب کا کوئی خاص طریقہ شریعت میں متعین نہیں ہے، نہ اس میں کسی دن کی قید ہے، نہ کسی خاص ذکر کی پابندی ہے اور نہ قرآنِ کریم کو ختم کرنا ضروری ہے؛ بلکہ بلا تعیین جو نفلی عبادت بدنی ومالی بہ سہولت ہوسکے اس کا ثواب میت کو پہنچایا جاسکتا ہے، نفلی اعمال کا ثواب مُردہ اور زندہ دونوں کو بخشا جاسکتا ہے، اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک یہ ثواب ان کو بلاشک وشبہ پہنچتا ہے.

---

[1] ۔ سنن ابی داؤد ، باب فی بر الوالدین ، 336/4، رقم الحدیث : 5142، ط: المكتبة العصرية، صيدا بيروت.

ایصالِ ثواب کا مختصر طریقہ یہ ہے کہ نفلی عمل کرنے کے بعد صرف یہ نیت کرلیں یعنی دل میں یہ کہہ دیں کہ "یا اللہ اس عمل کا ثواب فلاں فلاں شخص تک پہنچا دیں".

وفي البحر: من صام أو صلى أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء جاز ويصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة كذا في البدائع.[1]

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ ایصال ثواب کے متعلق فرماتے ہیں:

کسی مردہ کو ایصالِ ثواب کرنا بڑی فضیلت کی چیز ہے، جو شخص کسی مرنے والے کو ایصالِ ثواب کرے تو اس کو دگنا ثواب ملتا ہے، ایک اس عمل کو کرنے کا ثواب اور دوسرے ایک مسلمان کے ساتھ ہمدردی کرنے کا ثواب، لیکن شریعت نے ایصال ثواب کے لئے کوئی طریقہ مقرر نہیں کیا کہ ایصالِ ثواب صرف قرآن شریف پڑھ کر ہی کرو، یا صدقہ کرکے کرو، یا نماز پڑھ کر کرو، بلکہ جس وقت جس نیک کام کی توفیق ہو جائے اس نیک کام کا ایصالِ ثواب جائز ہے، تلاوت کلام پاک کا ایصالِ ثواب کر سکتے ہیں، صدقہ کا بھی کر سکتے ہیں، نفلی نماز پڑھ کر اس کا ایصالِ ثواب کر سکتے ہیں، ذکر و تسبیح کا بھی کر سکتے ہیں، یہاں تک کہ اگر کوئی کتاب لکھی ہے اور کوئی تصنیف و تالیف کی ہے، اس کا بھی ایصالِ ثواب کیا جا سکتا ہے، اگر کوئی وعظ و نصیحت کی ہے تو اس کا بھی ایصالِ ثواب کیا جا سکتا ہے، غرض یہ کہ جتنے

---

[1] ۔ ردالمحتار على الدر المختار، 152/3، باب صلاة الجنازة، ط: زكريا ديوبند.

بھی نیک کام ہیں سب کا ایصالِ ثواب کیا جاسکتا ہے، اور اسی طرح شریعت نے ایصالِ ثواب کے لئے کوئی دن مقرر نہیں کیا کہ فلاں دن کرو اور فلاں دن نہ کرو بلکہ جس وقت اس شخص کا انتقال ہوا ہے، اس کے بعد جس وقت چاہیں ایصالِ ثواب کرسکتے ہیں، چاہے پہلے دن کرے، چاہے دوسرے دن کرے، چاہے تیسرے دن کرے، جب چاہے کرے، کوئی دن مقرر نہیں ہے، اب اگر کوئی شخص ایصالِ ثواب کا کوئی طریقہ اختیار کرے جس کی شریعت نے اجازت دی ہے تو اس میں کوئی خرابی نہیں.[1]

مرحومین کے ایصالِ ثواب کے متعدد ذرائع ہیں:

1 مالی عبادت کے ذریعے : مثلاً صدقات و خیرات کرنا یا مسکین و حاجت مند کو کھلانا، پلانا، یا کپڑے پہنانا یا ان کی کوئی اور ضرورت پوری کرنا.

2 بدنی عبادت کے ذریعے : جیسے نفل نماز، روزہ، تلاوتِ قرآن، ذکر، اعتکاف، طواف یا نفل حج یا عمرہ وغیرہ، یا ایسے عمل کے ذریعہ جس سے مخلوق کو نفع پہنچے اور اللہ کا قرب حاصل ہو، جیسے کنواں یا بورنگ کردینا، پل یا مسافر خانہ بنوانا، پھلدار یا سایہ دار درخت لگانا، مسجد کی تعمیر کرنا، یا مصحف شریف یعنی قرآن مجید کو تلاوت کے لیے وقف کردینا وغیرہ.

---

[1] ـ اصلاحی خطبات ، جلد 1 ص 228، ط: میمن اسلامک پبلشرز کراچی.

کتاب کی قدیم اشاعت کے متعلق چند گزارشات

زیر نظر کتاب "**فاتحہ کا صحیح طریقہ**" مولانا قاضی سید اسماعیل حنفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف کی قدیم اشاعت کے دو نسخے ہمیں دستیاب ہوئے ہیں جو ہمارے ادارے دارالشیبانی للافتاء والتحقیق کی قاسمیہ لائبریری پہاڑپور میں موجود ہیں ان میں سے <u>ایک نسخہ</u> جناب عبدالمجید خاں صاحب چھال کنڑاکٹر پنگنور نے اپنے بھائی جناب عبدالرحیم صاحب مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے 1374ھ میں برقی کوثر پریس بنگلور سے طبع کروایا. اور <u>دوسرا نسخہ</u> مکتبہ تھانوی دیوبند سے شائع ہوا جس کے آخر میں ضمیمہ سے قبل تاریخ 1383ھ درج ہے اس نسخہ کے آخر میں صفحہ نمبر 70 پر کتاب "**جواز فاتحہ**" پر ایک تبصرہ اور رد بھی شامل ہے اور صفحہ نمبر 82 سے ایک ضمیمہ جو مولوی محمد الیاس خاں صاحب حیدرآبادی کا تحریر کردہ ہے بھی شامل کیا گیا ہے.

دونوں نسخوں کے تقابل سے چند چیزیں واضح ہوتی ہیں:

1۔ پہلے نسخے کے مضامین میں اجمال ہے جبکہ دوسرے نسخے کے مضامین قدرے تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں.

2۔ پہلے نسخے پر تصدیقات کم جبکہ دوسرے نسخے پر تصدیقات میں قدرے زائد حضرات کے نام درج ہیں اور تقاریظ میں حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ، قاری محمد طیب قاسمیؒ اور مفتی محمد شفیعؒ وغیرہ کی تقاریظ درج ہیں جو پہلے نسخے میں نہیں ہیں اور ان میں درج تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پہلے نسخہ کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہیں جس میں ضمیمہ اور "**جواز**

فاتحہ پر نظر "وغیرہ درج نہیں تھے اور اسی پہلے نسخہ کے آخر میں صفحہ 28 پر حضرات علماء سے تقاریظ لکھنے کے لئے اشتہار بھی دیا گیا ہے.

3۔ دوسرے نسخہ میں چند اخبارات کے نام بھی لکھے گئے ہیں جنہوں نے اس کتاب "فاتحہ کا صحیح طریقہ" پر تبصرہ کیا اور اس کی افادیت کا اقرار کیا ان میں سے ایک اخبار ماہنامہ "**الفرقان**" لکھنؤ بھی ہے جس نے اپنے شمارہ محرم 1380ھ میں اس کتاب پر تبصرہ چھاپا اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ جس کتاب پر اکابر کی تقاریظ لکھی گئی تھیں وہ ضمیمہ اور "**جواز فاتحہ پر نظر**" وغیرہ کے اندارج سے پہلے لکھی گئی تھیں.

4۔ دوسرے نسخے پر حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ کی تقریظ میں تاریخ 1376ھ درج ہے اور حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ کی وفات 1377ھ میں ہوئی[1] اور مفتی اعظم ہند مفتی محمد کفایت اللہ دہلویؒ کی تقریظ میں تاریخ 1371ھ درج اور ان کی وفات 1372ھ میں ہوئی[2] اور "**جواز فاتحہ پر نظر**" کے آخر میں تاریخ 1383ھ درج ہے جس سے یہی واضح ہوتا ہے کہ یہ تبصرہ اور ضمیمہ اکابر کی تقاریظ کے وقت کتاب کا حصہ نہیں تھے.

5۔ دوسرے نسخہ میں بالخصوص ضمیمہ میں چند مسائل ایسے بھی بیان کئے گئے ہیں جو تقاریظ لکھنے والے حضرات یعنی حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ، مفتی محمد کفایت اللہ دہلویؒ اور قاری محمد طیب قاسمیؒ کے عقیدہ سے میل نہیں کھاتے یعنی وہ مسائل صاحب ضمیمہ

---

[1] ۔ چراغ محمد، ص 546، ط: دار الارشاد مدنی روڈ اٹک پاکستان.

[2] ۔ کفایت المفتی، 51/1، ط: ادارۃ الفاروق کراچی.

مولوی محمد الیاس حیدر آبادی کے اپنے درج کئے گئے ہیں مصنف مولانا سید اسماعیل حنفی صاحبؒ کے نہیں ہیں جن پر اکابر حضرات نے اعتماد کیا اور رسالہ پر تقاریظ لکھ دیں.

صاحب ضمیمہ کے مسائل کا جائزہ

صاحب ضمیمہ مولوی محمد الیاس صاحب حیدرآبادی کتاب "فاتحہ کا صحیح طریقہ" کے آخر میں ضمیمہ کے تحت صفحہ 93 پر ایک سوال قائم کرتے ہیں کہ "کیا مردے ہماری آواز سنتے ہیں" اور اس کے جواب میں سماع الموتیٰ کی نفی کرتے ہیں چنانچہ جواب میں لکھتے ہیں:

> البتہ قانون عام یہی ہے کہ مردے نہیں سن سکتے اور دنیا کے سب سے افضل و برتر انسان حضرت محمد صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے لئے بھی قانون عام یہی ہے وہی اس آیت کے مخاطب ہیں.[1]

یہاں دو باتیں قابل فہم ہیں ایک سماع الموتیٰ اور دوسری سماع صلوٰۃ و سلام عند قبر النبی صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہر ایک کی الگ الگ تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

مسئلہ سماع موتیٰ

سماعِ موتیٰ کا مسئلہ ان مسائل میں سے ہے جن میں خود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا باہمی اختلاف رہا ہے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سماعِ موتیٰ کو ثابت قرار دیتے ہیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی نفی کرتی ہیں، اس لیے دوسرے صحابہؓ و تابعینؒ بھی دو گروہ ہوئے ہیں، بعض اثبات کے قائل ہیں، بعض نفی کے، اتنی بات تو صحیح اور

---

[1] ۔ فاتحہ کا صحیح طریقہ ، ضمیمہ ، ص 97، ط: مکتبہ تھانوی دیوبند.

صریح احادیث سے ثابت ہے کہ بعض اوقات میں مردے زندوں کا کلام سنتے ہیں، لیکن یہ ثابت نہیں کہ ہر حال میں ہر شخص کے کلام کو ضرور سنتے ہیں، اس لیے سارے مالکی، شافعی، حنبلی اور احناف کی اکثریت اور اکابرینِ دیوبند کی اکثریت سماعِ موتیٰ کی قائل ہے، سماعِ موتیٰ کی طرح مردے کا سلام کا جواب دینا، مانوس ہونا، اور قبر پر آنے والے کو پہچاننا بھی جمہور علماء کے ہاں ثابت ہے، حدیث شریف میں ہے:

عن أنس رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: العبد إذا وضع قبرهٗ وتولّٰى وذهب أصحابه حتى إنهٗ ليسمع قرعَ نعالهم. [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

إن الميت ليسمع حس النعال إذا ولوا عنه الناس مدبرين. [2]

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

قال: وإنه ليسمع خفق نعالهم إذا ولوا مدبرين. [3]

دوسری روایت میں ہے:

حدثني نافع أن ابن عمر رضي الله عنهما أخبرهٗ قال: اطلع

---

[1] ۔ الصحیح للبخاری، ج: 1، ص: 178، ط: قدیمی کتب خانہ کراچی.

[2] ۔ شرح السنة، کتاب الجنائز، ج: 5، ص: 413، ط: المکتب الاسلامی، بیروت.

[3] ۔ سنن ابی داؤد، کتاب السنة، ج: 2، ص: 654، ط: میر محمد کتب خانہ.

النبي صلى اللّٰه عليه وسلم على أهل القليب ، فقال: وجدتم ما وعد ربكم حقا ، فقيل له: تدعو أمواتا فقال:ما أنتم بأسمع منهم ولٰكن لا يجيبون.[1]

أحکام القرآن للجصاصؒ میں ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ :ما من أحد يمر قبر أخيه كان يعرفه في الدنيا فيسلّم عليه إلا رد اللّٰه عليه روحهٗ حتى يرد عليه السلام.[2]

کتاب الروح میں ہے:

عن عائشة رضی اللہ عنہا : ما من رجل يزور قبر أخيه ويجلس عنده إلا استأنس به ورد عليه حتى يقوم.[3]

مرقاۃ المفاتیح میں ہے:

إذ ثبت بالأحاديث أن الميت يعلم من يكفنه ومن يصلي

---

[1] ۔ الصحیح للبخاری، ج:1، ص:183، ط:قدیمی. کذا روی عن انس رضی اللہ عنہ فی سنن النسائی، ج:1، ص: 292، ط:قدیمی.و عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فی التفسیر الماثور، ج:18، ص:22، ط:دارالفکر. وعن موسی ابن عقبة فی دلائل النبوة، ج:3، ص:117، ط:دارالکتب العلمیة.

[2] ۔ احکام القرآن للجصاص، ج:3،ص:65، ط:ادارۃالقرآن.

[3] ۔ کتاب الروح، ج:1، ص:5، ط:دارالکتب العلمیة.

علیه ومن يدفنه.[1]

حاشیہ طحطاوی میں ہے:

وقال ابن القيم: الأحاديث والآثار تدل على أن الزائر حين جاء علم به المزور وسمع سلامه وأنس به ورد عليه، عام في حق الشهداء وغيرهم.[2]

فیض الباري میں ہے:

واعلم أن مسألة كلام الميت وسماعه واحدة ـ ـ ـ أقول: والأحاديث في سمع الموات قد بلغت مبلغ التواتر ـ ـ ـ فلا بد بالتزام السماع في الجملة ـ ـ ـ ـ فلذا قلت بالسماع في الجملة.[3]

فتح الملهم میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

والذي تحصلنا من النصوص والله أعلم أن سماع الموتىٰ ثابت في الجمله بالأحاديث الكثيرة الصحيحة.[4]

---

[1] ـ مرقاة المفاتيح، ج:1، ص:198، ط:مکتبہ امدادیہ ملتان۔

[2] ـ حاشیۂ طحطاوی، کتاب الصلاة، فصل فی زیارة القبور، ص:620، ط:قدیمیکتب خانہ کراچی۔

[3] ـ فیض الباری، ج:1، ص:467، ط:حجازی، قاہرہ۔

[4] ـ فتح الملهم، ج:2، ص:479، ط:ادارة القرآن۔

أحکام القرآن للتھانوی ؒمیں ہے:

والذي ذكره في الروح من طوائف أهل العلم وذكر ابن عبد البر أن الأكثرين على ذلک يعنى سماعهم في الجملة هو الحق الحقيق بالقبول وإليه يرشد صيغة القرآن وشان النزول وبه تتوافق الروايات من الصحابة رضي الله عنه والرسول وهو مختار مشايخنا.[1]

مفتی فریدؒ ایک سوال کے جواب میں رقم طراز ہیں:

واضح رہے کہ اکابر سماع الموتیٰ کے متعلق باہم اختلاف رکھتے ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ سماع الموتیٰ راجح قول ہے.[2]

مفتی محمودؒ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

بعض علماء عدمِ سماع کو راجح قرار دیتے ہیں اور بعض سماع کو، ہمارے ہاں قولِ ثانی راجح ہے.[3]

جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے فتاویٰ میں یہ تفصیل مذکور ہے:

"سماعِ موتیٰ" قرنِ اول سے مختلف فیہ چلا آرہاہے، جس مسئلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا

---

[1] ۔ احکام القرآن للتھانوی ،ج:3،ص:165،ط:ادارۃ القرآن.

[2] ۔ فتاویٰ فریدیہ،ج:1، ص:438.

[3] ۔ فتاوی مفتی محمود،ج:1،ص:569، ط:جمعیت پبلشر.

اختلاف منقول ہو تو وہاں حق و ہدایت کو کسی ایک جانب کے ساتھ خاص نہیں کیا جا سکتا، بلکہ ہر دو جانب کے بارے میں حق وہدایت کا احتمال و گمان رکھنا دینی اقتضاء ہے، ایسے مسائل کو زیادہ سے زیادہ راجح و مرجوح کا مسئلہ قرار دیا جا سکتا ہے اور جس کے ہاں جو رائے راجح قرار پائے وہ صاحبِ رائے اپنی رائے کی وجوہِ ترجیح بیان کر سکتا ہے اور اپنا رجحان بھی بتا سکتا ہے، اگر کوئی صاحبِ رائے ایسے مسائل کے بارے میں اس حد سے آگے بڑھنا چاہے تو اُسے راہِ اعتدال سے متجاوز و منحرف کہنے میں اصولِ شرع کے مطابق کوئی مانع نہیں ہو گا. سو ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک سماعِ موتیٰ راجح ہے اور ان کے ہاں اس رجحان کی وجوہِ ترجیح مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ عدمِ سماع پر جن نصوص سے استدلال کیا جاتا ہے وہ استدلال واضح اور صریح نہیں ہے، بالخصوص قرآن کریم کی آیت "إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى"[1] یا اس جیسی آیات سے استدلال کیا جاتا ہے اور اس مضمون کی آیات کو عدمِ سماع کے اہم ترین اور مضبوط تر دلائل کے طور پر سمجھا اور سمجھایا جاتا ہے، جبکہ ان آیات سے استدلال دو وجہوں سے مرجوح ہے:

ایک وجہ تو یہ ہے کہ ایسی آیات میں "اِسماع" (سنانے) کی نفی ہے "سماع" (سننے) کی نفی نہیں ہے، دعویٰ عدمِ سماع کا اور دلیل عدمِ اِسماع کی، دونوں کے درمیان مطابقت نہیں.

دوسری وجہ اس استدلال کے ناتمام ہونے کی یہ ہے کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی قرآن کریم کے مخاطبین کا عدمِ سماع ذکر فرمایا گیا ہے، وہ بالاتفاق عدمِ استفادہ و عدمِ قبول

---

[1]. سورۃ النمل، آیت نمبر 30.

سے کنایہ و استعارہ ہے، اس سے کسی نے عدمِ سماعِ عرفی مراد نہیں لیا، بلکہ اس نوع کے عدمِ سماع والے مخاطبین تو مادی کانوں کے مالک تھے، خوب سنتے تھے، بلکہ کبھی کبھار ناگواری کے اظہار کے لیے اپنی انگلیاں بھی اپنے کانوں میں ڈال لیا کرتے تھے، اس کے باوجود ایسے مخاطبین سے سماع کی نفی کا مطلب دعوتِ الٰہیہ کو قبول کرنے کے بجائے رد کرنا ،اعراض کرنا اور استفادہ نہ کرنا ہے.

اس سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ "إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى" میں زندہ مخاطبین کو مردوں کی مانند قرار دینا عدمِ استفادہ میں ہے، نہ کہ عدمِ سماع میں، کیونکہ عدمِ سماع کو اگر مشبہ بہ قرار دیا جائے تو پھر تشبیہ تام نہیں ہو سکتی، کیوں کہ منکرینِ سماع کے بقول مردہ تو سنتا ہی نہیں، جبکہ زندہ مخاطبین بحسن وخوبی سنتے ہیں، پھر وجہ تشبیہ سماعِ عرفی کی بجائے کچھ اور ہی ہو سکتی ہے، اور وہ جمہور اہلِ علم کے نزدیک یہ ہے کہ جس طرح مردوں کے حق میں دعوت مفید نہیں، اسی طرح ان ڈھیٹ مزاج مخاطبین کے حق میں بھی دعوت مفید نہیں ہے، دعوت قبول کرنے کے لیے مُردوں کا اختیار ختم ہو چکا ہے اور آپ کے مخاطبین اپنے اختیار کو صحیح استعمال نہیں کر رہے، عدمِ استفادہ دونوں میں قدرِ مشترک ہے.

2۔ قرآن کریم میں مُردوں کے عرفی سماع یا عدمِ سماع کا صراحت کے ساتھ کہیں بھی ذکر نہیں ہے، جہاں سے جتنا استدلال کیا جاتا ہے وہ استدلال مع الاحتمال سے زیادہ قوت و اہمیت کا حامل نہیں ہے، اس لیے زیرِ بحث قضیے میں ذخیرۂ احادیث کی طرف رجوع کیا جائے گا، ذخیرۂ احادیث میں یہ امر مکمل وضاحت کے ساتھ ملتا ہے اور زیادہ تر بلکہ پوری

وضاحت کے ساتھ یہ بیان پایا جاتا ہے کہ عوام و خواص، تمام اموات فی الجملہ سنتے ہیں، قلیبِ بدر، قرعِ نعال اور احادیثِ سلام وغیرہا میں سماعِ موتٰی کا موقف پوری وضاحت، صراحت اور جِد کے ساتھ مذکور ہے، ایسی تمام روایات کے مضمون کا جائزہ لیتے ہوئے محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں تواتر کے درجہ تک پہنچایا ہے اور اسی بنا پر اپنا اور اپنے مشائخ کا راجح مسلک سماعِ موتٰی کا نقل فرمایا ہے، چنانچہ علامہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

أقول: والأحاديثُ في سماع الأمواتِ قد بلغت مَبْلغَ التواتر:

وفي حديثٍ صحَّحه أبو عمرو: أن أحدًا إذا سَلَّم على الميتِ فإنه يَرُدُّ عليه، ويعرِفُهُ إن كان يَعْرِفُهُ في الدَّنيا بالمعنى وأخرجه ابن كثير أيضًا وتردَّد فيه. فالإنكار في غير مَحَلِّه، ولا سيما إذا لم يُنقل عن أحدٍ من أئمتنا رحمهم اللّٰه تعالى، فلا بد من التزام السماع في الجملة، وأما الشيخ ابن الهمام رحمه اللّٰه تعالى فجعلَ الأصْل هو النَّفي، وكلَّ مَوْضِع ثبت فيه السَّماعُ جَعَلهُ مستثنًى ومقتصِرًا على المَوْرد.

قلت: إذن ما الفائدة في عُنوان النَّفي؟ وما الفَرق بين نفي السَّماع، ثُم الاستثناء في مواضِعَ كثيرةٍ، وادعاء التَّخصِيص، وبين إثبات السَّماع في الجملة مَعَ الإقرار بأنا لا ندري ضوابِطَ أسماعِهم، فإنَّ الأحياءَ إذا لم يَسْمعُوا في بَعْضِ الصُّوَرِ فمن ادَّعى الطَّرْد في الأموات، ولذا قلتُ بالسماع في الجملة، بقي القرآنُ فأَمْرُه صَعْبٌ، قال تعالىٰ: إِنَّكَ لاَ تُسْمِعُ الْمَوْتٰى (النمل:8)، وقال:

وما أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِيْ الْقُبُوْرِ (فاطر : 22) ، وهو بظاہرِہٖ یدلُّ علی النَّفْيِ مُطلقًا، فقیل بالفرق بین السَّماع والإسماع، والمَنْفي هو الثاني دون الأول، والمطلوبُ ہو الأوَّل دونَ الثاني، وأجاب عنه السّیوطي:

سماعُ مَوْتی کلامِ الخلْقِ قَاطبةً

قد صَحَّ فیها لنا الآثارُ بالکُتُبِ

وآیةُ النفي معناہا سَمَاعُ ہدیً

لا یَسْمَعُون ولا یُصْغون للأَدَبِ

قلت : نَزَل الشیخُ رحمه اللّٰه تعالیٰ فیها علی الغَرض۔ وحاصل الآیة علی طَوْره: أَنَّ ہؤلاء الکفارَ کالمَوْتیٰ، فلا تَنْفع ہدایتُک فیهم، لأن نَفْعها إنَّما کان في حیاتِهم و قد مَضَی وَقْتُها، کذٰلک، ہؤلاء وإنْ کانوا أحیاء إلَّا أنَّ ہدایتَک غیرُ نافعة لهم، لکونِهم مِثْلَ الأمواتِ في عدم الانتفاع، فلیس الغرضُ منه نفيَ السماع بل نفي الانتِفاع۔قلت: عدمُ السَّماع والسَّمْع والاستِماعِ کُلّها بمعنی عَدَم العمل، لأنَّ السَّمْع یکونُ للعمل، فإذا لم یَعْمَل به فکأنَّه لم یَسْمَعْه، تَقولُ، قلتُ له مرارًا أن لا یترکَ الصلاةَ، لکنهٗ لا یَسْمَعُ کلامي، أي لا یعمل به، یُقال في الفارسیة نشنود، یعنی عمل نمی کند، فلو قال الشیخ رحمه اللّٰه تعالیٰ: إنَّ مَن في القبور لا یعملُون لدخل الکلامُ في اللغة، ولم یبق تأویلا، بل الأحسنُ أن

يُقال: "مانتے نہیں" فإن قلت: إنَّ الأمواتَ إذا ثَبَت لهم السَّماعُ، فهل لهم الانتفاع به أيضًا أو مجردُ سماعِ الصوتِ فقط.[1]

3۔ سماعِ موتیٰ کے مسئلہ کا بہترین تجزیہ حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں پیش فرمایا ہے، اہلِ علم کے لیے وہ بھی مناسب رہنمائی ہے:

حضرت کے فتوی کا حاصل یہ ہے کہ زیرِ بحث مسئلہ میں تین اُمور کو جداگانہ انداز میں غور کیا جائے تو اہلِ علم علمی اُلجھن کا شکار نہیں ہوں گے اور اگر علماء بحث کرنا چاہیں تو انہیں منقح علمی بحث میں مدد بھی ملے گی، فرماتے ہیں کہ:

یہاں ایک امر ہے: "استماعِ موتیٰ"

دوسرا امر ہے: "اِسماعِ موتیٰ"

تیسرا امر ہے: "سماعِ موتیٰ"

الف: "استماعِ موتیٰ" کا مطلب ہے مردہ اپنے اختیار و ارادہ سے جب چاہے جس کے بارے میں چاہے اس کا کلام سن سکتا ہے، اس کا شاید کوئی بھی قائل نہیں۔

ب: "اِسماعِ موتیٰ" کا مطلب ہے کہ سنانے والا جب چاہے، جو چاہے وہ ہر حال میں ہر مردے کو سنانے کی قدرت و طاقت رکھتا ہے، اس کا بھی بظاہر اس دنیا میں کوئی مسلمان قائل نہیں، بلکہ اسماع کی نفی، نصِ قرآنی کی عبارت "إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى"[2] سے

---

[1] ۔ فیض الباری، باب قول المیت وھو علی الجنازۃ: قدمونی: 42/3، ط: دار الکتب العلمیہ۔

[2] ۔ سورۃ النمل، آیت نمبر 30۔

ثابت ہے، یہ نفی قرآن میں متعدد مقامات پر موجود ہے،اس خطاب کے مخاطب خود صاحبِ وحی تھے، جب نبی مرسل سے اسماع (سنانے) کی نفی ہے تو کسی اور کی کیا مجال ہے کہ وہ اپنے اختیار و منشا کے تحت کسی مردے کو سنا سکے، یہ منصوصی ہدایت کے منافی ہے.

ج: رہا "سماعِ موتیٰ" اس کے بارے میں قرآن کریم کا کوئی واضح صریح بیان نہیں ملتا، جن آیات سے بالعموم سماعِ موتیٰ کی نفی پر استدلال کیا جاتا ہے وہ ایک تو اسماعِ موتیٰ کے بیان پر مشتمل ہیں جن کا کوئی قائل ہی نہیں ہے، دوسرا یہ کہ عالمِ برزخ کو عالمِ مشاہدہ پر قیاس کرنا بھی درست نہیں ہے.

4۔ البتہ احادیث میں یہ بیان اپنے اختلافی نقطہ ہائے نظر کے ساتھ موجود ہے، اس لیے سماعِ موتیٰ کے مسئلے کو احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں دیکھنے کی ضرورت ہے، کہیں اور سے استدلال مفید یا مناسب نہیں ہے،اور احادیث میں "سماعِ موتیٰ" کو جتنا صراحت کے ساتھ ذکر فرمایا گیا ہے، سماعِ موتیٰ کی نفی اس درجہ صراحت اور وضاحت کے ساتھ مذکور نہیں ہے،اس لیے احادیثِ مبارکہ کی رو سے سماعِ موتیٰ کا موقف زیادہ راجح معلوم ہوتا ہے.

اس بات کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ سماعِ موتیٰ کی نفی میں سب سے جلی موقف حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منسوب ہے، جن سے خود میت کو سلام کرتے وقت ردِ روح کی روایت بھی منقول ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا ، قَالَتْ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا مِنْ رَجُلٍ يَزُوْرُ قَبْرَ أَخِيْهِ وَيَجْلِسُ عِنْدَهٗ إِلَّا

اسْتَأْنَسَ بِهٖ وَرَدَّ عَلَيْهِ ، حَتّٰى يَقُوْمَ .[1]

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روضۂ اطہر کے احاطے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد پردے کا اہتمام بھی فرماتی تھیں، جو کہ فی الجملہ "سماع" کے امکان بلکہ میت کی طرف سے رویت کے اثبات کی دلیل بھی ہے:

عن عائشة رضي الله عنها قالت : كنت أدخل بيتي الذي دفن فيه رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم وأبي فأضع ثوبي، فأقول: إنما هو زوجي وأبي، فلما دفن عمر معهم فواللّٰه ما دخلت إلا وأنا مشدودة على ثيابي حياء من عمر رضي الله عنه.[2]

ہمارے مشائخ کے ہاں سماعِ موتٰی کا مسئلہ جب راجح ومرجوح کا مسئلہ ہے تو ایسے مسائل میں ترجیحی وجوہ کو خارجی عوارض اور ماحولیاتی عوامل کے تناظر میں بھی جانچا جا سکتا ہے، فی زمانہ اگر دیکھا جائے تو اعتزالِ قدیم کی مختلف نئی شکلیں وجود پذیر ہیں، جن کے ہاں شرعی مسائل کے قبول یا رد کے لیے عقلی معیاروں کو آخری حَکَم قرار دیا گیا ہے، اس بابت

---

[1] ـ كتاب القبور لابن ابی الدنیاالقرشی، باب معرفة الموتٰی بزيارة الاحياء ، ص:201، ط:مكتبة الغرباء الاثرية، المدينة النبويةو تفسير ابن كثير :325/6، دارطيبة للنشر والتوزيع و كتاب الروح لابن قيم الجوزية:5/1، دارالكتب العلمية بيروت ومسند أحمد بن حنبل 202/6 مؤسسة قرطبة القاہرة.

[2] ـ المستدرک علی الصحيحين للحاکم مع تعليقات الذہبی فی التلخيص: 63/3، دار الكتب العلمية و مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ، محقق: 335/7، دار الفكر بيروت.

نصوص جس پائے کی بھی ہوں، ان کا بیان کتنا ہی صریح کیوں نہ ہو اعتزالِ جدید عقل پرست طبقہ ایسی روایات کو بے معنی اور ان کے مطالب و مدلولات کو افسانہ قرار دیتا ہے اور یہ طبقہ قبر کی حقیقت، اس کے احوال، جزاوسزا، قیامِ قیامت، دوزخ اور بہشت جیسے تمام حقائق کو حق ماننے کے لیے عقل کی کسوٹی قائم کیے ہوئے ہے، ایسے ماحول ومزاج میں ان روایات ونصوص اور آثار واقوال کو راجح قرار دینا زیادہ مناسب وموزوں ہے، جو قبر کی حقیقت، قبر کی زندگی، اس کی جزاوسزا کی واقعیت کو ثابت کر رہی ہوں، اس لیے فی زمانہ ضرورت اس امر کی ہے کہ قبر کی زندگی اور اس کے متعلقہ حقائق کو عقل پرستوں کی عقلیاتی زور آزمائی سے بچانے کے لیے قبر کی زندگی اور اس کے لوازم ثابت کرنے والی روایتی رائے اور اس کی بنیاد بننے والی نصوص کو راجح قرار دیا جائے، یہ ترجیح مقتضائے شرع کے عین موافق ہے، چنانچہ قبر میں مردے کے سننے، سلام کا جواب دینے اور آنے جانے والوں کو پہچاننے کا موقف قبر کی زندگی اور اس کے لوازم کو ثابت کرنے میں فی زمانہ بہترین ذریعہ ہے، بلکہ ذریعہ کے درجہ میں ناگزیر موقف بھی کہہ سکتے ہیں.

6۔ سماعِ موتیٰ کی نفی پر ماضی قریب یا بعید میں جن اہلِ علم نے زور دیا ہے، ان کے بارے میں حسنِ ظن پر مبنی رائے قائم کی جائے تو وہ یہ ہے کہ ان اہلِ علم کا یہ مؤقف غلبۂ توحید کی وجہ سے شرکیہ اوہام کے قطع کے تحت تھا، ظاہر ہے کہ توحید کے مقابلے میں شرک کا معاملہ انتہائی سنگین نوعیت کا ہے، قبر پرستی، مردوں کے بارے میں خدائی اختیارات وتصرفات کے اعتقاد کے تحت نداء وپکار کی سنگینی، کسی حد تک شدت کی متقاضی

بھی ہو سکتی ہے یہ شدت اگر نفیِ شرک کی حد تک رہتی تو اس کا حکم اور ہوتا، مگر یہ شدت سماعِ موتٰی کی رائے کی مرجوحیت سے نکل کر اس رائے کی بنیاد بننے والی روایات کی ہر طرح سے نفی اور اس رائے کے حاملین پر شرک وکفر کے فتوی تک جا پہنچی، جو شرعی مسئلے میں شرعی اقتضاء کی بجائے ایمانی خطرہ بن گئی، حالانکہ یہ شدت پسند اہلِ علم بھی جانتے ہیں کہ سماعِ موتٰی کے قائلین اہلِ علم میں سے ازاول تاحال کوئی بھی اس بنیاد پر سماعِ موتٰی کا قائل نہیں ہے کہ وہ بت پرستانہ نظریہ کے تحت اہلِ قبور سے حاجت روائی کی استدعا کرتا ہو، بلکہ اس طبقے کے صوفیاء اہلِ علم زیادہ سے زیادہ استفاضہ کے قائل ہوتے ہیں، جبکہ استفاضہ تو مخصوص اہلِ قبور سے ہوتا ہے، عام اموات سے تو نہیں ہوتا، اگر ہماری شدت پسندی کے پیشِ نظر محض نفی شرک ہوتی تو پھر محض استفاضہ کی نفی پر زور دینا چاہیے تھا، سماع موتٰی کی ثابت شدہ روایات کے انکار یا نامناسب رد کی صورت میں تنازع کھڑا کرنا تو قطعاً مناسب نہیں تھا، اگر انصاف سے دیکھا جائے تو ماضی میں ہمارے جو اہلِ علم توحید بیانی کی شہرت کے ساتھ دنیا سے گزرے ہیں وہ سب تقریباً صاحبِ نسبت صوفیاء تھے اور صوفیاء استفاضہ کا انکار کر ہی نہیں سکتے، ہاں! نوعیت اور تعبیر کا فرق ہو سکتا ہے۔

نیز بہت سے اہل علم حضرات نے بھی اس کی تصریح کی ہے کہ سماع موتٰی کا مسئلہ کا دور صحابہ سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے اس میں کسی بھی فریق پر باطل پر یا اہلسنت والجماعت سے خارج قرار نہیں دیا جا سکتا ملاحظہ فرمائیں:

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

مفسرین نے اس موقع پر "سماع موتیٰ" کی بحث چھیڑ دی ہے اس مسئلہ میں صحابہ کرامؓ کے عہد سے اختلاف چلا آتا ہے۔ (1)

شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ فرماتے ہیں:

سماع موتیٰ کا مسئلہ زمان صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے، یہ مسئلہ اعتقادات ضروریہ میں سے نہیں ہے جن کی نفی یا اثبات پر کفر و اسلام کا مدار ہے بلکہ یہ ایک علمی اور تحقیقی بحث ہے جس میں بحث و تمحیص اور نظر و تحقیق کی گنجائش ہے، امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے علماء کے درمیان اس مسئلہ میں ہمیشہ دو رائیں رہی ہیں کچھ علماء کرام کی یہ رائے ہے کہ مردے سنتے ہیں جبکہ دوسرے علماء نے اپنی تحقیق کی بنا پر سماع موتیٰ کی نفی کی ہے علماء کرام کی ان دونوں جماعتوں کے پاس دلائل ہیں جس پر انہوں نے اپنی اپنی رائے اور تحقیق کی بنیادیں استوار کی ہیں۔ (2)

اسی طرح دارالعلوم دیوبند کے مفتی اول حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ اپنے فتویٰ میں فرماتے ہیں:

سماع موتیٰ میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف صحابہ کے زمانے سے ہے۔ (3)

---

[1] ۔ تفسیر عثمانی، 77/3، ط: دار الاشاعت کراچی۔

[2] ۔ تفسیر جواہر القرآن، 902/3، ط: کتب خانہ رشیدیہ مدینہ مارکیٹ راولپنڈی۔

[3] ۔ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند 310/5، ط: دار الاشاعت کراچی۔

الغرض سماعِ موتیٰ کی نفی فی زمانہ جن لوگوں کا مشغلہ ہے وہ محض ایک علمی رائے اور روایاتِ سلف کا مقتضاء ہونے سے زیادہ شدت پسندی اور کئی مسلمہ حقائق کی نفی یا پامالی پر منتج ہو رہی ہے، مقابلے میں سماعِ موتیٰ کی رائے بالخصوص علماء حق علمائے دیوبند اور ان کے پیروکاروں کے ہاں کسی شرکیہ عقیدے یا مشرکانہ مقاصد کے لیے نہیں، بلکہ ان نصوص وروایات کے مقتضاء کے طور پر ہے جو قرنِ اول سے تاحال جمہور اہلِ علم کے نزدیک راجح اور قوی چلی آرہی ہے، اس لیے ہم سماعِ موتیٰ کی رائے اور اس کے دلائل کو راجح سمجھتے ہیں.

بایں ہمہ ہم اپنی رائے اور اس کے دلائل کی تمام تر ترجیحات پر یقین کامل ہونے کے باوجود اس موقف کو اپنا اول و آخر موضوع نہیں سمجھتے، اس پر دینِ اسلام کے ارکان میں سے کسی رکن کے قیام و بقاء کا عقیدہ نہیں رکھتے، اس لیے ہم خود بھی اور دوسری سمت کے انتہاء رساں احباب سے بھی یہی عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اس وقت اُمتِ مسلمہ بالعموم اور مسلکِ حق مسلکِ دیوبند سے نسبت رکھنے والے علماء کرام بالخصوص سماعِ موتیٰ کے مسئلہ سے بڑھ کر کئی سنگین مسائل کی زد میں ہیں، ہمیں قومی و بین الاقوامی سطح کے طوفانی مسائل کے سامنے متحد اور سینہ سپر ہونے کی ضرورت ہے، اہلِ علم کو چاہیے کہ وہ عوام کے درمیان فرائض اور ارکان کی بابت پائی جانے والی بیماریوں کے علاج کے درپے ہوں، ان کمزوریوں کی اصلاح کے لیے اپنی توانائیاں صرف فرمائیں اور موت پر یقین کامل رکھتے ہوئے موت کے بعد پوچھے جانے والے عقائد و اعمال کی فکر کریں اور اس فکر کو زندہ کروائیں، اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے قبر و قیامت کی اچھی تیاری ہو سکی تو سماعِ موتیٰ کا مسئلہ

یہاں سے زیادہ قبر میں اچھے طریقے سے سمجھ آجائے گا، ان شاء اللہ!

سماع صلوٰۃ وسلام عند قبر النبی ﷺ

حیات النبی ﷺ اور متعلقہ دیگر عقائد احادیث صحاح سے ثابت اور خیر القرون سے لے کر عہدِ حاضر کے علماءِ اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد متفقہ میں داخل ہیں، علماءِ دیوبند اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ یہی ہے کہ آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں حیات ہیں اور قبر مبارک کے قریب پڑھا گیا صلوۃ و سلام خود سنتے ہیں اور دور سے پڑھا گیا صلوۃ و سلام فرشتے آپ تک پہنچاتے ہیں نیز آپ علیہ السلام کی ذاتِ عالیہ کے توسل سے دعا نصوص کثیرہ سے ثابت ہے، علماءِ دیوبند کے سرخیل قاسم العلوم والخیرات، بانی دارالعلوم دیوبند الامام الکبیر حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کی کتاب "آبِ حیات" اسی موضوع پر ہے.

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان توحید و سنت کے علمبردار اور اہل السنۃ والجماعۃ جماعتِ دیوبند کے رکنِ رکین تھے حضرت نے تمام عمر علماءِ دیوبند اور عقائد حقہ کا دفاع کیا، حضرت ہمیشہ سے حیات النبی ﷺ کے عقیدے کے قائل رہے ہیں، 1962ء میں حکیم الاسلام قاری طیب کی مساعی کی بنیاد پر ایک تاریخی فیصلہ تحریر ہوا جس پر تمام اہل حق نے دستخط فرمائے حضرت شیخ القرآن نے بھی اس پر دستخط فرمائے ہیں، اس فیصلہ کے متن کے الفاظ یہ ہیں:

"وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ یعنی (قبر مبارک) میں بتعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر

حاضر ہونے والوں کا آپ ﷺ صلوۃ و سلام سنتے ہیں". [1]

قطب الاقطاب مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں:

قبر کے پاس...... انبیاء کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں. [2]

حکیم الامت مجدد دین وملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں:

مشکوٰۃ میں بیہقی سے بروایت حضرت انس خود نبی کریم ﷺ کا ارشاد مروی ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس درود پڑھتا ہے اس کو میں خود سن لیتا ہوں اور جو شخص دور سے درود بھیجتا ہے وہ مجھ کو پہنچایا جاتا ہے. [3]

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ فرماتے ہیں:

حاضری روضہ مبارک کے وقت آنحضرت ﷺ کی روح پر فتوح کو وہاں جلوہ افروز سننے والی جاننے والی غایت جمال و جلال کے ساتھ تصور کرتے ہوئے شہنشاہ عالم کے دربار کی حاضری خیال کی جاوے اور جملہ طرق ادب کا خیال رکھا جاوے. [4]

علامہ ڈاکٹر خالد محمودؒ پی ایچ ڈی لندن لکھتے ہیں:

حضور ﷺ نے فرمایا "مامن احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی

---

[1] ۔ مسئلہ حیات النبی ﷺ کے متعلق چار سالہ نزاع کا خاتمہ از قاری طیب ,شائع کردہ: جامعہ عربیہ اشاعت القرآن حضرو، اٹک صفحہ :1.

[2] ۔فتاویٰ رشیدیہ ص200، ط: عالمی مجلس تحفظ اسلام کراچی .

[3] ۔نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم ، ص220 ، ط: مشتاق بک کارنر لاہور.

[4] ۔ فتاویٰ شیخ الاسلام ، ص 64، ط: جمیعت پبلیکیشنز لاہور .

حتیٰ ارد علیہ السلام "جو مجھ پر سلام پڑھے اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف متوجہ کرتا ہے اور میں اس کا جواب دیتا ہوں۔۔۔۔اس حدیث میں حضور ﷺ کا قریب سے صلوٰۃ و سلام سننا خود ثابت ہے۔[1]

یہ چند ایک حوالہ جات علماء دیوبند کے پیش خدمت ہیں جن میں صراحتاً نبی کریم ﷺ کے سماع عبد القبر الشریف کو ثابت مانا گیا ہے اس لئے جو شخص اپنی نسبت علماء دیوبند کی طرف کرے اور ان کے مسلمہ و متفقہ عقائد کو تسلیم نہ کرے تو اس کی علماء دیوبند کی طرف نسبت سمجھ سے بالاتر ہے۔

اس تفصیل سے مصنف کتاب "فاتحہ کا صحیح طریقہ" مولانا قاضی سید اسماعیل حنفی صاحبؒ اور اس کتاب پر تقریظ و تصدیق کرنے والے حضرات کا عقیدہ اور منہج روز روشن کی طرح عیاں ہوتا ہے اس لئے جو لوگ دوسروں کو دھوکہ اور فریب میں مبتلا کر کے اکابر کے عقائد اور منہج سے منحرف کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کے فریب سے بچنا چاہیئے اور اکابر علماء دیوبند کے منہج پر کاربند رہنے میں ہی عافیت ہے۔

زیر نظر کتاب پر تحقیقی کام کی نوعیت

زیر نظر کتاب پر تحقیق و تعلیق اور تخریج کا مقصد کچھ تو گزشتہ سطور میں بیان کر دیا گیا ہے اس کے علاوہ اکابر علماء دیوبند کے علوم کی ترویج اور نشرو اشاعت نئے ترقی یافتہ دور کے تقاضوں کے مطابق عوام الناس تک پہنچانا بھی مقصود ہے اس سلسلے میں اس کتاب "فاتحہ کا

[1] ۔ مقام حیات المسمیٰ مدارک الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء ، ص 533.

صحیح طریقہ "پر درج ذیل طریقہ سے کام کیا گیا ہے:

1۔ آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ کی تخریج کی گئی ہے اور اصل مقام کی نشاندہی میں ممکنہ حد تک کوشش کی گئی ہے.

2۔ مسائل کی تخریج فقہ حنفی کی کتب سے عربی عبارات کے ساتھ کی گئی ہے.

3۔ ہر مسئلہ کی تخریج اس کے ذیل میں مفصلاً درج کی گئی ہے اور محولہ مسئلہ کا ماخذ مکمل تفصیل سے لکھا گیا ہے.

4۔ جس مسئلہ میں ابہام تھا یا اجمالی طور پر مصنف نے تحریر فرمایا تھا اس کی تفصیل حاشیہ میں درج کی گئی اور ابہام کو حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے.

5۔ کتاب کے میسر دونوں نسخوں کو مد نظر رکھا گیا ہے البتہ تخریج پہلے نسخے کو سامنے رکھ کر کی گئی ہے.

6۔ دوسرے نسخہ میں موجود اضافہ جات یعنی "جواز فاتحہ پر نظر" اور "ضمیمہ" کو کتاب میں شامل نہیں کیا گیا کیونکہ یہ اصل کتاب میں شامل نہیں تھے اس کی وضاحت ماقبل میں کر دی گئی ہے.

7۔ کتاب کے شروع میں ایک مفصل اور نافع ابحاث پر مشتمل مقدمہ بھی درج کیا گیا ہے جس میں اشکالات وغیرہ کا دفیعہ بھی وجود ہے.

8۔ کتاب کے پہلے نسخے کو اصل کی حیثیت سے تخریج کے ساتھ شائع کرنا مقصود ہے اور چونکہ دوسرا نسخہ بھی مصنف کی نسبت سے ہی مشہور ہو چکا ہے اس لئے اسے بھی ثانوی

درجہ کی حیثیت سے ساتھ میں تخریج کے ساتھ لگادیا گیا ہے.

9۔ کتاب کے آخر میں تخریج کے مآخذ کی ایک مفصل فہرست بھی شامل کی گئی ہے.

10۔ کتاب کی تقاریظ اور تصدیقات کا تعلق پہلے نسخہ سے ہے اس لئے وہ پہلے نسخہ کے ساتھ ہی لگائی گئی ہیں.

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو شریعت کے قوانین اور احکام پر عمل کرنے کا ذریعہ بنائے اور ہمارے ادارے دارالشیبانی للافتاء والتحقیق کو مزید ترقیوں سے نوازے.

آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

ابو حریث فضل الرحمٰن حنفی عفی عنہ

نگران مفتی دارالشیبانی للافتاء والتحقیق پہاڑ پور

04 جمادی الاولیٰ 1444ھ

قابل قدر علماء دین کی تقاریظ

قطب عالم، شیخ الاسلام، حضرت مولانا شاہ سید **حسین احمد** صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ

حامداً و مصلیاً ، اما بعد : میں نے جناب قاضی اسماعیل صاحب پنگنوری زید مجدہم کا رسالہ "**فاتحہ کا صحیح طریقہ**" ابتداء سے اخیر تک دیکھا، ماشاء اللہ نہایت مفید اور صحیح مضامین پر مشتمل ہے اس میں مسلمانوں کی اصلاح کی پوری پوری جدوجہد نہایت عمدہ طریقہ پر کی گئ ہے مسلمانوں کو اس پر عمل کرنا چاہیئے اور غلط کاریوں سے احتراز کرنا چاہیئے.

میں قاضی صاحب کے لئے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ان کی اس تصنیف کو قبول فرمائے اور ان کو جزائے خیر دے اور عام مسلمانوں کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے.

(آمین)

ننگ اسلاف **حسین احمد** غفرلہ

صدر مدرس دارالعلوم دیوبند

ذی الحجہ 1376ھ

علامہ زمان، مفتی اعظم ہند حضرت مولانا **محمد کفایت اللہ** صاحب مدرسہ امینیہ دہلی

جناب قاضی سید اسماعیل صاحب نے مسلمانوں کو بدعت سے بچانے اور راہ راست پر قائم رکھنے کے لئے یہ رسالہ تحریر فرمایا ہے اللہ تعالیٰ ان کو اس کار خیر کی جزائے کامل عطا فرمائے اور مسلمانوں کو راہ حق پر چلنے کی نیک توفیق دے۔ (آمین)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

ذی الحجہ 1371ھ

حضرت مولانا مولوی **مفتی اعظم محمد شفیع** صاحب صدر مجلس منتظمہ دارالعلوم کراچی

احقر نے جناب قاضی سید اسماعیل صاحب کا رسالہ "**فاتحہ کا صحیح طریقہ**" پورا دیکھا مروّجہ بدعات کی اصلاح اور صحیح مسائل کے بیان میں اچھا رسالہ ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، مسلمانوں کے لئے نافع و مفید بنائے اور مصنف کا دارین میں جزاء خیر عطا فرمائے۔

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

3 رجب 1377ھ کراچی

حکیم الاسلام مولانا الحاج **قاری محمد طیب** صاحب دارالعلوم دیوبند

رسالہ " **فاتحہ کا صحیح طریقہ** " عمدہ اضافوں اور حسن طباعت وکتابت کے ساتھ پہنچا میں علالت کی وجہ سے مختصر شکریہ اور دعائے خیر پر ختم کرتا ہوں. والسلام

محمد طیب غفرلہ 24/07/1378ھ

عمدة العلماء، حضرت مولانا مولوی مفتی حاجی **عبدالمجید خاں** صاحب پنگنوری

الحمد لله والصلوٰة والسلام علی رسوله وآله : ایصال ثواب میں یعنی موتیٰ کے لئے اطعام طعام میں سورة فاتحہ وغیرہ پڑھنا یہ طریقہ رسول الله ﷺ سے ثابت نہیں ہے، اس طریقے کو ایصال ثواب کے لئے ضروری سمجھنا بدعت ہے، اگر کوئی اس کو سنت کا طریقہ نہ سمجھ کر یہ اعتقاد رکھے کہ سورة فاتحہ پڑھنا خواہ کھانا کھانے کے اول ہو یا بعد ہو اس کا ثواب بھی اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس اعتقاد سے فاتحہ پڑھنا بے شک صحیح ہے یعنی عوام فاتحہ نہ پڑھے تک چھوٹے بچوں کو بھی کھانا دینا پسند نہیں کرتے یہ ان کی غلطی ہے، محبی مشفقی قاضی سید اسماعیل صاحب بارک اللہ نے جو طریقہ فاتحہ کا لکھا ہے بے شک ایصال ثواب کا صحیح طریقہ ہے جھنڈوں پنجوں کے پاس کوئی چیز لے جا کر وہاں فاتحہ پڑھنے میں خدا کا تقرب ہے سمجھنا بے شک کفر ہے، جس طرح کسی حرام شیٔ کے صدقے میں ثواب سمجھنا کفر ہے.

کتبہ المسکین المحتاج الی رحمة اللہ الرحمٰن المسمیٰ بہ

عبد المجید خان ساکن وانم باڑی

جناب مولانا مولوی حاجی محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بنگلوری

الحمد لله والمنة والصلوة والسلام علی رسوله الكريم وعلیٰ آله واصحابه واتباعه اجمعين : اما بعد ! اس رسالہ کو میں نے ابتداء سے انتہاء تک لفظاً لفظاً حرفاً حرفاً نغور مطالعہ کیا بالکل حنفی مذہب کے موافق صحیح پایا، اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے طفیل سے اس کو مقبول و مفید عام کرے اور اس کے جامع غمخوار دیں قاضی سید اسماعیل صاحب مد کرمہٗ کو جزائے خیر عطاء فرمائے اور معاونین کی ہمت بڑھائے، سب کو توفیق نیک بخشے، آمین ثم آمین

کتبہ: محمد عمر عفی عنہ

جامع شریعت و طریقت جناب مفتی آدم صاحب مدرسہ باقیات صالحات ویلور

محترم قاضی سید اسماعیل صاحب کا تحریر کردہ فاتحہ کا طریقہ افراط و تفریط سے خالی جادہ اعتدال پر اہل سنت والجماعت کے موافق ہے اللہ جل شانہٗ اہل اسلام کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق اور مؤلف کو دارین میں جزائے خیر عطاء فرمائے.

احقر خادم الطلبہ شیخ آدم ویلور

مولانا مولوی مفتی ابوالکمال **محمد حبیب اللہ** صاحب باقوی ندوی

مکرم قاضی سید اسماعیل صاحب نے فاتحہ کا طریقہ واقعی واللہ نہایت احتیاط کے ساتھ سلیس و نفیس زبان میں بالکل شرع کے موافق لکھا ہے اس گئے گزرے زمانہ میں قابل قدر چیز ہے، ہر شخص شوق وذوق سے خرید کر اس پر عمل کرے، آمین

احقر عباد اللہ ابوالکمال محمد حبیب اللہ عفی عنہٗ

مولانا مولوی حافظ قاری **ابوعبداللہ محمد نعیم** صاحب قاسمی مدرس مدرسہ دارالعلوم دیوبند

مولوی محمد یحیٰ صاحب نے یہ فاتحہ کا طریقہ تقریظ کے لئے مجھے دکھایا میں نے از اول تا آخر سرسری نظر سے دیکھا، بعض جگہ ترمیم بھی کی یہ رسالہ جنوبی ہند کے مسلمانوں کے لئے خاص طور پر عام فہم اور مفید ہے، اللہ تعالیٰ مؤلف سلمہ اللہ کی اس دینی اصلاحی کوشش کو قبول فرماتے ہوئے مزید خدمت کی توفیق ارزانی فرمائے اور اس رسلہ کو نافع اور مقبول عام کرے، واللہ اعلم وعلمہ احکم واتم

ابوعبداللہ محمد نعیم غفرلہ، حال بنگلور

جناب، مولانا مولوی **عامر عثمانی** صاحب مدیر ماہانہ تجلی دیوبند

فاتحہ کا طریقہ میں نے پڑھا بدعت میں گرفتار عوام کی اصلاح کے لئے مؤلف کی کوشش قابل مبارکباد ہے یہ رسالہ عوام کو راہ راست دکھانے کے لئے مشعل کی حیثیت رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا فائدہ عام کرے.

کمترین خلائق، عامر عثمانی

مولانا مولوی **ابوناصر ذاکر حسن** صاحب عبیدی مظاہری مفسر القرآن بنگلور

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم ، اما بعد ! احقر نے یہ رسالہ فاتحہ کا طریقہ سرسری نظر سے مطالعہ کیا مفید اور صحیح مسائل پر مشتمل پایا مصنف نے اس کے ذریعہ دین کی اچھی خدمت انجام دی ہے اور مسلمانوں کی صحیح رہنمائی فرمائی ہے حق تعالیٰ ان کو جزائے خیر اور مسلمانوں کو اس سے منتفع ہونے کی توفیق عطاء فرمائے، فقط

ناچیز ابوالناصر عبیدی حنفی مجددی مظاہری

کان الله له

جناب مولانا مولوی **عبدالمتین** صاحب مظاہری صدر مدرس مدرسہ اشرفیہ بنگلور

حامداً و مصلیاً ، اما بعد ! میں نے رسالہ فاتحہ کا طریقہ حرفاً حرفاً الی آخر پڑھا اور بہت مسرت ہوئی کہ جنوبی ہند میں جہاں غلط رسومات و بدعات عروج پاتے ہیں وہاں ایسے صحیح الخیال حضرات بھی موجود ہیں جو ان غلط رسومات و بدعات کا قلع قمع کرنے اور سنتوں کو زندی کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں ، خصوصاً مسلمانان جنوبی ہند کے غلط اور غیر مشروع رسم و رواج کی تردید اور صحیح لائحہ عمل بنانے کے لئے یہ رسالہ بہت مفید ہے اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو مقبول عام بنائے اور مسلمانوں کو منتفع ہونے کی توفیق دے۔

صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و نبینا محمد و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین

کتبہ الاحقر العبد الضعیف عبدالمتین عفی عنہ مظاہری

مولانا مولوی ابن حاجی محمد عمر صاحب **محمد یحیٰ** صاحب بانی و معتمد مدرسہ اشرفیہ بنگلور

نحمدہ و نصلی علی خیر الخلق : ناچیز نے رسالہ فاتحہ کا طریقہ از اول تا آخر مطالعہ کیا صحیح و درست پایا واقعی مصنف نے مسائل کو سوال جواب کے طرز پر تحریر کرکے عام فہم بنا دیا ہے اور صحیح رہنمائی فرمائی ہے ، اللہ تعالیٰ ان کو دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے ، آمین.

ننگ اسلاف محمد یحیٰ عفی عنہ ابن محمد عمر نور اللہ مرقدہ

مولانا مولوی **ابو صالح محمد عبدالجمیل** صاحب خطیب لال مسجد ومدیر ہفتہ وار روشنی بنگور

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ: میں نے فاتحہ کا طریقہ از اول تا آخر دیکھا بعض جگہ اصلاح بھی کی جناب قاضی صاحب نے اس رسالہ کو مرتب کر کے دنیا کے روبرو حق و صداقت کا اعلان کیا، صاف صاف بات ہے کہ شریعت کسی کے گھر کی لونڈی نہیں کہ اس کو اپنے نفس اور خاندانی رسم و رواج کی غلام بنا کر خود ساختہ حرکتوں کو انجام دیا جائے حضور انور ﷺ کے قول و فعل کو سنت کہتے ہیں جو ہدایت دنیا و جنات آخرت ہے آپ ﷺ نے جو کام نہ کیا اور نہ حکم دیا ہو اس کو بدعت کہتے ہیں جو موجب ضلالت و گمراہی دنیا و خسران عذاب آخرت ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو طریقہ سنت اور محبت محمدی میں جینے اور مرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

ابو صالح محمد عبدالجمیل وانم باڑی خطیب لال مسجد بنگلور

جناب مولانا مولوی **محمد عبید اللہ صاحب ربانی** عمری مدرسہ محمدیہ بنگلور

حامداً و مصلیاً: میں نے سرسری نظر سے اس رسالہ کا مطالعہ کیا، ماشاء اللہ مصنف نے عوام کی صحیح رہنمائی فرمائی جس کے لئے میں جناب مصنف کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ مصنف کو جزائے خیر عطاء فرمائے فقط والسلام

محمد عبید اللہ ربانی عمری وفاہ اللہ الباری

مولانا مولوی **محمود حسن** صاحب

اور

جناب **نثار احمد** صاحب فاضل دیوبند دارالعلوم پیارم پیٹ

حامداً و مصلیاً و مسلماً ۔ اما بعد ! رسالہ فاتحہ کا طریقہ میں نے بامعان مطالعہ کیا احقر کی نظر میں الحمدللہ رسالہ ایصال ثواب اور نذر و نیاز کے باب میں اہل سنت و جماعت کے مسلک کے مطابق صحیح مسائل پر مشتمل ہے حق تعالیٰ جناب محترم قاضی صاحب مؤلف رسالہ شکر اللہ سعیہ کو جزائے خیر دے

حررہ الاحقر محمود حسن غفر اللہ لہ

نثار احمد غفر لہ پیار پیٹ یکم رجب 1373ھ

جناب مولانا مولوی حافظ **محمد ظہور عالم** صاحب چشتی بہار

میں نے اس رسالہ کا بالاستیعاب مطالعہ کیا، بڑی مسرت اس بات سے ہوئی کہ جناب مؤلف صاحب نے قوم کی صحیح نباضی کرتے ہوئے بہت ہی انوکھے اور دلچسپ انداز میں ان مسائل کو ترتیب دیا ہے جس کی عوام کو بہت ضرورت تھی۔

فجزاہ اللہ فی الدارین احسن الجزاء

احقر محمد ظہور عالم چشتی بہاری

جناب مولانا مولوی **حافظ عبدالحفیظ** صاحب بھوپال

الحمدللہ، احقر نے اس رسالہ کو اول سے اخیر تک مطالعہ کیا، فی الواقع صحیح و درست پایا، مصنف نے فاتحہ اور نذر و نیاز کے ضروری مسائل ایک جگہ جمع کر کے عوام کی اچھی رہنمائی فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ مصنف کو جزائے خیر اور عوام کو نیک توفیق عطا فرمائے، آمین

احقر عبدالحفیظ بھوپال

چند اکابر علماء کے اسماء گرامی جنہوں نے اس کتاب پر اعتماد کا اظہار کیا اور گرانقدر تقاریظ سے نوازا

1۔ مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور
2۔ مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند
3۔ مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سابق ناظم اعلیٰ جمیعت علماء ہند
4۔ مولانا حاجی عبدالغفور صاحب مفسر قرآن بزبان تلنگی کھسم کرنول
5۔ مولانا مفتی حاجی محمد حبیب اللہ صاحب گورنمنٹ سر قاضی مدراس
6۔ جامع شریعت وطریقت جناب مولانا حاجی سید قادر علی بادشاہ صاحب آستانہ کشمیری کرپہ
7۔ افضل العلماء مولانا الحاج سید عبدالوہاب صاحب ایم ایل اے ایل ٹی پرنسپل نیو کالج مدراس
8۔ مولانا الحاج حافظ ابوالسعود احمد صاحب مہتمم دارالعلوم سبیل ارشاد بنگلور نمبر 6

9۔ حضرت خواجہ محمد بشیر احمد صاحب پیارم پیٹ (خلیفہ شیخ الاسلام مدنیؒ)

10۔ مولانا مولوی مرزا ازار داد بیگ صاحب کامل (کامل جامعہ نظامیہ حیدر آباد دکن)

11۔ مولانا مولوی سید سلطان محی الدین صاحب بہمنی مدیر ہفتہ وار اخبار "امام" مدارس

12۔ حضرت مولانا مولوی محمود حسن صاحب مدنی

13۔ مولانا مولوی واعظ حافظ ابو السلام صاحب فاروقی میرٹھ

14۔ حاجی سید عبد القادر صاحب مدرسہ انوار الاسلام کولار

15۔ مولانا مولوی قاضی احمد صاحب قاسمی خطیب جامع مسجد بنگلور

16۔ مولانا مولوی حافظ عبد الحفیظ صاحب بھوپال

17۔ مولانا مولوی سید ابو الفیض شاہ محی الدین قادری سروری سرپرست ماہنامہ "ذاکر" بنگلور

18۔ مولانا مولوی ارشاد احمد صاحب مبلغ دار العلوم دیوبند

19۔ واعظ خوش بیان جناب قاری سید ودود الحی صاحب ندوی لکھنوی

20۔ مولانا مولوی عبد الرحیم صاحب فیضی خطیب مسجد ابراہیم شاہ کمار پیٹ بنگلور سٹی

21۔ مولانا مولوی محمد عثمان صاحب کامل نظامیہ (فاضل دیوبند) نائب شیخ التفسیر جامعہ نظامیہ حیدر آباد دکن

22۔ مولانا مولوی ابو تمیم محمدی صاحب صدر ادارہ اہل حدیث حیدر آباد دکن

23۔ مولانا مولوی فضل اللہ صاحب سابق پروفیسر جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن

24۔ مولوی محبوب الحسن صاحب (کامل شعبہ حدیث) سابق لیکچرار اورنگ آباد کالج حیدر آباد دکن

25۔ مولانا ابو المعارف محمد یوسف علی صاحب خادم ہتنوروی

26۔ مولوی سید احتشام الدین صاحب ہاشمی خلف مولانا میر امام الدین صاحب خلیفہ حضرت تھانویؒ جدید پلک پیٹھ

27۔ مولانا مولوی ضمیر الدین صاحب موسیٰ رام باغ

28۔ مولانا عظیم الدین صاحب ساکن مشیر آباد

29۔ حافظ مولوی احمد اللہ صاحب بجنوری سابق مدرس مظاہر العلوم سہارنپور

چند اخبارات و رسائل جنہوں نے اس کتاب کی افادیت پر تبصرہ کیا ہے

1۔ اخبار الجمعیۃ دہلی مورخہ 29، 7/5/66

2۔ رسالہ فاران کراچی جولائی 1959ء

3۔ رسالہ الحرم میرٹھ اپریل 1962ء

4۔ رسالہ تجلی دیوبند فروری و مارچ 1959ء

5۔ اخبار دعوت دہلی اکتوبر 1962ء

6۔ ہفتہ روزہ روشنی بنگلور مارچ 1959ء

7۔ ماہنامہ الفرقان لکھنؤ محرم 1380ء

پیش لفظ

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

حمد خدا و نعت مصطفیٰ ﷺ کے بعد برادران اسلام کو معلوم ہووے کہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر یہ بھی ایک بڑا احسان ہے کہ ہمارے نیک کاموں کا ثواب ہمارے ماں باپ اور بزرگان دین کو بخشنے کی اجازت دے کر سرفراز فرمایا.[1]

مگر عام مسلمان مرد و عورت شریعت کی رو سے اپنا ثواب دوسروں کو پہنچانے کا طریقہ نہ جاننے کے سبب رسمی فاتحہ اور نذر و نیاز کے بے فائدہ بکھیڑوں میں وقت اور مال برباد کرنے کے سوا طرح طرح کی تکلیفیں اٹھاتے ہیں.

اس لئے قومی اصلاح کے خیال سے جناب مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شاہ عبد الحی لکھنویؒ، مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ، مولانا شاہ عبد الحی بنگلوریؒ وغیرہ کی کتب اور فتوؤں سے اس کتاب میں ایصال ثواب یعنی کا صحیح و آسان طریقہ اور نذر و نیاز کے ضروری مسائل لکھے گئے ہیں اور اخیر میں دستخط کئے ہوئے مشہور و معروف حنفی علماء

---

[1] ـ عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: قال رسول الله ﷺ لأبي: إذا أردت أن تتصدق صدقةً فاجعلها عن أبويك؛ فإنه يلحقهما أجرها ولاينتقص من أجرك شيئاً".

(شعب الإيمان 204/6، رقم: 7911، ط: دار الكتب العلمية، بيروت)

"والأصل فيه أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاةً أو صوماً أو صدقةً أو قراءة قرآن أو ذكراً أو حجاً أو غير ذلك عند أصحابنا بالكتاب والسنة".

(البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، 63/3، ط: دار الكتاب الاسلامي)

دین کی منظوری کے بعد شائع کی گئی ہے.

ناظرین کرام :

دین پرور اہل اسلام، معزز واعظین و مدرسین پیش امام اور مؤذن صاحبان وغیرہ سے قوی امید ہے کہ اس کی اشاعت سے عوام کو نذرو نیاز اور فاتحہ کا سیدھا و سلیس طریقہ بتا کر ثواب دارین حاصل کریں گے اور ہمارے لئے بھی دعاء خیر فرمائیں گے.

خادم قوم خاکسار

قاضی سید اسماعیل

پنگنور ضلع چتور

پہلے بدعت کی حقیقت معلوم کرلینا بہتر ہے

سوال: بدعت کسے کہتے ہیں؟ اس کے کرنے سے کیا نقصان ہوتا ہے؟

جواب: قرآن و حدیث اور فقہ کے مکمل قانون شرع میں نئے کام یا عقیدے داخل کرنے کو بدعت کہتے ہیں یعنی ہر ایک جائز یا مستحب کام میں حدود شرع کے خلاف اپنی طرف سے نکالے ہوئے کم و بیش طریقوں کو ثواب کا کام سمجھ کر کرانا بدعت ہے۔[1]

بدعت ظاہر میں اندراون کے پھل کی طرح عوام کو بھلی معلوم ہوتی ہے مگر اصل میں دین کی دشمن قاتل سنت ہے، جہاں ایک بدعت پیدا ہوتی ہے وہاں ایک سنت ماری جاتی ہے۔[2]

---

[1] ۔ البدعة كل شيء عمل على غير مثال سبق، وفي الشرع إحداث ما لم يكن في عهد رسول الله ﷺ۔

(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، 223/1، ط: دار الفكر)

فالبدعة إذن عبارة عن: "طريقة في الدين مخترعة، تضاهي الشرعية، يقصد بالسلوك عليها المبالغة في التعبد لله سبحانه". وهذا على رأي من لا يدخل العادات في معنى البدعة، وإنما يخصها بالعبادات، وأما على رأي من أدخل الأعمال العادية في معنى البدعة فيقول: "البدعة طريقة في الدين مخترعة، تضاهي الشرعية، يقصد بالسلوك عليها ما يقصد بالطريقة الشرعية.

(الاعتصام للشاطبي، الباب الاول في تعريف البدع وبيان معناها وما اشتق منه لفظا، 47/1، ط: دار ابن الجوزي للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية)

[2] ۔ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما ابتدعت بدعة إلا رفع مثلها من السنة.

(الإبانة الكبرى لابن بطة، باب ما أمر به من التمسك بالسنة والجماعة، والأخذ بها، و فضل من لزمها 348/1، رقم: 224، ط: دار الراية للنشر والتوزيع، الرياض)

اس لئے ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں:

کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار .[1]

(**ترجمہ**) یعنی ہر ایک بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے.

اور بدعت مردود قابل ترک ہے، بدعتی دین کو گرانے والا ہے، بدعتی پر تمام کی لعنت ہے اور بدعقیدہ بدعتی اسلام سے خارج ہے، اس کا نیک عمل نماز روزہ وغیرہ قابل قبول نہ ہو گا.[2]

---

[1] ـ اخرجه مسلم فی صحیحه " وشر الأمور محدثاتها، وكل بدعة ضلالة" مختصراً رقم : 867 والنسائی فی السنن الکبریٰ " وشر الأمور محدثاتها، وكل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة، وكل ضلالة في النار" کاملاً و اللفظ له ـ (السنن الکبریٰ للنسائی ، کیف الخطبة ، 308/2، رقم الحدیث : 1799، ط: مؤسسة الرسالة بیروت)

[2] ـ اخرجه مسلم فی صحیحه " وشر الأمور محدثاتها، وكل بدعة ضلالة" مختصراً رقم : 867 والنسائی فی السنن الکبریٰ " وشر الأمور محدثاتها، وكل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة، وكل ضلالة في النار" کاملاً و اللفظ له ـ

(السنن الکبریٰ للنسائی، کیف الخطبة ،308/2، رقم الحدیث :1799، ط:مؤسسة الرسالة بیروت)

عن عائشة رضي الله عنها، قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس فيه، فهو رد.

(صحیح البخاری، باب إذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود ،184/3، ط: دار طوق النجاة، بیروت)

وذكر أن عمر رضي الله عنه كان يخطب بهذه الخطبة. وعن ابن مسعود رضي الله عنه موقوفاً ومرفوعاً أنه كان يقول: "إنما هما اثنتان، الكلام والهدى، فأحسن الكلام كلام الله، وأحسن الهدى هدى محمد صلى الله عليه وسلم، ألا وإياكم ومحدثات الأمور، فإن شر الأمور

اور بدعت سے بچنے اور سنت پر قائم رہنے والوں کو بے شمار نیکیاں اور شہیدوں کا ثواب ملے گا وغیرہ وغیرہ.[1]

بدعت وبدعتی کی برائی میں پیغمبر ﷺ کی بے حساب احادیث اکثر کتب میں تحریر ہیں اس لئے ہم تمام کے لئے بدعتی کاموں سے بچنا اور دوسروں کو بچانا بڑے ثواب کا کام ہے.[2]

محدثاتها، إن كل محدثة بدعة". وفي لفظ: (غير أنكم ستحدثون ويحدث لكم، فكل محدثة ضلالة، وكل ضلالة في النار). وكان ابن مسعود يخطب بها، كل خميس.

(الاعتصام للشاطبی ، الباب الثاني في ذم البدع وسوء منقلب أصحابها، 109/1، ط: دار ابن الجوزي للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية)

قال ابن عباس رضي الله عنه: لا يأتي على الناس عام إلا أماتوا فيه سنة، وأحيوا فيه بدعة.

(التذكرة بأحوال الموتى وأمور الآخرة، باب الوقوف عن القبر قليلاً بعد الدفن والدعاء بالتثبيت له، 338/1، ط: مكتبة دار المنهاج للنشر والتوزيع، الرياض)

[1] ـ المتمسك بسنتي عند فساد أمتي له أجر مائة شهيد.

(الإبانة الكبرى لابن بطة، باب ما أمر به من التمسك بالسنة والجماعة، والأخذ بها، وفضل من لزمها، 342/1، ط: دار الراية للنشر والتوزيع، الرياض)

[2] ـ عن أنس، يرفعه قال: إن الله حجب التوبة، عن صاحب كل بدعة.

(مسند إسحاق بن راهويه، ما يروى عن عطاء بن أبي مسلم ، عن أبي هريرة، عن النبي صلى الله عليه وسلم ، 377/1، ط: مكتبة الإيمان المدينة المنورة)

وعن الحسن: لا تجالس صاحب هوى فيقذف في قلبك ما تتبعه عليه فتهلك، أو تخالفه فيمرض قلبك.

(الاعتصام للشاطبی ، الباب الثاني في ذم البدع وسوء منقلب أصحابها، 136/1، ط: دار ابن الجوزي للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية)

بعض گندم نما جَو فروش علماء بت سند روایات اور نا قابل قبول قیاس آرائیوں سے بد عتی باتوں کی بے جا تائید میں گمراہ کرنے والی تقریروں اور تحریروں سے صفحے سیاہ کر کے عوام کے ذریعہ دین میں فساد پھیلانا چاہتے ہیں ان کے اقوال و افعال شریعت کی کسوٹی پر بالکل کھوٹے، غلط، نا قابل عمل نکلتے ہیں، ایسے دھوکہ بازوں کے مکر و فریب سے بچنا چاہیئے۔ (1)

فمن أحدث فيها حدثا، أو آوى محدثا، فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين.

(صحيح مسلم ، باب فضل المدينة، ودعاء النبي صلى الله عليه وسلم فيها بالبركة، وبيان تحريمها، وتحريم صيدها وشجرها، وبيان حدود حرمها، 994/2، رقم : 1370، ط: دار إحياء التراث العربي بيروت)

عن أبي هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ، قال: كل أمتي يدخل الجنة إلا من أبى قالوا: ومن يأبى يا رسول الله؟ قال: من عصاني فقد أبى.

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب الایمان، 122/1، رقم :182، ط: دار الکتب العلمیة بیروت)

[1] - عن أبي هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ، قال: من دعا إلى هدى، كان له من الأجر مثل أجور من تبعه، لا ينقص ذلك من أجورهم شيئا، ومن دعا إلى ضلالة، كان عليه من الإثم مثل آثام من تبعه، لا ينقص ذلك من آثامهم شيئا.

(صحيح مسلم ، باب من سن سنة حسنة أو سيئة ومن دعا إلى هدى أو ضلالة، 2060/4، رقم : 2674، ط: دار إحياء التراث العربي بيروت)

قال أنس بن مالك، قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم : يا بني، إن قدرت أن تصبح وتمسي ليس في قلبك غش لأحد فافعل ثم قال لي: يا بني وذلك من سنتي، ومن أحيا سنتي فقد أحبني، ومن أحبني كان معي في الجنة.

(سنن الترمذی، باب ما جاء في الأخذ بالسنة واجتناب البدع، 343/4، رقم : 2678، ط: دار الغرب الإسلامي بيروت)

فاتحہ کا صحیح طریقہ

سوال: فاتحہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: ہمارے نیک کام کا ثواب دوسروں کے نام پر بخش دینے کو عرف میں فاتحہ کہتے ہیں. (1)

---

[1] ۔ فاتحہ: قرآن شریف پڑھ کر مردے کی روح کو ثواب پہنچانا / فاتحہ پڑھنا: مردے کی روح کو ثواب پہنچانے کی نیت سے الحمد وغیرہ پڑھنا.

(فیروز اللغات اردو جدید، ص538، ط: فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ لاہور)

اس کا نام اصل میں ایصالِ ثواب ہے، مُردوں کو ثواب پہنچانا.

(اصلی پیری مریدی کیا ہے؟ ص52، ط: خانقاہ اشرفیہ کراچی)

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: قال رسول الله ﷺ لأبي: إذا أردت أن تتصدق صدقةً فاجعلها عن أبويك؛ فإنه يلحقهما أجرها ولاينتقص من أجرك شيئاً".

(شعب الإيمان، 204/6، رقم: 7911، ط: دار الكتب العلمية، بيروت)

وعن عبد الله بن عمرو قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا تصدق بصدقة تطوعاً أن يجعلها عن أبويه فيكون لهما أجرها، ولاينتقص من أجره شيئاً. رواه الطبراني في الأوسط. وفيه خارجة بن مصعب الضبي وهو ضعيف".

(مجمع الزوائد، باب الصدقة على الميت، 139/3، 138 رقم: 4769، ط: دار الكتب العلمية بيروت)

ما الميت في قبره إلا شبه الغريق المتغوث ينتظر دعوة من أب أو أم أو ولد أو صديق ثقة، فإذا لحقته كانت أحب إليه من الدنيا وما فيها، وإن الله عز وجل ليدخل على أهل القبور من دعاء أهل الدنيا أمثال الجبال، وإن هدية الأحياء إلى الأموات الاستغفار لهم والصدقة عليهم.

(كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، الفصل الثاني في لواحق كتاب الموت ومتفرقاته، 694/15، رقم: 42783، مؤسسة الرساله بيروت)

سوال: ہم کونسی چیزوں اور کاموں کا ثواب بخش سکتے ہیں؟

جواب: ہمارے حنفی مذہب میں حلال مال صدقہ خیرات کرنے کا اور نفل نماز روزے کا اور قرآن شریف وغیرہ پڑھنے کا اور ہر ایک نیک کام کا ثواب بخش سکتے ہیں. (1)

سوال: فاتحہ سے کیا فائدہ ہے؟

جواب: مردے ہمارے ثواب کے منتظر رہتے ہیں ان کو ثواب پہنچانے سے قبر میں عذاب کم ہو جاتا ہے یا بالکل نہیں ہوتا، ان کو راحت ملتی ہے درجے بلند ہوتے ہیں وہ خوش ہو کر ہمارے لئے دعا کرتے ہیں. (2)

---

[1] ۔ الاصل فی ھذ الباب ان الانسان له ان یجعل ثواب عمله لغیرہ صلوٰۃ اوصوماً اوصدقةً اوغیرہ عندنا اہل السنة والجماعة لماروی عن النبی صلی اللہ علیه وسلم انه ضحیٰ بکبشین املحین احدھما عن نفسه والاخر عن امته من اقر بوحدانیة اللہ وشھد له بالبلاغ.

(الھدایة شرح بدایة المبتدی، 316/1، ط:مکتبه رحمانیه)

وأما عندنا فالواصل إليه نفس الثواب. وفي البحر: من صام أو صلى أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء جاز، ويصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة كذا في البدائع، ثم قال: وبهذا علم أنه لا فرق بين أن يكون المجعول له ميتا أو حيا.

(رد المحتار على الدر المختار، مطلب في زيارة القبور، 243/2، ط، دار الفكر بيروت)

[2] ۔ ما من أهل بيت يموت منهم ميت فيتصدقون عنه بعد موته، إلا أهداها إليه جبريل عليه السلام على طبق من نور، ثم يقف على شفير القبر، فيقول: يا صاحب القبر العميق، هذه هدية أهداها إليك أهلك فاقبلها، فيدخل عليه، فيفرح بها ويستبشر، ويحزن جيرانه الذين لا يهدى إليهم بشيء. (المعجم الاوسط للطبرانی، 314/6، ط: دار الحرمين القاهرة)

سوال: کیا پیغمبر، شہید، ولی بھی ثواب کے منتظر رہتے ہیں؟

جواب: وہ تو خدا کے پیارے بندے جنتی ہیں قبر میں بھی خدا کی نعمتوں سے سر فراز ہیں بے فکر ہیں مگر ہمارے ثواب کے مشتاق ہیں اس لئے ان کو بھی ثواب پہنچانا فائدے سے خالی نہیں، ہماری بہتری کا باعث ہے.[1]

سوال: فاتحہ کا درجہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: ہمارا ثواب دوسروں کو پہنچانے کے لئے خدا سے دعا کرنے کے طریقوں کو ہمارے عرف میں فاتحہ کا درجہ کہتے ہیں.[2]

---

[1] ۔ عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " إن أول ما يجازى به العبد المؤمن يوم القيامة إذا مات أن يغفر لجميع من يتبع جنازته " في هذه الأسانيد ضعف، والله أعلم. (شعب الايمان للبيهقي، الصلاة على من مات من اهل القبلة، 452/11، رقم :8820، ط: مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض بالتعاون مع الدار السلفية ببومباي بالهند)

وأخرج أبو القاسم بن علي الزنجاني في فوائده عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من دخل المقابر ثم قرأ فاتحة الكتاب و {قل هو الله أحد} و {ألهاكم التكاثر} ثم اللهم إني جعلت ثواب ما قرأت من كلامك لأهل المقابر من المؤمنين والمؤمنات كانوا شفعاء له إلى الله تعالى. (شرح الصدور بشرح حال الموتى والقبور، في نبذ من أخبار من رأى الموتى في منامه وسألهم عن حالهم فأخبروه، 303/1، ط: دار المعرفة بيروت لبنان)

[2] ۔ احتج الجمهور على وصول الثواب من غيره بالأحاديث والإجماع اما الأحاديث فمنها۔۔۔ حديث ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا مات الإنسان انقطع عمله الا من ثلث صدقة جارية او علم ينتفع به او ولد صالح يدعو له رواه مسلم۔۔۔ وحديث ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله ليرفع الدرجة للعبد الصالح فى الجنة

سوال: فاتحہ دینے کا آسان طریقہ بتاؤ؟

جواب: خدا کے نام پر پیسہ، روٹی، کھانا، کپڑا، اناج وغیرہ خیرات کرنے کے بعد یا نفل نماز روزہ ادا کرنے کے بعد اس طرح دعا کریں:

یا اللہ اس نیک کام کا ثواب میری طرف سے حضرت محمد ﷺ کو پہنچا دے یا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ یا حسین رضی اللہ عنہ کو یا محبوب سبحانیؒ کو یا فلاں ولی کو، یا میرے ماں باپ کو یا فلاں رشتہ دار کو پہنچا دے، تم جن کو ثواب پہنچانے کی نیت یا دعا کروگے وہ ثواب اللہ تعالیٰ ان کو پہنچا دے گا۔ (1)

فيقول يا رب انى لى هذه فيقول باستغفار ولدك لك رواه الطبراني وروى نحوه عن ابى سعيد مرفوعا وحديث ابن عباس قال قال النبي صلى الله عليه وسلم ما الميت فى قبره الا شبه الغريق المتغوث ينتظر دعوة ملحقة من اب وأم او ولد او صديق ثقة فاذا ألحقته كانت أحب اليه من الدنيا وما فيها وان الله ليدخل على القبور من دعاء اهل الأرض أمثال الجبال وان هدية الاحياء الى الأموات الاستغفار لهم رواه البيهقي والديلمي وحديث مرفوعا أمتي امة مرحومة تدخل قبورها بذنوبها وتخرج من قبورها لا ذنوب عليها يمحص عنها باستغفار المؤمنين لها رواه الطبراني فى الأوسط قال السيوطي وقد نقل غير واحد الإجماع على ان الدعاء ينفع الميت ودليله من القران قوله تعالى وَالَّذِينَ جَاؤُ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونا بِالْإِيمانِ.

(التفسير المظهري، 127/9، ط: مكتبة الرشدية الباكستان)

[1] ـ عن أنس أنه سأله صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله إنا نتصدق عن موتانا ونحج عنهم وندعو لهم فهل يصل ذلك إليهم؟ قال: نعم، إنه ليصل إليهم وإنهم ليفرحون به كما يفرح أحدكم بالطبق إذا أهدي إليه رواه أبو حفص الكبير العكبري. وعنه صلى الله عليه

(اس طرح نیت یا دعا کرنے کو عوام فاتحہ کا درجہ کہتے ہیں آسانی کے لئے اردو میں لکھا گیا ہے)

سوال: قرآن شریف وغیرہ پڑھ کر فاتحہ دینے کا آسان طریقہ بتاؤ؟

جواب: قرآن شریف کی کوئی آیت یا سورۃ تلاوت کر کے ثواب پہنچا سکتے ہو مثلاً: سورۃ فاتحہ، سورۃ قل اعوذ، سورۃ اخلاص، سورۃ کافرون، سورۃ بقرہ کی اول و آخر آیات، آیت الکرسی، سورۃ ملک، سورۃ یٰسین وغیرہ کیونکہ احادیث میں ان کی خاص فضیلت وثواب بیان کیا گیا ہے، یا اللہ کے ناموں میں سے کسی نام یا کلمہ طیب کی یا درود شریف کی تسبیح پڑھ کر اس طرح ثواب پہنچاؤ:

"یا اللہ میرے اس نیک کام کا ثواب آنحضرت ﷺ کو یا آپ کے طفیل سے فلاں شخص کو پہنچا دے"

بس اللہ پہنچا دے گا، ثواب رسانی کے لئے یہی نیت اور عمل کافی ہے۔[1]

وسلم اقرءوا على موتاكم يٰس رواه أبو داود. فهذه الآثار وما قبلها وما في السنة أيضا من نحوها عن كثير قد تركناه لحال الطول يبلغ القدر المشترك بين الكل، وهو أن من جعل شيئا من الصالحات لغيره نفعه الله به مبلغ التواتر.

(فتح القدير لكمال ابن الهمام، باب الحج عن الغير، 143/3، دار الفكر)

[1] ـ وبالجملة فأفضل ما يهدى إلى الميت العتق والصدقة والاستغفار له والدعاء له والحج عنه وأما قراءة القرآن وإهداؤها له تطوعا بغير أجرة فهذا يصل إليه كما يصل ثواب الصوم والحج.

(كتاب الروح لابن قيم الجوزيه، فصل فإن قيل فهل تشترطون في وصول الثواب ان يهديه بلفظه أم يكفي، 142/1، دار الكتب العلمية بيروت)

ضروری مسائل

(دین کا ایک ایک مسئلہ سیکھنے اور سکھانے والوں کو سینکڑوں رکعت نفل نماز کا ثواب ملے گا.)[1]

سوال: قرآن شریف کی دوسری سورۃ یا اور کوئی درود پڑھ کر بخش سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: جو چاہو وہ پڑھ کر بخشو، اس کی کوئی حد مقرر نہیں قرآن شریف دیکھ کر یا زبانی جتنا زیادہ یا جتنے بار پڑھو گے ہر حرف کے بدلے دس نیکیوں کا ثواب ملے گا.[2]

من دخل المقابر فقرأ سورة يس خفف الله عنهم يومئذ، وكان له بعدد من فيها حسنات بحر. وفي شرح اللباب ويقرأ من القرآن ما تيسر له من الفاتحة وأول البقرة إلى المفلحون وآية الكرسي وآمن الرسول وسورة يس وتبارك الملك وسورة التكاثر والإخلاص اثني عشر مرة أو إحدى عشر أو سبعا أو ثلاثا، ثم يقول: اللهم أوصل ثواب ما قرأناه إلى فلان أو إليهم.

(رد المحتار على الدر المختار، مطلب في زيارة القبور، 243/2، ط: دار الفكر بيروت)

[1] ـ عن أبي ذر، قال: قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا أبا ذر، لأن تغدو فتعلم آية من كتاب الله، خير لك من أن تصلي مائة ركعة، ولأن تغدو فتعلم بابا من العلم، عمل به أو لم يعمل، خير من أن تصلي ألف ركعة.

(السنن لابن ماجه، باب فضل من تعلم القرآن وعلمه، 79/1، رقم: 219، ط: دار إحياء الكتب العربية)

[2] ـ فللإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة صلاة أو صوما أو حجا أو صدقة أو قراءة قرآن أو الأذكار أو غير ذلك من أنواع البر ويصل ذلك إلى الميت وينفعه.

(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، فصل في زيارة القبور، 621/1، ط: دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

سوال: عورت کا فاتحہ دینا درست ہے یا نہیں ؟

جواب: بے شک درست ہے ہر ایک عورت اپنے نیک کام کا ثواب آپ خود دوسروں کر بخش سکتی ہے ملا مؤذن کو بلانے اور انتظار کرنے کی تکلیف کی ضرورت نہیں ہر عورت فاتحہ دے لیا کرے اور اپنی بیٹی بہو وغیرہ کو سکھا دیا کرے اس میں بڑی بہتری ہے۔ (1)

سوال: حیض ونفاس والی عورت فاتحہ کے روز اس گھر کے پکوان میں شریک ہو سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: بے شک وہ بھی شریک رہ سکتی ہے اور اپنی خیرات کا ثواب پہنچا سکتی ہے ہندؤں

عن عبد الله، قال: تعلموا هذا القرآن، فإنكم تؤجرون بتلاوته بكل حرف عشر حسنات، اما إني لا اقول ب (الم)، ولكن بالف، ولام، وميم، بكل حرف عشر حسنات.

(سنن الدارمی، باب: فضل من قرأ القرآن، 2084/4، رقم: 3351، ط: دار المغني للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية)

والأصل فيه أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاةً أو صوماً أو صدقةً أو قراءة قرآن أو ذكراً أو حجاً أو غير ذلك عند أصحابنا بالكتاب والسنة.

(البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، 63/3، ط: دار الكتاب الاسلامی)

قال الطيبي: وفيه أن من أصر على أمر مندوب، وجعله عزما، ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، باب الدعاء في التشهد، 755/2، ط: دار الفكر، بيروت لبنان)

[1] ۔ عن ابن عباس رضي الله عنهما، أن امرأة من جهينة، جاءت إلى النبي صلى الله عليه وسلم، فقالت: إن أمي نذرت أن تحج فلم تحج حتى ماتت، أفأحج عنها؟ قال: نعم حجي عنها، أرأيت لو كان على أمك دين أكنت قاضية؟ اقضوا الله فالله أحق بالوفاء. (صحيح البخاری، باب الحج والنذور عن الميت، والرجل يحج عن المرأة، 18/3، رقم: 1852، ط: دار طوق النجاة)

کی طرح اس گھر سے باہر چلے جانے کی ضرورت نہیں بلکہ اس قسم کا عقیدہ رکھنا یا ایسا عمل کرنا بری عادت ہے۔ [1]

سوال: عادت ہے کہ فاتحہ کی چیزوں کا ثواب پہلے ایک آدمی کو بخش دیتے ہیں پھر وہی چیزوں کا ثواب پندرہ آدمیوں کے نام پر بخشا جاتا ہے ان سب کو ثواب ملتا ہے یا نہیں؟

جواب: پچھلوں کو کچھ ثواب نہ ملے گا کیونکہ پورا ثواب پہلے آدمی کو بخش دیا گیا ہے۔ [2]

---

[1] ۔ (ولا بأس) لحائض وجنب (بقراءة أدعية ومسها وحملها وذكر الله تعالى، وتسبيح) وزيارة قبور. (الدر المختار مع رد المحتار، باب الحيض: 293/1 دار الفكر، بيروت)

فلو قرأت الفاتحة على وجه الدعاء أو شيئا من الآيات التي فيها معنى الدعاء ولم ترد القراءة لا بأس به كما قدمناه عن العيون لأبي الليث وأن مفهومه أن ما ليس فيه معنى الدعاء كسورة أبي لهب لا يؤثر فيه قصد غير القرآنية. (رد المحتار على الدر المختار، باب الحيض: 293/1 دار الفكر، بيروت)

ويجوز للجنب والحائض الدعوات وجواب الأذان ونحو ذلك في السراجية.(الفتاوى الهندية، الفصل الرابع في أحكام الحيض والنفاس والاستحاضة، 38/1، ط:دار الفكر بيروت)

[2] ۔ وفى دعاء الاحياء للاموات وصدقتهم اى صدقة الاحياء عنهم اى عن الاموات نفع لهم اى للاموات ... ولنا ما ورد فى الاحاديث الصحاح من الدعا للاموات خصوصا فى صلاة الجنازة وقد توارثه السلف فلو لم يكن للاموات نفع فيه لما كان له معنى وقال عليه السلام مامن ميت تصلى عليه امة من المسلمين يبلغون مائة كلهم يشفعون الا شفعوا فيه وعن سعد بن عبادة (رضى الله عنه) انه قال يا رسول الله ان ام سعد ماتت فاى الصدقة افضل قال الماء فحفر بيرا وقال هذا لام سعد.

(شرح العقائد النسفيه، مسالة ايصال الثواب، ص:394، ط: مكتبة البشرىٰ كراچى)

سوال : کوئی ثواب ایک ہی وقت کئی مردوں کے نام پر بخشے تو سب کو پورا پورا ثواب ملتا ہے یا نہیں ؟

جواب: حصے کے برابر ہر ایک کو ضرور ملتا ہے خدا چاہے تو پورا پورا ثواب بھی عطاء فرمائے گا اس کے خزانے میں کمی نہیں.[1]

سوال: فاتحہ کے لئے یعنی ثواب پہنچانے کی نیت سے لائی ہوئی مٹھائی یا پکائے ہوئے کھانے میں سے ہم خود گھر والے عورت بچے بھی کھالیں تو کیسا ہے ؟

جواب: اس طرح خود کھالینے کا ثواب نہ ملے گا اور اس میں وعدہ خلافی بھی ہو گی اس لئے جتنا ہو سکے غرباء کو کھلانے اور دینے کے بعد اس کا ثواب پہنچاؤ.[2]

---

[1] ـ عن عبد الله بن عمر (رضی الله عنه) قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من حج عن والديه بعد وفاتهما كتب له عتقاً من النار، وكان للمحجوج عنهما أجر حجة تامة من غير أن ينقص من أجورهما شيئاً.

(شعب الإيمان للبيهقي، 204/6، رقم: 7912، ط: دار الكتب العلمية، بيروت)

الأفضل لمن يتصدّق نفلًا أن ينوي لجميع المؤمنين و المؤمنات،لأنّها تصل إليهم، ولاينقص من أجره شيءٍ اهـ هو مذهب أهل السنة والجماعة".

(رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الجنائز، مطلب في القراءة للميت وإهداء ثوابها له، 243/2، ط:ایچ ایم سعید)

[2] ـ حدثني عطاء بن أبي رباح قال: حدثني جابر بن عبد الله أن رجلا من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم أعتق عبدا له من بعده، ولم يكن له مال غيره، فأمر رسول الله صلى الله عليه وسلم فباعه، وقال:أنت أحق بثمنه، والله عنه غني.

سوال: کھانا کھلانے یا شکر مٹھائی وغیرہ تقسیم کرنے کے اول ہی فاتحہ دے کر ثواب پہنچا سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: نہیں پہنچا سکتے، یہ رواجی فاتحہ قانون شرع کے خلاف ہے خوب سمجھو، فاتحہ کا معنیٰ ثواب پہنچانا ہے کھانا کھلانے اور کوئی چیز تقسیم کر دینے کے بعد ہی اس کا ثواب تم کو ملتا ہے، تم کو ثواب ملنے سے پہلے دوسروں کو کیا بخشو گے خود خیال کریں، رواجی فاتحہ ہونے تک رکے رہنا غلطی ہے، کھلانے اور دینے کے بعد ثواب پہنچاؤ یہی سیدھا طریقہ ہے کجروی اچھی نہیں۔[1]

عربی فاتحہ کا درجہ پڑھنے والے ملا فعل ماضی کی دعا کرتے ہیں معنیٰ معلوم نہ ہونے کے سبب اپنے قول کے خلاف قوم کو گمراہ کر جاتے ہیں، بغیر تحقیق کے سرف دیکھا دیکھی یہ بدعت جاری ہے عقل مند اور علم والے لوگوں کو چاہیئے کہ عوام کو سیدھا راستہ بتائیں۔[2]

(الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان،ذكر الخبر الدال على أن نفقة المرء على نفسه وعياله عند عدم اليسار أفضل من صدقة التطوع،47/10، رقم : 4234، ط: مؤسسة الرسالة، بيروت)

[1] ۔ فإن من صام أو صلى أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء جاز ويصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة كذا في البدائع.

(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، باب الحج عن الغير ، 63/3، ط: دار الكتاب الإسلامي)

[2] ۔ وكل هذه بدع ومنكرات لااصل لها فى الدين ولامستند لها من الكتاب والسنة ويجب على اهل العلم ان ينكروها ، وان يبطلوا هذا العادات مااستطاعوا. (معارف السنن شرح جامع الترمذى، باب التشديد فى البول، 266/1، ط: ايچ ايم سعيد كمپنى كراچى)

سوال: فاتحہ کے لئے کھانے پانی کے برتن شکر مٹھائی پان پھول وغیرہ ایک جگہ رکھ کر آگ پر عود ڈال کر اس کے روبرو ادب سے کھڑے ہو کر سورۃ فاتحہ وغیرہ پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: یہ سب چیزیں غیر ضروری بلکہ بدعت ہیں، کھانے کپڑے وغیرہ کی خیرات کا ثواب جدا ہے پڑھنے کا ثواب جدا ہے کھانے پر پڑھنے کی ضرورت نہیں اور پڑھنے کے لئے کھانا وغیرہ روبرو ہونے کی ضرورت نہیں اس لئے اس کو ضروری سمجھنا یا غیر ضروری سمجھتے ہوئے بھی کھانے وغیرہ پر فاتحہ پڑھنا بدعت ہے۔[(1)]

اور تنبیہ العوام وغیرہ کتب میں کھانا آگ وغیرہ روبرو رکھ کر فاتحہ پڑھنے کو ہندوؤں کی رسوم کی شباہت لکھا ہے۔[(2)]

اور حضرت شاہ امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے فیصلہ ہفت مسئلہ میں لکھتے ہیں:

"فاتحہ میں عوام کے رسوم کا میں پابند نہیں ہوں"[(3)]

---

[1] ۔ قال حذيفة رضي الله عنه: كل عبادة لم يتعبدها أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، فلا تعبدوها؛ فإن الأول لم يدع للآخر مقالا. فاتقوا الله يا معشر القراء، وخذوا بطريق من كان قبلكم. (الاعتصام للشاطبي، الباب الثامن في الفرق بين البدع والمصالح المرسلة والاستحسان، 38/3، ط: دار ابن الجوزي للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية)

[2] ۔ مولانا عبدالحی بنگلوری کی کتاب تنبیہ العوام ہمیں میسر نہ ہو سکی البتہ اس بارے میں مولانا احمد رضا خان کا قول ملاحظہ فرمائیں وہ لکھتے ہیں: وقت فاتحہ کھانے کا قاری کے پیش نظر ہونا اگرچہ بے کار بات ہے مگر اس کے سبب سے وصول ثواب یا جواز فاتحہ میں کچھ خلل نہیں۔ (الحجۃ الفائحہ لطیب التعین والفاتحہ، ص16 مطبع حسن بریلی)

[3] ۔ فیصلہ ہفت مسئلہ مندرجہ کلیات امدادیہ ص82، ط: دارالاشاعت کراچی۔

سوال : بعض کتب ہدیۃ الحرمین وغیرہ کا حوالہ دے کر ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ وابی الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند سید ابراہیم کی وفات کے تیسرے روز دودھ ، روٹی، کھجور اپنے روبرو رکھ کر اس پر فاتحہ پڑھنے کے بعد صحابہ میں تقسیم فرمادیا، کیا یہ روایت صحیح ہے ؟

جواب : فتویٰ مولانا عبد الحیؒ، فتویٰ دایم الدین احمد وغیرہ اور جناب مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی لکھتے ہیں کہ یہ قصہ صحیح نہیں بالکل غلط سراسر جھوٹ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان ہے صحاح ستہ وغیرہ معتبر کتب احادیث میں اس روایت کا کہیں نشان نہیں ، اور کھانا یا شیرینی وغیرہ روبرو رکھ کر فاتحہ پڑھنا ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام یا امام اعظمؒ یا اجماع امت سے ثابت نہیں، خلاف سنت قابل ترک بدعت ہے. (1)

سوال: فاتحہ کے وقت گھر لیپنا اور عود یا اگر بتی جلانا ضروری ہے یا نہیں ؟

جواب: خاص کر فاتحہ کے لئے گھر لیپنے اور عود یا بتی جلانے کی شرط نہیں ہے تم جاتے

---

1 ۔ مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ صاحب فرماتے ہیں: " یہ حدیث گھڑی ہوئی ہے کسی معتبر حدیث کی کتاب میں نہیں ہے ملا علی قاری کی کتاب کی طرف نسبت بھی جھوٹی ہے نسبت کرنے والے کبھی برجندی، کبھی اوزجندی، کبھی شرح برزخ کبھی اور کچھ نام لکھتے ہیں حالانکہ ان میں سے کسی نام کی تصنیف ملا علی قاری کی نہیں ہے جو دعویٰ کرے وہ کتاب لاکر دکھائے.(کفایت المفتی، مروجہ فاتحہ خوانی اور ختم کا بیان،2/149،ط:ادارۃ الفاروق کراچی)

فمن أحدث فيها حدثا، أو آوى محدثا، فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين، لا يقبل منه يوم القيامة صرف ولا عدل.

(صحيح البخاري، باب إثم من تبرأ من مواليه، 8/154، رقم : 6755، ط: دار طوق النجاة)

جاتے راستے میں کسی فقیر کو کچھ خیرات کر کے یا کچھ پڑھ کر اسی وقت جسے چاہو بخشو، اللہ تعالیٰ وہ ثواب پہنچا دیتا ہے بس فاتحہ ہو گئی اسی طرح دوسرے نیک کاموں کا ثواب بھی بغیر عود یا بتی جلانے کے بخشا جا سکتا ہے۔[1]

سوال: کسی بزرگ کی فاتحہ کے لئے ہمیشہ کسی خاص قسم کا کھانا کھلانا مثلاً کھیر، پوری، کھچڑا، روٹ، چونگے، موز، ناریل ہی مقرر کرنا اور ٹھیک تاریخ یا دن مقرر کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: اس طرح مقرر کرنے کی ضرورت نہیں تم کو جس وقت جو ملے خدا کے نام پر خیرات کر کے اس کا ثواب بخشتے رہو دن، مہینہ مقرر کرنا نام و نمود کی بدعتی رسم ہے۔[2]

---

[1] ۔ وبہتر آنست کہ ہر چہ خواہند خواندہ ثواب آن بمیت رسانید، وطعام را بہ نیت تصدق بفقراء خورانند، وثوابش نیز باموات رسانید۔ (مجموعۃ الفتاویٰ علی ھامش خلاصۃ الفتاویٰ، 1/195، ط: امجد اکیڈمی لاہور)

ایں طور مخصوص نہ درزمان آن حضرت ﷺ بود و نہ درزمان خلفاء بلکہ وجود آن درقرون ثلاثہ کہ مشہود لہا بالخیر اند منقول نشدہ وحالاً درحرمین شریفین عادات خواص نیست وایں راضروری دانستن مذموم است۔

(مجموعۃ الفتاویٰ علی ھامش خلاصۃ الفتاویٰ، 1/195، ط: امجد اکیڈمی لاہور)

[2] ۔ ویکره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت لأنه شرع في السرور لا في الشرور، وهي بدعة مستقبحة۔۔۔۔۔وفي البزازية: ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع ونقل الطعام إلى القبر في المواسم.

(رد المحتار على الدر المختار، مطلب في الثواب على المصيبة، 2/240، ط: دار الفكر بيروت)

قال الطيبي: وفيه أن من أصر على أمر مندوب، وجعله عزما، ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، باب الدعاء في التشهد، 2/755، ط: دار الفكر، بيروت لبنان)

سوال: کسی کو دو چار روپے دے کر قرآن پڑھا کر بخشانا درست ہے یا نہیں؟
جواب: ہر گز جائز نہیں، پیسے وغیرہ لے دے کر پڑھنے پڑھانے والوں کو کچھ ثواب نہیں ملتا ہے تو پھر میت کو کیونکر ثواب پہنچے گا؟ بہتر ہے کہ قرآن مجید خرید کر کسی پڑھنے والے غریب کو دے دو، مسجد یا مدرسہ میں رکھ دو ہمیشہ پڑھنے کا ثواب پہنچتا رہے گا.[1]

---

[1] - ثم قراءة القرآن وإهداءها له تطوعًا بغير أجرة يصل إليه، وأما لو أوصى بأن يعطي شيء من ماله لمن يقرأ القرآن على قبره، فالوصية باطلة، لأن فيه معنى الأجرة، كذا في اختيار.
(شرح الفقه الأكبر للملا علي القاري، ص: 197، دار الكتب العلمية بيروت، كذا في الاختيار لتعليل المختار، باب فيمن أوصى لجيرانه 551/2، مكتبة حقانية پشاور)
فمن جملة كلامه: قال تاج الشريعة في شرح الهداية: إن القرآن بالأجرة لايستحق الثواب لا للميت ولا للقارئ. وقال العيني في شرح الهداية: ويمنع القارئ للدنيا، والآخذ والمعطي آثمان. فالحاصل أن ما شاع في زماننا من قراءة الأجزاء بالأجرة لايجوز، لأن فيه الأمر بالقراءة وإعطاء الثواب للآمر والقراءة لأجل المال، فإذا لم يكن للقارئ ثواب لعدم النية الصحيحة فأين يصل الثواب إلى المستأجر! ولولا الأجرة ما قرأ أحد لأحد في هذا الزمان، بل جعلوا القرآن العظيم مكسباً ووسيلةً إلى جمع الدنيا إنا لله وإنا إليه راجعون.
(رد المحتار على الدر المختار، مطلب في الاستئجار على المعاصي، 56/6، ط: دارالفكر بيروت)

مولانا احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں:
اصل یہ ہے کہ طاعت وعبادات پر اجرت لینا دینا (سوائے تعلیمِ قرآن عظیم وعلومِ دین واذان وامامت وغیر ہا معدودے چند اشیاء کہ جن پر اجارہ کرنا متاخرین نے بناچاری ومجبوری بنظر حال زمانہ جائز رکھا) مطلقاً حرام ہے اور تلاوتِ قرآن عظیم بغرض ایصال ثواب۔۔۔ ضرور منجملہ عبادات وطاعت ہیں، توان پر اجارہ بھی ضرور حرام ومحذور اور اجارہ جس طرح صریح عقد زبان سے ہوتا ہے، عرفاً شرط معروف ومعہود سے بھی ہو جاتا ہے مثلاً پڑھنے پڑھوانے والوں نے زبان سے کچھ نہ کہا، مگر جانتے ہیں کہ دینا ہو گا

سوال: گیارہویں، بارہویں کے فاتحہ کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: نیک نیتی سے بزرگوں کی روح کو ثواب پہنچانا بلا تعین تاریخ جائز ہے۔[1]

،وہ سمجھ رہے ہیں کہ کچھ ملے گا، انہوں نے اس طور پر پڑھا، انہوں نے اس نیت سے پڑھوایا، اجارہ ہو گیا اور اب دو وجہ سے حرام ہوا، ایک تو طاعت پر اجارہ یہ خود حرام، دوسرے اجرت اگر عرفاً معین نہیں، تو اس کی جہالت سے اجارہ فاسد، یہ دوسرا حرام (ای ان الاجارۃ باطلۃ و علی فرض الانعقاد فاسدۃ فللتحریم وجہان متعاقبان وذلک لما نصوا قاطبۃ ان المعھود عرفاً کالمشروط لفظاً) پس اگر قرار داد کچھ نہ ہو، نہ وہاں لین دین معہود ہوتا ہو، تو بعد کو بطور صلہ و حسن سلوک کچھ دے دینا جائز بلکہ حسن ہوتا مگر جبکہ اس طریقہ کا وہاں عام رواج ہے، تو صورت ثانیہ میں داخل ہو کر حرام محض ہے۔

(ملخصاً فتاوی رضویہ، جلد 19، صفحہ 487،486، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

تلاوتِ قرآن کریم پر اجرت لینا اور دینا بالکل ناجائز ہے، اسی طرح جس مقام کے عرف میں اس پر لیا دیا جاتا ہے، تو حسبِ دستور تلاوت پر لینا اور دینا بھی ناجائز ہے۔

(فتاوی اجملیہ، جلد 2، صفحہ 620، مطبوعہ شبیر برادرز، لاہور)

ایصالِ ثواب کے لئے تلاوتِ قرآن پر اُجرت لینا شرعاً ممنوع ہے۔۔۔۔ اور آیت کا ختم اگر ایصالِ ثواب کے لئے کرایا جائے، تو اس کا بھی یہی حکم ہو گا۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند 1/110 قدیم، کفایت المفتی 3/262، فتاویٰ رشیدیہ 517، امداد الفتاویٰ 1/475، احسن الفتاویٰ 3/515)

[1] ۔ مفتی اعظم ہند، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی فرماتے ہیں:

گیارہویں کی نیاز سے اگر مقصود ایصالِ ثواب ہے تو، اس کے لیے گیارہویں تاریخ کی تعیین شرعی نہیں۔ نیز حضرت غوث الاعظم کی (کوئی) تخصیص نہیں، تمام اولیاءِ کرام اور صحابۂ عظام اس کے مستحق ہیں، سال کے جن دنوں میں میسر ہو اور جو کچھ میسر ہو، اور جو کچھ صدقہ کر دیا جائے، اور اس کا ثواب بزرگانِ دین اور امواتِ مسلمین کو بخش دیا جائے، فقراء اس کھانے کو کھا سکتے ہیں، امراء اور صاحبِ نصاب نہیں کھا سکتے؛ کیوں کہ یہ ایصالِ ثواب کے لیے بطورِ صدقہ ہے

(کفایت المفتی، مخصوص ایام کی مروجہ بدعات کا بیان، 2/305، ط: ادارۃ الفاروق کراچی)

سوال: رجب کندوری میں کھیر پوری سے کنڈے بھرنا، گھر سے باہر نہ لے جانا اور دولت مند ہونے کی نیت سے فاتحہ کے وقت لکڑہارے کی کہانی پڑھنا پڑھانا کیسا ہے؟

جواب : کنڈے بھرنے کی رسم کی ضرورت نہیں، یہ کھیر، پوری گھر سے باہر تو کیا دوسرے شہروں کو بھی لے جاسکتے ہیں، باہر نہ لے جانا باہر کے غرباء کو نہ دینے کا بخیلی بہانہ ہے اور لکڑہارے کی کہانی سراپا جھوٹ، بے سند من گھڑت ہے ان کو اعتقاد سے پڑھنا بالکل لغو اور فساد عقیدہ قابل ترک بدعت ہے، جو لوگ اپنے خیال خام سے پڑھتے ہیں ان کو خزانہ ملنا تو کیا خواب میں نظر بھی نہ آیا اور نہ آئے گا گا یہ سب خیالی پلاؤ ہیں خدا اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری عبادت و بندگی میں برکت ہوتی ہے۔ [1]

وقال الامام الکنوی رحمه الله تعالیٰ فی مجموعة الفتاویٰ : مقرر کردن روز سوم وغیره بالتخصیص واورا ضروری انکاشتن در شریعت محمدیه ثابت نیست۔

(مجموعة الفتاویٰ علی هامش خلاصة الفتاویٰ، 1/195، امجد اکیڈمی)

[1] ۔ فيعم النهي كل ما هو من مقولة الظلم والمعاصي، ويندرج فيه النهي عن التعاون على الاعتداء والانتقام. وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما وأبي العالية أنهما فسرا الإثم بترك ما أمرهم به وارتكاب ما نهاهم عنه، والعدوان بمجاوزة ما حده سبحانه لعباده في دينهم وفرضه عليهم في أنفسهم.

(روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني، 230/3، ط: دار الكتب العلمية بيروت)

حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

کونڈوں کی مروجہ رسم مذہب اہل سنت والجماعت میں محض بے اصل، خلافِ شرع اور بدعتممنوعہ ہے کیوں کہ بائیسویں رجب نہ حضرت امام جعفر صادقؒ کی تاریخ پیدائش ہے اور نہ تاریخ وفات، حضرت امام جعفر صادقؒ کی

سوال: نماز جنازہ ہوتے ہی اور قبرستان سے چالیس قدم پر اور شکرانہ میں چولی بنگڑی کے طبقوں پر اور نکاح کی دعا کے بعد اور جمعہ میں اخیر سنت کے بعد جماعت کے ساتھ فاتحہ پڑھنا اور نہ پڑھنے والوں کو برا سمجھنا کیسا ہے؟

جواب: ان موقعوں پر جماعت کے ساتھ فاتحہ پڑھنا رسول خدا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ سے اور صحابہ کرام سے یا حضرت امام اعظمؒ سے یا حضرت محبوب سبحانیؒ سے ثابت نہیں ہے یہ باتیں مستحب تک نہیں اگر مستحب ہوتیں تو ہر ایک فقہ کی کتاب میں جمعہ، عیدین نکاح وغیرہ کے بیان میں ضرور لکھتے، مکہ، مدینہ میں یہ عمل نہیں ہے، ہندوستان میں بھی صرف بے علموں میں رواج ہے جمعہ، خطبہ عیدین و نکاح کے اخیر میں اور ہر نماز

وِلادت 8رمضان 80ھ یا 83ھ میں ہوئی اور وفات شوال 148ھ میں ہوئی پھر بائیسویں رجب کی تخصیص کیا ہے اور اِس تاریخ کو حضرت اِمام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے کیا خاص مناسبت ہے؟ ہاں بائیسویں رجب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخِ وفات ہے (دیکھو تاریخ طبرانی ذکرِ وفاتِ معاویہ) اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اِس رسم کو محض پردہ پوشی کے لیے حضرت اِمام جعفر صادق کی طرف منسوب کیا گیا ورنہ دَر حقیقت یہ تقریب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں منائی جاتی ہے، جس وقت یہ رسم اِیجاد ہوئی اہلِ سنت والجماعت کا غلبہ تھا اِس لیے یہ اہتمام کیا گیا کہ شیرینی بطورِ حصہ اِعلانیہ نہ تقسیم کی جائے، تاکہ راز فاش نہ ہو، بلکہ دُشمنانِ حضرت معاویہ خاموشی کے ساتھ ایک دُوسرے کے یہاں جاکر اُسی جگہ یہ شرینی کھالیں جہاں اُس کو رکھا گیا ہے اور اِس طرح اپنی خوشی و مسرت ایک دُوسرے پر ظاہر کریں، جب کچھ اِس کا چرچا ہوا تو اِس کو حضرت اِمام جعفر صادقؒ کی طرف منسوب کرکے یہ تہمت اِمام موصوف پر لگائی کہ اُنھوں نے خود خاص اِس تاریخ میں اپنی فاتحہ کا حکم دیا ہے، حال آں کہ یہ سب من گھڑت باتیں ہیں، لہٰذا برادرانِ اہلِ سنت کو اِس رسم سے بہت دُور رہنا چاہیے، نہ خود اِس رسم کو بجالائیں اور نہ اِس میں شرکت کریں. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم.

(فتاوٰی محمودیہ، باب البدعات والرسوم، 3/ 282، 281 ط: ادارۃ الفاروق کراچی)

میں تشہد درود ابراہیم، دعاء ماثورہ میں شریعت کی مقرر کردہ ثواب رسانی فاتحہ خوانی ہمیشہ ہوا کرتی ہے اور نماز جنازہ میں دعا ہی دعا ہے پھر ان وقتوں میں دوبارہ جماعت کے ساتھ فاتحہ پڑھنے کا مسئلہ معتبر کتب میں نہیں ہے.

اسی لئے ایسی بے سند خلاف شرع باتوں کو رواج دینا بدعت ہے فساد دین ہے قابل ترک ہے، اس کی تفصیل دیکھنا چاہیں تو مفتی کفایت اللہ صاحب کی کتاب" **النفائس المرغوبہ فی الدعا المکتوبہ**"اور"**دلیل الخیرات فی ترک المنکرات**".[1]

---

[1] ۔عن عائشة، قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا ما ليس منه فهو رد.

(مسند الامام احمد بن حنبل، مسند الصدیقه، 157/43، رقم: 26033، مؤسسة الرسالة)

مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" قرآن مجید افضل الاذکار اور اس کی تلاوت افضل الاشغال ہے اور تلاوت قرآن مجدی فردا فردا یا اتفاقیہ اجتماع کے ساتھ کرنا جائز ہے اور اگر تعلیم قرآن مجید مقصود ہو خواہ الفاظ سکھانا مقصود یا تجوید یا معانی و مطالب قرآنیہ تو اجتماع کا اہتمام کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں کہ روزانہ یا دوسرے روز یا ہفتہ میں ایک بار مثلا سکھانے والا لوگوں کو جمع کر کے سکھا دیا کرے جیسا کہ سلفا و خلفا تعلیم قرآن کی مجالس قائم کرنا مسلمانوں کا معمول ہے لیکن اگر تعلیم مقصود نہ ہو بلکہ محض تلاوت بقصد قربت و بہ نیت مثوبت مقصود ہے تو اس کے لیے اہتمام کرنا اور مجلس منعقد کرنا شریعت سے ثابت نہیں پھر اس کے اندار اور شرائط و قیود کا اضافہ بھی ہو تو بدعت ہو جائے گا جب کہ محض تلاوت قرآن مجید کا ثواب حاصل کرنا ہو تو اس کے لئے بہترین صورت یہ ہے کہ تنہا اپنے حضور قلب کے اوقات میں جس قدر بخشوع و دل بستگی کر سکے کر لیا کرے کہ یہی طریقہ سلف صالحین یعنی صحابہ کرام اور حضرات تابعین و ائمہ مجتہدین کا طریقہ تھا"**والخیر کله في اتباعهم** "یعنی بھلائی تمام کی تمام انہیں حضرات کے اتباع میں ہے۔۔۔الخ"

(کفایت المفتی، الحظر والاباحہ ج نمبر 9 ص نمبر 54، دار الاشاعت)

کتب خانہ رحیمیہ جامع مسجد دہلی سے اور "اجتماعی فاتحہ مروجہ" اہل سنت جماعت بیدواڑی یالال مسجد بنگلور سے منگوا کر دیکھیں جن میں ہندوستان و پاکستان، حیدر آباد کشمیر، رنگون، مکہ وغیرہ کے علماء کرام ومفتیان عظام کے سینکڑوں فتوے درج ہیں.

سوال: قبروں کی زیارت کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: کیسے کیسے نیک و بد لوگ کیا ہوئے ہیں عبرت حاصل کرنے اور اپنی مغفرت اور مردوں کو ثواب رسانی کے لئے مردوں کو قبرستان میں جانا درست بلکہ مستحب ہے عورتوں کا قبرستان میں جانا منع ہے، گھر میں رہ کر ثواب پہنچائیں جیسا کہ نماز میں تشہد والا درود پڑھ کر بخشتے ہیں. (1)

---

1 - (قوله وبزيارة القبور) أي لا بأس بها، بل تندب كما في البحر عن المجتبى، فكان ينبغي التصريح به للأمر بها في الحديث المذكور كما في الإمداد، وتزار في كل أسبوع كما في مختارات النوازل. قال في شرح لباب المناسك إلا أن الأفضل يوم الجمعة والسبت والاثنين والخميس.

(رد المحتار على الدر المختار، مطلب في زيارة القبور، 242/2، ط: دار الفكر بيروت)

(قوله وقيل تحرم على النساء إلخ) قال الرملي أما النساء إذا أردن زيارة القبور إن كان ذلك لتجديد الحزن والبكاء والندب على ما جرت به عادتهن فلا تجوز لهن الزيارة، وعليه حمل الحديث "لعن الله زائرات القبور" وإن كان للاعتبار والترحم والتبرك بزيارة قبور الصالحين فلا بأس إذا كن عجائز ويكره إذا كن شواب كحضور الجماعة في المساجد.

(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، الصلاة علي الميت في المسجد، 210/2، دار الكتاب الإسلامي)

سوال: خیرات اور صدقات کا کھانا وغیرہ امیر و غریب کو کھلا سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: سب کو کھلا سکتے ہی غریب بھائی، بہن کو دوست وہمسایہ کو، مسکین و محتاج کو، سائل و مسافر کو، یتیم وبیوہ کو بوڑھے، اندھے، لنگڑے، لُولے، معذوروں کو کھلانے اور دینے میں زیادہ ثواب ہے. (1)

قوله: "للرجال" ويقصدون بزيارتها وجه الله تعالى وإصلاح القلب ونفع الميت بما يتلى عنده من القرآن ولا يمس القبر ولا يقبله فإنه من عادة أهل الكتاب ولم يعهد الاستلام إلا للحجر الأسود والركن اليماني خاصة وتمامه في الحلبي.

(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، فصل فی زيارة القبور، 620/1، ط: دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

فی شرح المناسک لملا علی القاری ولا يطوف ای و لا يدور حول البقعة الشريفة لان الطواف من مختصات الكعبة المنيفة فيحرم حول قبور الانبياء و الاولياء ۔۔ الخ.

(المسلک المنقسط فی المنسک المتوسط علی لباب المناسک المعروف بمناسک ملاعلی قاری، فصل وليغتنم أيام مقامه بالمدينة المشرفة ص ,291ط: المطبعة الميرية مكة المكرمة)

مولانا احمد رضا خان فتاویٰ رضویہ میں عورتوں کے قبرستان جانے کے متعلق فرماتے ہیں:" اصح یہ ہے کہ عورتوں کو قبروں پر جانے کی اجازت نہیں".

(فتاویٰ رضویہ، جلد9، صفحہ 537، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

[1] ۔ وأما صدقة التطوع فيجوز صرفها إلى الغني، لأنها تجري مجرى الهبة.

(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، فصل الذي يرجع إلى المؤدى إليه، 47/2، دار الكتب العلمية)

سوال: ثواب رسانی کے لئے اور کوئی کام بھی کر سکتے ہیں یا نہیں ؟

جواب : ہاں ضرور کر سکتے ہیں، مثلاً مسجد، مدرسہ، مسافر خانہ بنانا، باؤلی کھدوانا، اس کی مرمت کرانا، غریب کی شادی کرنا یا اس کا قرض ادا کرنا، غریب مسافر میت کا کفن دفن کرنا، ایسے نیک کاموں میں مدد کرکے اس کا ثواب پہنچائیں تو دین اور دنیا کا دگنا نفع ہو گا.[1]

سوال: عرس محرم میں ولیوں، شہیدوں کے نام سے تعظیماً گوم، جھنڈے، پنجے کھڑے کرنا، تعزیہ، سواری، تابوت، چاندنی صندل وغیرہ، بیانڈ باجے سے گلی کوچوں میں پھرانا، ان کے روبرو شکر مٹھائی وغیرہ کی فاتحہ دینا دلانا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب : ہرگز ہرگز درست نہیں، حضرت محبوب سبحانیؒ، شاہ عبد العزیزؒ، شاہ عبد الحی وغیرہ بڑے بڑے علماء دین اپنی کتب اور فتوؤں میں لکھتے ہیں کہ طبل، بیانڈ، باجت وغیرہ بجانا سخت حرام ہے، مزامیر کے ساتھ خدا اور رسول ﷺ کی حمد و ثناء کے اشعار پڑھنا بھی حرام ہے، حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے.[2]

---

1 ـ "والأصل فيه أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاةً أو صوماً أو صدقةً أو قراءة قرآن أو ذكراً أو حجاً أو غير ذلك عند أصحابنا بالكتاب والسنة".

(البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، 63/3، ط: دار الكتاب الاسلامی)

2 ـ عن علي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: بعثت بكسر المزامير۔۔۔الخ.

(كتاب الفوائد (الغيلانيات)، باب إحصاء الشهور ورؤية الهلال، 129/1، رقم: 84، ط: دار ابن الجوزی ریاض السعودیه)

بعض مجاور، مہتمم صاحبان عرس محرم کے اعلانی اشتہاروں میں قبروں کا طواف کرنے اور بیانڈ باجا آتش بازی کے ساتھ پنجے، جھنڈے، سواری، صندل وغیرہ کے جلوس کا گشت لگانے اور طبل و مزامیر کے ساتھ قوالی، گانے وغیرہ حرام کاموں میں شریک ہونے کی ترغیب دے کر قوم کو جہنم کا راستہ بتاتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان شیطانی کاموں سے بچائے۔[1] (آمین)

وما يفعله متصوفة زماننا حرام لا يجوز القصد والجلوس إليه ومن قبلهم لم يفعل كذلك، وما نقل أنه عليه الصلاة والسلام سمع الشعر لم يدل على إباحة الغناء. ويجوز حمله على الشعر المباح المشتمل على الحكمة والوعظ.

(رد المحتار على الدر المختار، كتاب الحظر والاباحة، 349/6، ط: دار الفكر بيروت)

لكن في شرح العقائد النسفية: استحلال المعصية كفر إذا ثبت كونها معصيةً بدليل قطعي، وعلى هذا تفرع ما ذكر في الفتاوى من أنه إذا اعتقد الحرام حلالاً، فإن كان حرمته لعينه و قد ثبت بدليل قطعي يكفر وإلا فلا، بأن تكون حرمته لغيره أو ثبت بدليل ظني. وبعضهم لم يفرق بين الحرام لعينه ولغيره، وقال: من استحلّ حراماً قد علم في دين النبي عليه الصلاة والسلام تحريمه كنكاح المحارم فكافر. اهـ. قال شارحه المحقق ابن الغرس وهو التحقيق. وفائدة الخلاف تظهر في أكل مال الغير ظلمًا فإنه يكفر مستحلّه على أحد القولين. اهـ. وحاصله: أنّ شرط الكفر على القول الأول شيئان: قطعية الدليل، وكونه حرامًا لعينه. وعلى الثاني يشترط الشرط الأول فقط، وعلمت ترجيحه". فقط والله أعلم

(رد المحتار على الدر المختار، مطلب استحلال المعصية كفر، 292/2، ط: دار الفكر بيروت)

[1] ـ عن أبي هريرة قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا تجعلوا بيوتكم قبورا، ولا تجعلوا قبري عيدا، وصلوا علي، فإن صلاتكم تبلغني حيث كنتم.

شاہ عبد العزیز دہلویؒ اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں کہ:

(ولا تجعلوا قبري عيدا) : هو واحد الأعياد، أي: لا تجعلوا زيارة قبري عيدا، أو لا تجعلوا قبري مظهر عيد، فإنه يوم لهو وسرور، وحال الزيارة خلاف ذلك، وقيل: محتمل أن يكون المراد الحث على كثرة زيارته، ولا يجعل كالعيد الذي لا يأتي في العام إلا مرتين.

قال الطيبي: نهاهم عن الاجتماع لها اجتماعهم للعيد نزهة وزينة، وكانت اليهود والنصارى تفعل ذلك بقبور أنبيائهم، فأورثهم الغفلة والقسوة، ومن عادة عبدة الأوثان أنهم لا يزالون يعظمون أمواتهم حتى اتخذوها أصناما، وإلى هذا أشار لقوله: "اللهم لا تجعل قبري وثنا يعبد" فيكون المقصود من النهي كراهة أن يتجاوزوا في قبره غاية التجاوز، ولهذا ورد: "اشتد غضب الله على قوم اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد.

(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، باب الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم وفضلها، 744/2، ط: دار الفكر، بيروت لبنان)

(فائدة) لا يجوز ما يفعله الجهال بقبور الأولياء والشهداء من السجود والطواف حولها واتخاذ السرج والمساجد عليها ومن الاجتماع بعد الحول كالاعياد ويسمونه عرسا.

(التفسير المظهري، سورة آل عمران آيت نمبر 64، 65/2، ط: مكتبه رشيديه كوئٹه)

مولانا احمد رضا خان لکھتے ہیں: "رنڈیوں اور خواجہ سراؤں کا ناچ بے شک حرام ہے، اولیائے کرام کے عرسوں میں بے قید جاہلوں نے یہ معصیت پھیلائی ہے".

(فتاویٰ رضویہ جدید جلد 29 ص 92 مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

عرس و میلہ میں آتش بازی اور نیاز کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے جواب میں لکھا:

"آتش بازی اسراف ہے اور اسراف حرام ہے، کھانے کا ایسا لٹانا بے ادبی ہے اور بے ادبی محرومی ہے، تضیع مال ہے اور تضیع حرام، روشنی اگر مصالح شرعیہ سے خالی ہو تو وہ بھی اسراف داخل ہے.

(فتاویٰ رضویہ جدید جلد 24 ص 112، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

تعزیہ، سواری، تابوت گوم، جھنڈے، پنجے وغیرہ انصاب کی طرح بتوں میں
داخل ہیں ایسی جگہ بت پرستی کی طرح ظاہر وباطن کی نجاست رکھتی ہے وہاں
فاتحہ کے لئے قرآن کی سورتیں اور درود شریف پڑھنا پاخانہ میں پڑھے جیسا
بڑی بے ادبی ہے اور سخت منع ہے.[1]

اور مفتی دیلور کا فتویٰ ہے کہ تعظیم سے گوم، جھنڈوں، پنجوں، سواری وغیرہ کے روبرو فاتحہ پڑھنے والے ملا مؤذن پر خوف کفر ہے ان کی امامت درست نہیں، ان باتوں کو درست جاننے والے لعنتی گناہ گار ہوں گے.

بدعتی لوگوں سے خدا اور رسول اور بزرگان دین بیزار ہیں اللہ تعالیٰ سورۃ مائدہ میں فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ
رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ.[2]

(**ترجمہ**) اے ایمان والو! نشہ کی چیزیں استعمال کرنا، جوا کھیلنا، بت وغیرہ کو پوجنا، چوسر کھیلنا، فال دیکھنا شیطانی کام ہیں ان سے بچو.

ہمارے پیغمبر خدا ﷺ خدا کے حکم سے جن کاموں کو مٹانے آئے تھے ان بے دینی مشرکانہ اور شیطانی کاموں کو نادان اور نام کے مسلمان، دین کا کام سمجھ کر بڑے شوق سے کر کے گناہ گار ہوتے ہیں، ان کاموں میں شریک ہونا یا مدد کرنا، چندہ دینا سخت حرام ہے.

---

[1] ۔ فتاویٰ عزیزی، ص: 187، ط: ایچ ایم سعید کمپنی کراچی.

[2] ۔ سورۃ المائدۃ، آیت نمبر 90.

چودھویں صدی کے بعض دین فروش، شکم پرور نیم ملا، فوجی نشان کے جھنڈوں کے بے جا مثالوں اور قیاس آرائیوں سے تعزیہ، گوم، جھنڈے اور پنجے پرستی کو جائز بتا کر عوام کو گمراہ کرتے ہیں ان کے دجالی فریب سے بچنا چاہیئے فوجی نشان میں اور جھنڈا پرستی میں زمین آسمان کا فرق ہے کوئی عاقل دونوں کو ایک نہ سمجھے گا آجکل خرافاتی عرس محرم میں خلاف شرع ایمان سوز کیا کیا کام ہوتے ہیں پوشیدہ نہیں.

تفصیل کے لئے خطبات حنفیہ میں سترھواں خطبہ اور خطبہ عبدالحی بنگلوری اور رسالہ "محرم وتعزیہ داری دیکھیں، علم پرستی کو ہندوستان اور پاکستان کے سینکڑوں علماء دین نے حرام قرار دیاہے اور رسالہ "تعزیہ اور علم کی حقیقت" میں علم پرستی کو جائز بتانے والے دھوکہ باز نیم ملاؤں کے جھوٹے فتوؤں کے ڈھول کی پول کھول کر رکھدی ہے، دارالعلوم پیار نمپیٹ سے طلب کر کے ملاحظہ فرماویں.[1]

---

[1] ۔ مثل ما أحدث بعض أهل الأهواء، في يوم عاشوراء، من التعطش، والتحزن والتجمع وغير ذلك من الأمور المحدثة التي لم يشرعها الله تعالى ولا رسوله صلى الله عليه وسلم، ولا أحد من السلف، لا من أهل بيت رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولا من غيرهم۔۔۔۔ وأما اتخاذ أمثال أيام المصائب مآتم فهذا ليس في دين المسلمين، بل هو إلى دين الجاهلية أقرب.

(اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم، أنواع الأعياد الزمانية المبتدعة، 129/2، دار عالم الكتب، بيروت، لبنان)

نقل فى مطالب المومنين عن امامنا ابى حنيفة انه لا يجوز التشبه بالروافض ۔۔۔۔ومن تشبه بقوم فهو منهم.

(نفع المفتى والسائل، ص 126، مکتبه مجیدیه ملتان)

سوال: رواجی عرس محرم کرنے سے نفع اور نہ کرنے سے نقصان ہونے کا خیال کرنا کیسا ہے؟

جواب: ایسا اعتقاد اور گمان کرنا مسلمانوں کو لائق نہیں سراسر نادانی اور دونوں جہان کی خرابی ہے.[1]

سوال: دیو، جن، پری، بھوت، بھوانی کے نام سے فاتحہ دینا پوجا کرانا کیسا ہے؟

جواب: ہرگز ہرگز درست نہیں، یہ تمام بے علمی، جہالت اور بے دینی شیطانی کام ہیں.[2]

سوال: غیر اقوام کا بزرگان دین کے مزاروں، گوم، جھنڈوں، تعزیہ اور سواریوں کے پاس کچھ لاکر فاتحہ دلانا کیسا ہے؟

جواب: خدا کے فضل و کرم سے ہمارے بزرگان دین غیر اقوام کے ثواب کے محتاج نہیں، ہنود ہم کو بھی قبر پرست، گوم، جھنڈوں، تعزیوں، سواریوں کے پجاری بنانے کے لئے کچھ لاکر دھوکے سے ترغیب دیتے ہیں، تو قرآن کے منکر، دین کے دشمن کو فاتحہ سے

---

[1] ـ واعلم : ان بیان الاحکام الشرعیة ممایجب علی العلماء ،ولیس فی ذلک تنقیص الولی (ای ولی الله من الاولیاء) کما یظنه بعض من لا خلاق له بل هذا مما یرضی الولی ، ولوکان حیاً وسئل عن ذلک لاجاب بالحق ، واغضبه نسبة التاثیر له ، وتامل قوله تعالیٰ فی حق السید عیسیٰ علیه الصلاة والسلام "ان هو الا عبد انعمنا علیه" .

(حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار ، کتاب الصوم ، باب ما یفسد الصوم ومالا یفسد ، قبیل باب الاعتکاف ، 472/1 ، ط: دار المعرفة بیروت)

[2] ـ قُلْ أَفَرَأَيْتُمْ مَاتَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّهِ أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَاتُ رَحْمَتِهِ قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ. (سورۃ الزمر ، آیت نمبر 38)

کیا نسبت ہے، خود خیال کریں۔[1]

تنبیہ : شرعی طریقہ سے قبروں کی زیارت کرنا، فاتحہ دینا، ثواب پہنچانا فرض و واجب تو نہیں صرف مستحب ہے اس کے ادا کرنے میں خلاف شرع نیت یا کام کریں تو ثواب کے بدلے گناہ ہو گا، بہت احتیاط کرنی چاہیئے۔[2]

---

[1] ۔ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ أُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ. (سورة التوبة، آیت نمبر 17)

ہندو سے شیرینی لیکر اپنی کر کے اپنے آپ فاتحہ دے کر اپنی سمجھ کر تقسیم کر دیں ہندوں کی چیز پر فاتحہ نہیں ہو سکتی۔

(فتاوی مصطفویہ از مصطفیٰ رضا خان، جلد اول ص 453، اعلیٰ حضرت نیٹ ورک)

[2] ۔ فلإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة صلاة أو صوما أو حجا أو صدقة أو قراءة قرآن أو الأذكار أو غير ذلك من أنواع البر ويصل ذلك إلى الميت وينفعه. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، فصل فی زيارة القبور، 621/1، ط: دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

ويستحب أن يقال لصاحب التعزية: غفر الله تعالى لميتك وتجاوز عنه وتغمده برحمته ورزقك الصبر على مصيبته وآجرك على موته، كذا في المضمرات ناقلا عن الحجة. وأحسن ذلك تعزية رسول الله صلى الله عليه وسلم إن لله ما أخذ وله ما أعطى وكل شيء عنده بأجل مسمى.

(الفتاوى الهنديه، الفصل السابع في الشهيد، 167/1، دار الفكر بيروت)

نذر و منت کا بیان

سوال: نذر و منت کسے کہتے ہیں؟

جواب: کوئی اچھی آرزو، مراد پوری ہونے کے بعد کچھ مال وغیرہ خدا کے نام پر خیرات کرنے یا نفل نماز و روزہ ادا کرنے کی پہلے ہی سے نیت کر لینے کو نذر و منت کہتے ہیں۔ [1]

سوال: منت ماننے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

جواب: اس طرح کہو یا نیت کرو یا اللہ میری فلاں مراد پوری ہو مثلاً: بیماری سے صحت ہو یا گم شدہ چیز یا نوکری مل جائے تا چار رکعت نفل نماز یا سو بار کلمہ طیب یا درود شریف پڑھوں گا یا روزے رکھوں گا یا دو روپے یا دو گز کپڑا یا تین سیر اناج خیرات کروں گا، یا دس غریبوں کو ایک یا دو وقت کھانا کھلاؤں گا وغیرہ، اس طرح ادا کرنے کی طاقت کے موافق نیت کر لیں جب مراد بر آجائے تو اقرار کی ہوئی بات کا ادا کرنا واجب ہو جاتا ہے اگر ادا نہ

---

[1] ۔ فی القاموس : نذر علی نفسه ۔۔۔اوجبه، کانتذر ونذر ماله ونذر لله سبحانه کذا ، والنذر: ماکان وعداً علی شرط فعلی ان شفی الله مریضی کذا ، نذرٌ وعلی ان اتصدق بدینارٍ.
(معجم القاموس المحیط ، لمجدالدین الفیروز آبادی، ص : 1275، رقم 9288، ط: دارالمعرفة بیروت)

وفی مفردات الالفاظ القرآن: النذر ان توجب علی نفسک مالیس بواجب لحدوث امر یقال نذرت لله امراً ، وقال تعالیٰ : انی نذرت للرحمٰن صوماً، سورۃ مریم آیت 26.

(کتاب النون ص 507 ، ط: دارنشر اللغة العربیة کراتشی باکستان)

کریں تو گناہ گار ہوں گے۔[1]

سوال: نذر و منت کی چیزوں سے ہم کو خود لینا یا تونگروں کو دینا درست ہے یا نہیں؟

جواب: نذر کی چیزیں غریبوں کا حق ہے اس میں سے خود لینا یا تونگروں کو دینا ہرگز درست نہیں اگر لیں گے یا دیں گے تو پھر ادا کرنے تک نذر پوری نہ ہو گی۔[2]

سوال: مسجد یا مزار کے پاس بھیجی ہوئی شرعی نذر و منت کی شیرینی وغیرہ پر فاتحہ پڑھ کر امیر وغریب کو تقسیم کرنا کیسا ہے؟

جواب: کسی چیز پر فاتحہ پڑھنا بے سند ہے نذر و منت کی چیزوں پر ضروری نہیں یہ صرف وعدہ ادا کرنا ہے جہاں شرط نہیں ہے نذر و منت کی چیزیں صرف امر کافی ہے مسجد یا مزار کے پاس بھیجنے کی شرط نہیں ہے نذور منت کی چیزیں امیروں اور سیدوں کو دینا لینا درست نہیں

---

[1] ۔ (ومنها) أن يكون قربة فلا يصح النذر بما ليس بقربة رأسا كالنذر بالمعاصي بأن يقول: لله عز شأنه علي أن أشرب الخمر أو أقتل فلانا أو أضربه أو أشتمه ونحو ذلك، لقوله عليه الصلاة والسلام لا نذر في معصية الله تعالى، وقوله: عليه الصلاة والسلام من نذر أن يعصي الله تعالى فلا يعصه، ولأن حكم النذر وجوب المنذور به، ووجوب فعل المعصية محال وكذا النذر بالمباحات من الأكل والشرب والجماع ونحو ذلك لعدم وصف القربة لاستوائهما فعلا وتركا.

(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، بيان ركن النذر وشرائطه، 82/5، ط: دار الكتب العلمية)

[2] ۔ ولا يأكل الناذر منها؛ فإن أكل تصدق بقيمة ما أكل.

(الدر المختار مع الرد، كتاب الاضحية، 321/6، ط: دار الفكر بيروت)

وهو مصرف أيضا لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذلك من الصدقات الواجبة.

(رد المحتار على الدر المختار، باب مصرف الزكاة والعشر، 399/2، ط: دار الفكر بيروت)

مگر افسوس ہے کہ آج کل بعض خاندانی سادات کی شان کا دم بھرنے والے سجادے عوام کو قبر پرستی سے منع کرنے کی بجائے ناجائز مجاوری کے ذریعہ اپنی زندگی بسر کرتے ہیں.[1]

سوال: نذر و منت میں پیر کا بکرا، امام حسن رضی اللہ عنہ حسین رضی اللہ عنہ کا لنگر، قادر ولی کی گوم، محبوب سبحانی کا جھنڈا چڑھانے کا اقرار کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: خدا کے نام کے سوا کسی نبی، ولی، شہید و غیرہ کے نام کی نذر و منت کرنا سخت حرام ہے اور پنجے، جھنڈے، گوم و غیرہ بے شرع باتوں کی نذر و منت کرنا ہر گز درست نہیں اگر نادانی سے کر دیئے ہوں تو بھی اس کا ادا کرنا ضرور نہیں، جھنڈا پرستی و غیرہ شریعت میں ناجائز، شرک و بدعت ہونے کے سبب ان کا کرنا اور ان چیزوں کا کھانا پینا بھی حرام لکھا ہے دیکھو شاہ عبد العزیز اور شاہ عبد الحیؒ کا فتویٰ اور رفاہ المسلمین، تنبیہ الغافلین، تنبیہ العوام و غیرہ.[2]

---

[1] ـ واعلم أن النذر الذي يقع للأموات من أكثر العوام وما يؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها إلى ضرائح الأولياء الكرام تقربا إليهم فهو بالإجماع باطل وحرام ما لم يقصدوا صرفها لفقراء الأنام وقد ابتلي الناس بذلك.

(الدر المختار مع الرد، مطلب في صوم الست من شوال، 439/2، ط: دار الفكر بيروت)

قراۃ الفاتحة والاخلاص والكافرون على الطعام بدعة.

(فتاویٰ ثمر قندیه، ص: 155 بحواله راه سنت ص: 275، ط: مکتبه صفدریه)

[2] ـ لا نذر ولا يمين فيما لا يملك ابن آدم، ولا في معصية الله ولا في قطيعة رحم.

(سنن أبي داود، باب اليمين في قطيعة الرحم، 288/3، رقم: 3274، ط: المكتبة العصرية، صيدا بيروت)

عن أبي هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "قال الله عز وجل: أنا أغنى الشركاء عن الشرك، فمن عمل لي عملًا أشرك فيه غيري، فأنا منه بريء، وهو للذي أشرك".

(سنن ابن ماجه لأبي عبد الله محمد بن يزيد القزويني ،أبواب الزهد، باب الرياء والسمعة، ج:5،ص:290،رقم:4202،ط: دار الرسالة العالمية)

(قوله باطل وحرام) لوجوه: منها أنه نذر لمخلوق والنذر للمخلوق لا يجوز لأنه عبادة والعبادة لا تكون لمخلوق. ومنها أن المنذور له ميت والميت لا يملك.ومنه أنه إن ظن أن الميت يتصرف في الأمور دون الله تعالى واعتقاده ذلك كفر.

(رد المحتار على الدر المختار، مطلب في صوم الست من شوال،439/2،ط: دار الفكر بيروت)

"واعلم بأنهم صرحوا بأن شرط لزوم النذر ثلاثة كون المنذور ليس بمعصية وكونه من جنسه واجب وكون الواجب مقصودا لنفسه قالوا فخرج بالأول النذر بالمعصية والثاني نحو عيادة المريض والثالث ما كان مقصودا لغيره حتى لو نذر الوضوء لكل صلاة لم يلزم وكذا لو نذر سجدة التلاوة".

(البحر الرائق شرح كنزالدقائق، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالايفسده، ط:2/ 316، ط: رشيدية)

مطلب في النذر الذي يقع للأموات من أكثر العوام من شمع أو زيت أو نحوه (قوله تقربا إليهم) كأن يقول يا سيدي فلان إن رد غائبي أو عوفي مريضي أو قضيت حاجتي فلك من الذهب أو الفضة أو من الطعام أو الشمع أو الزيت كذا بحر (قوله باطل وحرام) لوجوه: منها أنه نذر لمخلوق والنذر للمخلوق لا يجوز لأنه عبادة والعبادة لا تكون لمخلوق. ومنها أن المنذور له ميت والميت لا يملك. ومنه أنه إن ظن أن الميت يتصرف في الأمور دون الله تعالى واعتقاده ذلك كفر. اللهم إلا إن قال يا الله إني نذرت لك إن شفيت مريضي أو رددت غائبي أو قضيت حاجتي أن أطعم الفقراء الذين بباب السيدة نفيسة أو الإمام الشافعي أو الإمام الليث أو اشترى حصرا لمساجدهم أو زيتا لوقودها أو دراهم لمن يقوم بشعائرها إلى غير

سوال: بزرگوں کی قبروں پر بچوں کے بال اتارنے جانا کیسا ہے؟

جواب: ہر گز درست نہیں، بزرگان دین بال کے محتاج نہیں، کیا وہ بال کے بیوپاری ہیں؟ یہ کافروں کی عادت ہے ایسے بے شرع کام کرنے کے لئے قبروں کے پاس جانے والی عورتوں پر اور لے جانے والے مردوں پر خدا اور رسول ﷺ کی لعنت ہے۔[1]

سوال: مشکل کے وقت دور دور سے اولیاء اللہ کو پکارنا ان سے مدد چاہنا، مرادیں مانگنا کیسا ہے؟

جواب: خدا کے سوا کسی نبی، ولی، شہید کو دور کی آواز سننے اور مرادیں برلانے، بگڑی بنانے کی طاقت نہیں ایسا اعتقاد رکھنا ان سے مرادیں مانگنا شرک و کفر ہے ہر گز ہر گز

ذلك مما يكون فيه نفع للفقراء والنذر لله عز وجل وذكر الشيخ إنما هو محل لصرف النذر لمستحقيه القاطنين برباطه أو مسجده فيجوز بهذا الاعتبار.

(رد المحتار على الدر المختار، مطلب في صوم الست من شوال، 439/2، ط: دار الفكر بيروت)

[1] ۔عن ابن عمر رضی الله عنه، قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن القزع. والقزع: أن يحلق رأس الصبي فيترك بعض شعره/عن ابن عمر، أن النبي صلى الله عليه وسلم: رأى صبيا قد حلق بعض شعره وترك بعضه، فنهاهم عن ذلك، وقال: احلقوه كله، أو اتركوه كله.

(سنن ابی داؤد، باب في الذؤابة، 83/4، رقم: 4193، 4195، ط: المكتبة العصرية، صيدا بيروت)

مولانا احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

بعض جاہل عورتوں میں دستور ہے کہ بچے کے سر پر بعض اولیائے کرام کے نام کی چوٹی رکھتی ہیں اور اِس کی کچھ میعاد مقرر کرتی ہیں اِس میعاد تک کتنی ہی بار بچے کا سر منڈے وہ چوٹی برقرار رکھتی ہیں، پھر میعاد گذار کر مزار پر لے جاکر وہ بال اُتارتی ہیں تو یہ محض بے اصل و بدعت ہے۔

(فتاویٰ افریقہ، ص:68، ط: مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد)

درست نہیں ہے.[1]

شاہ عبد العزیز دہلوی اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں کہ:

اکثر مسلمان اسی خیال سے بزرگوں سے مدد چاہتے ہیں کہ اولیاء اللہ اپنے مرتبے کے زور سے خدا کی تدبیر کو اپنی مرضی کے تابع کرکے ہماری مرادیں برلاتے ہیں ایسا اعتقاد خالص شرک ومشرکانہ ہے.[2]

ایسے ہی بدعقیدوں کے جھوٹے قصوں کو" زین المجالس"وغیرہ کتب کے مصنفوں نے کرامت کا نام لگا کر عوام کو گمراہ کرکے اپنی عاقبت خراب کی ہے، مثلاً: حضرت محبوب سبحانی سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے کسی مرید کے مقدر میں ایک اولاد بھی نہ ہونے کی بات معلوم ہونے کے باوجود اپنی ہٹ دھرمی اور ضد سے ایک تو کیا سات بیٹے

---

[1] ۔ قُلْ إِنَّمَا يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ، فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ آذَنْتُكُمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ وَإِنْ أَدْرِي أَقَرِيبٌ أَمْ بَعِيدٌ مَا تُوعَدُونَ. (سورۃ الانبیاء آیت نمبر 108، 109)

علامہ خطیب شربینی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

{وإن} أي : وما {أدري أقريب} جدّاً بحيث يكون قربه على ما يتعارفونه {أم بعيد ما توعدون} من غلب المسلمين عليكم أو عذاب الله أو القيامة المشتملة عليه ، وإنّ ذلك كائن لا محالة ولا بدّ أن يلحقكم بذلك الذلة والصغار ، وإن كنت لا أدري متى يكون ذلك ،لأنّ الله تعالى لم يعلمني علمه ، ولم يطلعني عليه ، وإنما يعلمه الله تعالى.

(السراج المنير في الإعانة على معرفة بعض معاني كلام ربنا الحكيم الخبير،534/2، ط: مطبعة بولاق (الأميرية) القاهرة)

[2] ۔ فتاویٰ عزیزی ص 176، ط: ایچ ایم سعید کمپنی کراچی.

دینے تک اللہ کو عاجز کر دیا اور منکر نکیر، ملک الموت، مقرب فرشتوں سے بزور و ظلم زنبیل اور گرزیں چھین کر لے کر مریدوں کو موت اور عذاب سے چھڑائے دیئے وغیرہ وغیرہ.

ان جھوٹے قصوں سے ایسے بڑے جلیل القدر خدا ترس بزرگ پر حکم خداوندی کی مخالفت، مقرب فرشتوں کی بے حرمتی اور اللہ جل شانہٗ کے عاجز ہونے اور آپ خود حاجت روا، مشکل کشا ہونے کے جھوٹے الزامات لگائے گئے ہیں جو قواعد کرامات کے خلاف اور خود اقوال حضرت محبوب سبحانیؒ سے کوسوں دور ہیں. [1]

تفصیل کے لئے تردید ہفوات، زین المجالس، ایس اے حافظ سید رشید صاحب اینڈ سنز بنگلور سے منگوا کر ملاحظہ فرماویں.

---

[1] - جناب شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ ولی کامل فی زعمنا ہیں صاحب کرامات ہیں، مگر عوام کالانعام جہلاء لوگوں نے ہزار ہا حکایات اکاذیب گھڑ رکھی ہیں، مجملہ ان کے جو سوال میں درج ہیں ایسے عقیدۂ شرکیہ بدعیہ سے توبہ کرنی چاہئے ورنہ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے.

(فتاویٰ رشیدیہ ملخصاً 3/12، مطبوعہ قدیم)

معجزہ اور کرامت

سوال: پیغمبروں کے معجزات اور اولیاء اللہ کی کرامات حق ہیں یا نہیں؟

جواب: بے شک حق ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کی عزت بڑھانے اسلام اور مسلمانوں کے غلبہ کے لئے یا اور کسی مصلحت کے لئے پیغمبروں سے معجزات، اولیاء اللہ سے کرامات ظاہر کراتا ہے مگر بغیر ارادہ خداوندی وہ خود جب چاہے اور جو چاہے معجزات تو کیا کرامات بھی ظاہر نہیں کرسکتے جیسا کہ سورۃ ابراہیم اور سورۃ مومنون میں ہے.[1]

---

[1] ۔ وتَرى الشمسَ إذا طَلَعَتْ تَزاوَرُ عنْ كهفِهِم ذاتَ اليمينِ وإذا غَرَبَتْ تقرِضُهُم ذاتَ الشمالِ.إلى أن قال: وتحسَبُهُم أيقاظاً وهُمْ رُقودٌ ونُقلِّبُهُم ذات اليمين وذات الشمال وكلْبُهُم باسِطٌ ذراعيهِ بالوصيدِ. إلى أن قال: ولَبِثوا في كَهْفِهِم ثلاثمئةٍ سنين وازدادوا تسعاً.

(سورة الكهف آيت نمبر 17 تا 25)

احتج أصحابنا الصوفية بهذه الآية على صحة القول بالكرامات وهو استدلال ظاهر ونذكر هذه المسألة هاهنا على سبيل الاستقصاء فنقول قبل الخوض في الدليل على جواز الكرامات.

(مفاتيح الغيب المعروف بالتفسير الكبير للرازي، 430/21، دار إحياء التراث العربي بيروت)

قال الملا على القارى الكرامة خارق للعادة الا انها غر مقرونة بالتحدى وہى كرامة للولى وعلامة لصدق النبى فان كرامة التابع كرامة المتبوع والولى ہو العارف بالله وصفاته بقدر ما يمكن له، المواظب على الطاعات المجتنب عن السيئات المعرض عن الا نهماك فى اللذات والشهوات والغفلات واللهوات.

(شرح فقه الاكبر للقارى ص، 130، الكرامات للاولياء حق، ط: مكتبه محموديه كوئٹه)

وكرامات الأولياء حق، فتظهر الكرامة على طريق نقض العادة للولي، من قطع المسافة البعيدة في المدة القليلة، وظهور الطعام والشراب واللباس عند الحاجة، والمشي على الماء

سوال: اولیاء اللہ کون ہیں، ان کا عمل کیا ہے؟

جواب: ولی دوست کو کہتے ہیں، اولیاء اللہ، اللہ کے دوست ہیں ولی صدق دل سے خدا اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری، شریعت کی پابندی، عبادت و ریاضت کرنے والے بڑے پرہیز گار ہوتے ہیں اور خلاف شرع شرک و بدعت اور حرام کاموں سے بچتے رہتے ہیں اور ہمیشہ خدا سے بہت ڈرتے رہتے ہیں، اس طرح توحید و سنت پر جمے رہنے والوں کو یقیناً ولی کہتے ہیں، ان کی محبت اور پیروی ہماری نجات کا باعث ہے۔ (1)

والهواء، وكلام الجماد والعجماء، واندفاع المتوجه من البلاء، وكفاية المهم من الأعداء وغير ذلك من الأشياء.

(رد المحتار على الدر المختار، مطلب في ثبوت كرامات الأولياء والاستخدامات-551/3، ط: دار الفكر بيروت)

[1] - وأصل الولي من الولاء وهو القرب والنصرة فولي الله هو الذي يتقرب إلى الله بكل ما افترض عليه ويكون مشتعلا بالله مستغرق القلب في معرفة نور جلال الله فإن رأى رأى دلائل قدرة الله وإن سمع سمع آيات الله وإن نطق نطق بالثناء على الله وإن تحرك تحرك في طاعة الله وإن اجتهد اجتهد فيما يقرب به إلى الله لا يفتر عن ذكر الله ولا يرى بقلبه غير الله، فهذه صفة أولياء الله وإذا كان العبد كذلك كان الله وليه وناصره ومعينه قال الله تعالى: اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا. وقال المتكلمون: ولي الله من كان آتيا بالاعتقاد الصحيح المبني على الدليل ويكون آتيا بالأعمال الصالحة على وفق ما وردت به الشريعة وإليه الإشارة بقوله الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ وهو أن الإيمان مبني على جميع الاعتقاد والعمل ومقام التقوى هو أن يتقي العبد كل ما نهى الله عنه وقوله سبحانه وتعالى: لا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ. يعني في الآخرة إذ خاف غيرهم ولا هم يحزنون يعني على شيء فاتهم من نعيم الدنيا ولذاتها.

وسیلہ کا بیان

سوال: بزرگوں کا وسیلہ لینا درست ہے یا نہیں؟

جواب: درست ہے۔[1]

(لباب التأويل في معاني التنزيل المعروف بالتفسير الخازن، سورة يونس آيت نمبر 61 تا 63، 450/2، ط: دار الكتب العلمية بيروت)

[1] اہلسنت والجماعت کے نزدیک انبیاء، اولیاء یا نیک اعمال کے توسّل (وسیلہ) سے دعا کرنا جائز بلکہ دعا قبول ہونے میں موئثر ہے، دعا میں توسل کا ثبوت متعدد احادیث سے ہے۔

عن عثمان بن حنيف، أن رجلا ضرير البصر أتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: ادع الله أن يعافيني قال: إن شئت دعوت، وإن شئت صبرت فهو خير لك. قال: فادعه، قال: فأمره أن يتوضأ فيحسن وضوئه ويدعو بهذا الدعاء: اللهم إني أسألك وأتوجه إليك بنبيك محمد نبي الرحمة، إني توجهت بك إلى ربي في حاجتي هذه لتقضى لى، اللهم فشفعه فى: قال الترمذي: هذا حديث حسن صحيح غريب وزاد الحاكم في ہذہ الواقعة ''فدعا بهذا الدعاء فقام وقد أبصر.

(المستدرك للحاكم: 707/1 ط: دار الكتب العلمية)

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک شخص ضریر البصر (جسکی بصارت جا چکی تھی یعنی نابینا تھے) آیا اور عرض کیا کہ اللہ پاک سے میری تکلیف دور کرنے کے لیئے دعا فرمائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر تو چاہے تو میں تیرے لیے دعا کر دوں اور اگر تو اس پر صبر کرنا چاہے تو تیرے لیئے زیادہ بھلائی ہے، اس نے کہا دعا فرما دیجیے، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم فرمایا کہ اچھی طرح وضو کرو اور دو رکعت نماز ادا کرو اور پھر یہ دعا مانگو، اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں بوسیلہ محمد نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے، میں محمد آپکے وسیلہ جلیلہ سے اپنے رب کے حضور متوجہ ہوتا ہوں، اے اللہ پس تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے میری حاجت مجھے نواز دے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت میرے حق میں قبول کیجیے، (نابینا کھڑا ہوا اور بینا ہو گیا)

عن أنس بن مالك، أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه، كان إذا قحطوا استسقى بالعباس بن عبد المطلب، فقال: اللهم إنا كنا نتوسل إليك بنبينا فتسقينا، وإنا نتوسل إليك بعم نبينا فاسقنا، قال: فيسقون.

(صحیح البخاری:2۔27، ط: دار طوق النجاۃ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ جب قحط ہوتا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے توسل سے دعا مانگتے اور کہتے "اے اللہ ہم آپ کے نبی کو وسیلہ بنایا کرتے تھے اوران کا واسطہ دے کر تجھ سے دعا کیا کرتے تھے، پس آپ بارش برسادیا کرتے تھے، اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں سیراب کر دیجیے "نتیجہ یہ ہوتا کہ بارش ہوجاتی تھی.

اہلِ مدینہ صحابہ کرام کا بحکم سیدہ عائشہ صدیقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزارِ پُرانوار سے تَوَسُّل کرنا، سنن دارِمی میں ہے:

قحط أهل المدينة قحطاً شديداً، فشكوا إلى عائشة فقالت: انظروا قبر النبي صلى الله عليه وسلم فاجعلوا منه كوى إلى السماء حتى لا يكون بينه وبين السماء سقف. قال: ففعلوا، فمطرنا مطرا حتى نبت العشب، وسمنت الإبل حتى تفتقت من الشحم، فسمي عام الفتق.

(سنن الدارمی، جلد 1، صفحہ 227، مطبوعہ دار المغنی)

اہل مدینہ سخت قحط میں مبتلا ہوئے، تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی، تو آپ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس جاؤ اور آسمان کی طرف ایک کھڑکی یوں کھولو کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان کوئی پردہ حائل نہ رہے، راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے ایسا ہی کیا، تو خوب بارش ہوئی، حتی کہ بہت زیادہ سبزہ اگ آیا اور اونٹ اتنے فربہ ہوگئے کہ یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے وہ چربی سے پھٹ پڑیں گے، اِسی وجہ سے اُس سال کا نام " عام الفتق "یعنی فربہ ہونے اور پیٹ پھٹنے کا سال رکھ دیا گیا.

تاہم توسل کے ساتھ دعا کرنا لازم وضروری نہیں ہے، اس کے بغیر بھی دعا کر سکتے ہیں، لہذا اس کو لازم اور ضروری سمجھنا درست نہیں ہے. اور اگر اس اعتقاد کے ساتھ دعا کی جائے کہ ان کی توسل سے دعا کی جائے تو اس کا قبول کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ واجب ہوجاتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ پر مخلوق کا کوئی حق واجب نہیں ہے، اگر یہ اعتقاد ہو اور عوام الناس کی ناقص فہم توسل کو اسی معنی میں لے تو یہ ناجائز ہے جیسا کہ "اعلاء السنن "میں ہے:

وقد أجمعوا علی ترک بعض الاختیار مخافۃ أن یقصر عنه فهم بعض الناس فیقعوا فی أشد منه (الی قوله) بحق رسلک و أنبیائک و أولیائک أو بحق البیت لانه لا حق للمخلوق علی الخالق تعالیٰ.

(اعلاء السنن کتاب الحظر والاباحة باب الدعا بقوله اللهم ...الخ 457/17، ط: ادارۃ القرآن کراچی 1415ھ)

ترجمہ: اور اس اندیشہ کے پیش نظر وسیلہ کی بعض صورتوں کے ترک کرنے پر اجماع منعقد ہوا ہے، کہ لوگ وسیلہ کا مفہوم نہیں سمجھ سکیں گے اور اس سے زیادہ سخت گناہ میں مبتلا ہوں گے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ نے علامہ سبکی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو وسیلہ بنانا مستحسن ہے اس کا ابن تیمیہؒ کے علاوہ کوئی بھی منکر نہیں ہے، نبی کریم ﷺ کی ذات سے توسل مستحسن ہونے کے ساتھ ساتھ قابل غور بات یہ ہے کہ آیا یہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہے یا عام ہے؟ ابن امیر الحاج سے اختصاص کے قول سے شدید اختلاف ونزاع منقول ہے چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:

قال السبکی یحسن التوسل بالنبی إلی ربه ولم ینکره أحد من السلف ولاالخلف إلاابن تیمیة فابتدع مالم یقله عالم قبله ونازع العلامة ابن أمیر الحاج فی دعوی الخصوصیة ...الخ.

(رد المحتار علی الدر المختار کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع 397/6، ط: ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

ترجمہ: امام سبکیؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے توسل کا ابن تیمیہ کے علاوہ سلف وخلف میں سے کسی نے انکار نہیں کیا، سب سے پہلے ابن تیمیہ نے انکار توسل کا قول کیا ہے جو اس سے پہلے کسی عالم نے نہیں کیا، علامہ ابن امیر الحاج رحمہ اللہ نے خصوصیت کے دعوی میں سخت منازعت فرمائی ہے۔

والاحادیث و الآثار فی ذلک اکثر من ان تحصر، و لو تتبعتها لوجدت منها الوفاً، و نص قوله تعالیٰ: ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ﴾ الآیة صریح فی ذلک.

(شفاء السقام: ص376 الباب الثامن فی التوسل و الاستغاثه و التشفع بالنبی ﷺ)

سوال: اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت اور فاتحہ کے لئے عرس کو جانا درست ہے یا نہیں؟

جواب: قبرستان عبرت حاصل کرنے اور موت کو یاد کرکے ڈرنے اور اپنے گناہ سے توبہ کرنے کی جگہ ہے اس کے خلاف آج کل عرس کے میلوں میں مزاروں کے پاس خدا اور رسول ﷺ اور اولیاء اللہ ناراض اور بیزار ہونے کے گندے کام ناچ گانا، بیانڈ باجا بجانا، عورتیں بے گوشہ ہونا، اصلی یا نقلی قبروں کے اطراف تعظیم سے پھرنا، طواف کرنا، سجدہ کرنا، غیر اللہ کی نذر و منت کرنا، ولیوں سے مرادیں مانگنا وغیرہ وغیرہ ناجائز حرام کام اور شرک و بدعت کے برے اور باطل عقائد ہوا کرتے ہیں، ایسے وقت وہاں جانا سخت گناہ حرام ہے ہرگز درست نہیں اور دور و نزدیک سے خرافاتی عرس کو جانے آنے میں پیسہ خرچ کرنا بھی اسراف ہے۔ (1)

والوسیلة بعمومها تَشْمَل التوسل بالاشخاص، و التوسل بالاعمال۔۔۔ اما شمول الوسیلة فی الآیة المذکورة للتوسل بالاشخاص فلیس برای مجرد و لا هو بماخوذ من العموم اللغوی فحسب بل هو الماثور عن عمر الفاروق رضی الله عنه ۔۔۔الخ (مقالات الکوثری: ص286، ط: وحیدی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور)

[1] ۔ وعن ابي هريرة، قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "لا تجعلوا بيوتكم قبورا، ولا تجعلوا قبري عيدا، وصلوا علي، فإن صلاتكم تبلغني حيث كنتم"، رواه النسائي. (ولا تجعلوا قبري عيداً): هو واحد الأعياد، أي: لا تجعلوا زيارة قبري عيداً، أو لا تجعلوا قبري مظهر عيد، فإنه يوم لهو وسرور، وحال الزيارة خلاف ذلك، وقيل: محتمل أن يكون المراد الحث على كثرة زيارته، ولا يجعل كالعيد الذي لا يأتي في العام إلا مرتين. قال الطيبي: نهاهم عن الاجتماع لها اجتماعهم للعيد نزهةً وزينةً، وكانت اليهود والنصارى تفعل ذلك

سورۃ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

اسراف کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔[1]

نماز روزہ چٹ، عرس محرم گھٹ، عجب مسلمانی ہے۔

سوال: مسجد کے بعض ممبر اور نمازی لوگ بھی رواجی عرس محرم کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی کرنے پر مجبور کرتے ہیں ان کی پیروی کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: مسجد کے ممبر اور نمازی قوم کے رہبر ہونے چاہئیں، اللہ تعالیٰ سورۃ العنکبوت میں فرماتے ہیں:

إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ.[2]

یعنی تحقیق نماز بے حیائی اور برے کاموں سے بچاتی ہے۔

کلمہ طیب اور سورۃ فاتحہ وغیرہ کا معنیٰ مطلب سمجھنے والے ایمان دار نمازی خدا کے سوا کسی قبر، گوم، جھنڈے، پنجے وغیرہ کی تعظیم و پوجا پاٹری نہیں کرتے، خلاف شرع بدعتی بنا سکتی

بقبور أنبيائهم، فأورثهم الغفلة والقسوة، ومن عادة عبدة الأوثان أنهم لايزالون يعظمون أمواتهم حتى اتخذوها أصناماً، وإلى هذا أشار لقوله: " اللّٰهم لا تجعل قبري وثناً يعبد ". فيكون المقصود من النهي كراهة أن يتجاوزوا في قبره غاية التجاوز، ولهذا ورد: "اشتدّ غضب الله على قوم اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد.

(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، باب الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم وفضلها، 744/2، ط: دار الفكر بيروت لبنان)

[1] ۔ إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ. (سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر 27)

[2] ۔ سورۃ العنکبوت، آیت نمبر 45.

عقائد اور عمل والوں کی نما کا خدا حافظ، ان کی ناجائز گمراہ کرنے والی ترغیب اور بے سند سرٹیفکیٹ پر عمل کرنا شیطانی دھوکہ ہے، ہر گز درست بہت پرہیز کرنا چاہیئے۔ (1)

---

[1] ـ قوله: (غير مأمو لخ): قا في الإسعا: لا يو لى، لا مين قا بنفسه بنائبه؛ لأ الولاية مقيد بشر النظر، ليس من النظر تولية الخائن، لأنه يخل بالمقصو، كذا تولية العاجز لأ المقصو لا يحصل به. يستو فيه الذكر الأنثى كذا الأعمى البصير كذا المحد في قذ اتا لأنه مين قالوا: من طلب اتولية على الوقف لا يعطى له هو كمن طلب القضاء لا يقلدا. الظاهر: نها شرائط الألوية لا شرائط الصحة الناظر ا فسق استحق العز لا ينعز كالقاضي ا فسق لا ينعز على الصحيح المفتى به. (ردالمحتار مع الدر، ج: 4، ص: 380، ط: دار الفكر بيروت)

(وعنه)، أي: عن أبي هريرة (قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: " لا تجعلوا بيوتكم " : بكسر الباء وضمها (قبورًا) ... ("ولا تجعلوا قبري عيدًا") : هو واحد الأعياد، أي: لاتجعلوا زيارة قبري عيدًا، أو لاتجعلوا قبري مظهر عيد، فإنه يوم لهو وسرور، وحال الزيارة خلاف ذلك، وقيل: محتمل أن يكون المراد الحث على كثرة زيارته، ولا يجعل كالعيد الذي لا يأتي في العام إلا مرتين. قال الطيبي: نهاهم عن الاجتماع لها اجتماعهم للعيد نزهة وزينة، وكانت اليهود والنصارى تفعل ذلك بقبور أنبيائهم، فأورثهم الغفلة والقسوة، ومن عادة عبدة الأوثان أنهم لا يزالون يعظمون أمواتهم حتى اتخذوها أصنامًا، وإلى هذا أشار لقوله: " اللهم لا تجعل قبري وثنا يعبد " فيكون المقصود من النهي كراهة أن يتجاوزوا في قبره غاية التجاوز، ولهذا ورد: "اشتد غضب الله على قوم اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد"، وقيل: العيد اسم من الاعتياد يقال: عاده واعتاده وتعوده، أي: صار عادة له، والعيد ما اعتادك من هم أو غيره، أي: لا تجعلوا قبري محل اعتياد فإنه يؤدي إلى سوء الأدب وارتفاع الحشمة.

(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، باب الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم وفضلها، 744/2، ط: دار الفكر بيروت لبنان)

سوال: بعض مسلمان محرم میں شہدائے کربلا کی یاد میں پنجے بٹھاتے ہیں، ان کے روبرو مرثیہ پڑھتے ہیں ارد گرد ناچتے ہیں، باگھ، بندر، جوگی، جوگن، سدی، جلالی، لیلیٰ، مجنوں وغیرہ کے حال ڈالتے ہیں مردوعورت کا بھیس بدلتے ہیں، ہندوؤں کی طرح گلے میں زنار، پیشانی پر ٹیکا لگاتے ہیں، گاتے، بجاتے، کھیلتے، کودتے ہیں، اور الاؤ جلا کر اس کے گردیالی دولہا کی دھوم مچاتے پھرتے ہیں پنجے اٹھانے والے بے ہوش سا ہو کر امام حسن حسین رضی اللہ عنہما آنگ میں آئے ہیں، یہ پنجوں کی کرامت ہے اسلام کی شان ہے کہہ کر بڑے اعتقاد سے اور تعظیم و تکریم سے پنجوں کے روبرو فاتحہ پڑھتے ہیں، لہذا اسلام میں ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: پنجے، جھنڈے کھڑا کرنا، صورت و سیرت بدلانا، الاؤ جلانا، گانا بجانا وغیرہ وغیرہ یہ سب بیہودہ کام سخت حرام قابل لعنت ہیں اور چاندی، پیتل کے ٹکڑوں ک حضرت امام حسن، حسین رضی اللہ عنہما کا نام لگا کر ان کی شان کے خلاف بڑی بے عزتی اور بزرگوں کی مسخری ہے.

شہداء کربلا اور کوئی ولی کسی کے آنگ پر ہرگز ہرگز نہیں آتے۔۔۔ آتے ہیں سمجھنا بڑی جہالت اور نالائق بات ہے۔۔۔ہاں شیطانی اعتقاد اور عمل والوں پر شیطان سوار ہو سکتا ہے یہ سب اسی استاد کے کھیل ہیں جو ہمارے ایمان و اسلام کو برباد کر رہے ہیں.(1)

مسلمانو! ہمارے تمہارے ماں باپ، بھائی بہن یا کوئی رشتہ دار مر جائیں تو اس وقت وہاں

---

[1]۔ ویکفر :بقوله ،ارواح المشائخ حاضرة.

(مجمع الانهر م باب المرتد، 291/1، دار احياء التراث العربي بيروت)

چند لوگ باجا بجائیں، مردے پر گیت گائیں، اور اچھلنا کودنا شروع کر دیں تو کیا تم ہم خوش ہوں گے ہر گز خوش نہ ہوں گے بلکہ مارنے پرنے پر تیار ہو جائیں گے اب ٹھنڈے دل سے خیال کر لیں کہ سردار دوجہاں حضرت محمد ﷺ کے لاڈلے نواسے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لخت جگر، جنت کے سردار امام حسن حسین رضی اللہ عنہما کے نام سے ایسا گانا بجانا، اچھلنا کودنا کب جائز ہو گا؟

انصاف سے دیکھو! کیا یہی ان بزرگوں کے غم اور محبت کی نشانی ہے کیا ایسے خرافاتی ناجائز فاتحہ اور مرثیوں سے وہ خوش ہوں گے؟ نہیں نہیں ہر گز خوش نہ ہوں گے، یہ سب شریر شیطانی ایجنٹوں کے بے ایمانی کام ہیں، اللہ ہم سب کو نیک توفیق عطا فرمائے، آمین۔ (1)

---

[1] - قال ابن حجر: وأخذ أئمتنا من هذه الأحاديث تحريم النوح، وتعديد محاسن الميت، بنحو وا كهفاه مع رفع الصوت والبكاء، وتحريم ضرب الخد، وشق الجيب، ونشر الشعر وحلقه ونتفه، وتسويد الوجه، وإلقاء التراب على الرأس، والدعاء بالويل والثبور. قال إمام الحرمين وآخرون: والضابط أنه يحرم كل فعل يتضمن إظهار جزع ينافي الانقياد والتسليم لقضاء الله تعالى. قالوا: ومن ذلك تغيير الزي، ولبس غير ما جرت العادة بلبسه، أي: وإن اعتيد لبسه عند المصيبة. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، باب البكاء على الميت، 1235/3، ط: دار الفكر بيروت لبنان)

عن أبي سعيد الخدري، قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم النائحة والمستمعة. (سنن ابی داؤد، باب فی النوح، 193/3، رقم الحديث: 3128، ط: المكتبة العصرية، صيدا بيروت)

نقل فی مطالب المومنين عن امامنا ابی حنيفة: انه لايجوز التشبه بالروافض ---ومن تشبه بقوم فهو منهم. (نفع المفتی والسائل، ص: 166، كتب خانه مجيديه ملتان)

سوال: بعض مسلمان کہتے ہیں کہ یہ رواجی عرس، محرم، بڑے بڑے شہروں میں ہوتے ہیں اور ہمارے باپ دادا سے چلا آتا ہے ہم ان کی پیروی کرتے ہیں تو اس میں کیا نقصان ہے؟

جواب: دین کو خراب کرنے والے جاہل ایسی ہی بے جا باتوں سے عوام کو گمراہ کرتے ہیں، ہم کسی شہر والوں کی یا باپ دادا وغیرہ کی امت میں نہیں ہیں ہم مسلمانوں پر شریعت کی پابندی فرض ہے خلاف شرع کسی کے حکم یا عمل کی پیروی کرنا حرام اور گناہ ہے مثلاً کسی شہر والے یا ہمارے باپ دادا پیر و مرشد، گانجہ، تاڑی، سیندھی شراب پئیں، زنا، چوری وغیرہ کریں تو کیا ہمارے لئے بھی ایسا کرنا عقلمندی ہے؟ باپ دادا وغیرہ غریب، بھکاری، اندھے، لنگڑے، لولے تھے تو کیا ایسا ہونا ضروری ہے؟ ہرگز ضروری نہیں. (1)

تعزیہ دار در عشرہ محرم، وساختن ضرائح، وصورت وغیرہ درست نیست، زیرا کہ تعزیہ داری عبارت ازیں است کہ ترک لذائذ وترک زینت کند، وصورت محزون وغمگین نماید، یعنی مانند صورت زنان سوگ دارندہ بنشیند، ومرد را ہیچ جا ایں قسم جا شرع ثابت نمی شود۔۔۔۔ ایں ہم بدعت است۔۔۔۔ بلکہ بدعت سیئہ است.

(فتاویٰ عزیزی فارسی، مسئلہ تعزیہ داری محرم وصورت، 1/75 مکتبہ رحیمیہ دیوبند)

تعزیہ داری در عشرہ محرم یا غیر آن، وساختن ضرائح، وصورت قبور وعلم تیار کردن دُلدل وغیرہ ذلک ایں ہمہ امور بدعت است کی قرن اول بود نہ در قرن ثانی، نہ در قرن ثالث.

(مجموعۃ الفتاویٰ علی ھامش خلاصۃ الفتاویٰ 4/344، ط: امجد اکیڈمی لاہور)

[1] ـ عن خرشة بن الحر قال: "رأيت عمر بن الخطاب يضرب أكف الرجال في صوم رجب حتى يضعوها في الطعام. فيقول: رجب وما رجب! إنما رجب شهر كانت تعظمه الجاهلية فلما جاء الإسلام ترك". "ش طس."

(كنز العمال: كتاب الصوم، 298/8، رقم الحديث: 24575، ط: مكتبه رحمانيه)

عرب کے قدیم اور زبردست بت پرست، اسلام کی روشنی چمکتے ہی فوراً اپنے باپ دادا کی تمام برائیوں کو چھوڑ کر سچے ایماندار، پکے مسلمان اور جنت کے حقدار ہوگئے مگر افسوس ہے کہ ہندوستان کے بعض خاندانی مسلمان شیطانی مکروفریب سے فاتحہ خوانی کے بہانے میں قبروں اور پنجوں اور جھنڈوں سواریوں کو پوجنے ان سے منت مرادیں مانگنے لگے ہیں جو سخت حرام اور مشرکانہ کام ہیں، شریعت میں ان کاموں سے بچنے کی اور دوسروں کو پرزور تاکید کی گئی ہے.(1)

ہر سال عرس و محرم کے بے شرع کاموں میں بے جا خرچ ہونیوالی گاڑی کمائی کے سینکڑوں روپیوں سے دینی مدرسے کھول کر مذہبی تعلیم دینے کی کوشش کریں تو چند ہی دن میں قوم سدھر جائیگی اور دنیا میں باعزت رہے گی.

اکثر لوگ مسجد، مدرسہ وعظ ونصیحت وغیرہ نیک کاموں میں مدد کرنے کے لئے اقسام کے حیلے بہانے کرتے ہیں مگر بے شرع عرس و محرم میں شادی و غمی کی بدعتی رسموں میں بیانڈ

---

1 - قالوا: ولا يختص الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر بأصحاب الولاية بل ذلك ثابت لآحاد المسلمين وإنما يأمر وينهى من كان عالماً بما يأمر به وينهى عنه فإن كان من الأمور الظاهرة مثل: الصلاة والصوم والزنا وشرب الخمر ونحو ذلك، فكل المسلمين علماء بها وإن كان من دقائق الأفعال والأقوال وما يتعلق بالاجتهاد ولم يكن للعوام فيه مدخل فليس لهم إنكاره بل ذلك للعلماء.

(شرح الأربعين النووية في الأحاديث الصحيحة النبوية، النهي عن المنكر من الايمان، 113/1، ط: مؤسسة الريان)

باجے وغیرہ حرام کاموں میں سینکڑوں روپیوں کے فضول خرچوں سے شیطان جو خوش کر کے گناہ گار ہوتے ہیں اور نائبان رسول یعنی علماء دین کو اور ان کے وعظ و نصیحت کو ابو جہل کی طرح برا بھلا بتا کر عوام کو ان سے بد ظن بنا دیتے ہیں اور ان کی اچھی اور سچی رہبری کو روک دیتے ہیں تاکہ اپنے شیطانی کاموں میں رکاوٹ نہ ہونے پائے، یہ تمام خرابیاں بے علمی اور جہالت کے سبب ہوا کرتی ہیں.[1]

اس لئے ہر ایک مولوی، مشائخ، پیر مرید، قاضی، متولی، پیش امام وغیرہ تمام مسلمانوں پر فرض ہے کہ چندے وغیرہ سے اپنے اپنے شہر اور گاؤں میں دینی مدرسے کھولیں قابل استادوں سے ذریعہ قوم کے نونہال بچوں کو دینی تعلیم سے سرفراز فرماتے رہیں، نیک راستہ بتائیں اور دوزخ کی آگ سے بچائیں اس میں تمہارا بڑا فرض ادا ہو گا مسجدیں آباد ہوں گی، ہزاروں خیرات اور لاکھوں فاتحہ کا ثواب ہمیشہ جاری رہے گا خدا اور رسول ﷺ اور بزرگان دین تم سے خوش ہوں گے دنیا میں برکت اور آخرت میں جنت نصیب ہو گی.[2]

---

1 - ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ. (سورۃ الروم آیت نمبر 41)

2 ۔ عن الحسن قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: رحمة الله على خلفائي ثلاث مرات قالوا: ومن خلفاؤك يا رسول الله؟ قال: الذين يحيون سنتي ويعلمونها عباد الله. (جامع بيان العلم وفضله، باب جامع في فضل العلم، 207/1، رقم: 220، ط: دار ابن الجوزي، المملكة العربية السعودية)

ونصرة الدين بأمور ثلاثة: الجهاد، وشروطه معروفة. والأمر بالمعروف، وشروطه ثلاثة: كون ما أمر به معروفا متفقا على إنكار نقيضه في مذهب الفاعل والقدرة على ذلك من غير

مدرسے جاری رکھنے کے لئے ہر آدمی اپنے نفع میں سے کچھ دیا کریں، اور دولت مند لوگ کچھ ملک وقف کر دیں یا اپنی زندگی کے بعد دینے کی وصیت کر جائیں اس نیکی کا ثواب قیامت تک جاری رہے گا اور آخرت میں ضرور نجات ہو گی.[1]

نوٹ: شرک و بدعت اور ناجائز رسوم وغیرہ کی تفصیل دیکھنا اور گناہوں سے بچ کر راہ راست پر چلنا چاہیں تو ان اردو کتب کو پڑھو اور پڑھاؤ اور سناؤ:

تفسیر کلمہ طیب، تفسیر سورۃ فاتحہ، تنبیہ الغافلین، رفاہ المسلمین، ہدایت المتقین، نصیحت

وصول ضرر يؤدي إلى فساد عليه في دين أو دنيا، أو يؤدي إلى منكر أعظم منه. وأن يكون ذلك بمعروف حتى كأنه عبد يأمر ابن سيده. وإن أدى الأمر إلى ضربه بإذنه فهو نائبه في فعله. والثالث من وجوه النصرة: القيام بالأسباب الموجبة لبقائه من علم أو عمل. فالعلم كتاب الله وسنة رسوله عليه الصلاة والسلام وما ولاهما من فقه ولغة ونحوها.

(النصيحة الكافية لمن خصه الله بالعافية، للفاسي، المطلب الاول، ردالمظالم، 3/1)

[1] - جب مدارس اسلامیہ دین کی حفاظت کا سبب ہیں اور ملت اسلامیہ کی مشترکہ اجتماعی ضرورت ہیں، تو ظاہر ہے کہ ان مدارس کے اخراجات کی ذمہ داری قوم اور ملت ہی پر ہو گی، لہذا مدارس کے لیے شرعی اصول و ضوابط کے ساتھ چندہ مانگنا گویا مسلمانوں کی مشترکہ دینی ضرورت کے لیے چندہ مانگنا ہے اور دور نبوی سے مسلمانوں کی اجتماعی ضرورت کے لیے چندہ کرنا ثابت ہے:

عن أبي بردة بن أبي موسیٰ عن أبيه رضی اللّٰه عنه قال: كان رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم إذا جاءه السائل أو طُلبت إليه حاجةٌ، قال: اشفعوا توجروا، ويقضی اللّٰه علی لسان نبيه صلی اللّٰه عليه وسلم ما شاء.

(صحيح البخاری، كتاب الزكاة/ باب التحريض علی الصدقة والشفاعة فيها ص: 341، رقم: 1432، دار الفكر بيروت)

المسلمین، حیات المسلمین، اصلاح الرسوم، تعلیم الاسلام، اغلاط العوام، جزاء الاعمال، تنبیہ العوام، حقیقت اسلام، تحفۃ الزوجین، تبلیغ دین، زواجر ہندی، شریعت وطریقت، تنبیہ النساء، آداب النساء، کتاب النساء، زینت النساء، اصلاحی چہل حدیث، قرآن کی پکار، گلاب کا پھول، خون کے آنسو، وہابی کی پہچان، قیامت نامہ وغیرہ.[1]

---

[1] - احکام القرآن للجصاص میں ہے:

"قال الله تعالى: ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر قال أبو بكر قد حوت هذه الآية معنيين أحدهما وجوب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر والآخر أنه فرض على الكفاية ليس بفرض على كل أحد في نفسه إذا قام به غيره لقوله تعالى ولتكن منكم أمة وحقيقته تقتضي البعض دون البعض فدل على أنه فرض على الكفاية إذا قام به بعضهم سقط عن الباقين ومن الناس من يقول هو فرض على كل أحد في نفسه ويجعل مخرج الكلام مخرج الخصوص في قوله ولتكن منكم أمة مجازا كقوله تعالى ليغفر لكم من ذنوبكم ومعناه ذنوبكم والذي يدل على صحة هذا القول أنه إذا قام به بعضهم سقط عن الباقين كالجهاد وغسل الموتى وتكفينهم والصلاة عليهم ودفنهم ولو لا أنه فرض على الكفاية لما سقط عن الآخرين بقيام بعضهم به".

(آل عمران، باب فرض الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، مطلب: في أن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر فرض كفاية2/37، ط: دار الكتب العلمية)

التفسیر المنیر للزحیلي میں ہے:

"يأمر الله تعالى الأمة الإسلامية بأن يكون منها جماعة متخصصة بالدعوة إلى الخير والأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، وأولئك الكمل هم المفلحون في الدنيا والآخرة. وتخصص هذه الفئة بما ذكر لا يمنع كون الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر واجبا على كل فرد من أفراد الأمة بحسبه، كما ثبت في صحيح مسلم عن أبي هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله

اللہ تعالیٰ سے دلی دعا ہے کہ اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور بزرگان دین کے طفیل سے تمام مسلمان مرد و عورت کو ہر ایک گناہ سے بچا کر شریعت کے سچے اور سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے، آمین یارب العالمین. (1)

قومی خادم، خاکسار

قاضی سید اسماعیل پنگنوری

عليه وسلم: من رأى منكم منكرا فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان " وفي رواية: وليس وراء ذلك الإيمان حبة خردل. وروى أحمد والترمذي وابن ماجه عن حذيفة بن اليمان رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: والذي نفسي بيده لتأمرن بالمعروف، ولتنهون عن المنكر، أو ليوشكن الله أن يبعث عليكم، عقابا من عنده، ثم لتدعنه فلا يستجيب لكم ".(سورة آل عمران، الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر وتأكيد النهي عن التفرق4/33، ط: دار الفكر)

[1] ـ قال الشيخ أبو مدين المغربي:لا تنكر الباطل في طوره فإنه بعض ظهوراته فينبغي للسالك أن يقول دائما بعد امتثال الأوامر واجتناب النواهي: إلهي أرنا الأشياء كما هي، وأرنا الباطل باطلا، وارزقنا اجتنابه، وأرنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارتكابه.

(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، باب العلامات بين يدي الساعة وذكر الدجال، 3453/8، دار الفكر، بيروت لبنان)

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قارئین کے لئے ذریعہ ہدایت بنائے اور فہم حق میں معاون بنائے. آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

طالب دعا

ابوحریث فضل الرحمٰن حنفی عفی عنہ

مسدس حالی

جناب مولانا الطاف حسین حالیؒ مسلمان بھائیوں کی موجودہ حالت کے متعلق فرماتے ہیں:

جہاں مختلف ہوں روایات باہم کبھی ہوں نہ سیدھی روایت سے خوش ہم
جسے عقل رکھے نہ ہرگز مسلم اسے ہر روایت سے سمجھیں مقدم
سب اس میں گرفتار چھوٹے بڑے ہم
سمجھ پر ہماری یہ پتھر پڑے ہیں

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
کہے آگ کو اپنا قبلہ تو کافر کواکب کو مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جسکی چاہیں

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پے دن رات نذریں چڑھائیں شہیدوں سے جاجا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آوے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جاوے

وہ دیں جس سے توحید پھیلی جہاں میں ہوا جلوہ گر حق زمین وزماں میں
رہا شرک باقی وہم وگماں میں وہ بدلا گیا آکے ہندوستاں میں

ہمیشہ سے اسلام تھا جس پہ نازاں
وہ دولت بھی کھو بیٹھے آخر مسلماں

ہمارے کرے عیب جو ہم پہ روشن　　اسے جانتے ہیں بڑا اپنا دشمن
سمجھتے ہیں ہم رہنماؤں کو رہزن　　نصیحت سے نفرت ہے، ناصح سے ان بن

یہی عیب ہے سب کو کھویا ہے جس نے
ہمیں ناؤ بھر کر ڈبویا ہے جس نے (1)

[1] ۔ مدو جزر اسلام المعروف مسدس حالی، ص 55، ط: وزیر ہند پریس امر تسر۔
الطاف حسین حالی مرحوم کی یہ وہ بے نظیر اور لاجواب نظم ہے جو بہ زمانہ قیام دہلی مولانا نے سر سید کی فرمائش پر لکھی، یہ نظم شہرت کے پر لگا کر اڑی اور چار دانگ عالم میں حالی کا نام پکار آئی، اگر حالی مسدس کے سوا اور کچھ نہ لکھتے تو یہ مسدس ان کے نام کو بقائے ودوام بخشنے کے لئے کافی تھا، اس کا پورا نام " مدوجزر اسلام " ہے اس میں اسلام کی گزشتہ عظمت، مسلمانان سابق کے کارنامے، ان کے بلند خیالات کے بر خلاف اس کے زمانہ موجودہ میں ان کی سستی اور کاہلی کا ذکر ہے۔

"عَنْ عَبْدِ اللہ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ

مَنْ عَزَّی مُصَابًا فَلَہُ مِثْلُ اَجْرِہٖ "(سنن ابن ماجہ)

فاتحہ کا صحیح طریقہ

مصنف

مولانا قاضی سید اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ

تخریج و تعلیق

مفتی فضل الرحمٰن حنفی

زیر اہتمام: دار الشیبانی للافتاء والتحقیق پہاڑپور ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

فہرست مضامین

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش لفظ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ.[1]

(**ترجمہ**) اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے.

حمد خدا اور نعت مصطفیٰ ﷺ کے بعد برادران اسلام کو معلوم ہووے کہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر یہ بھی ایک بڑا احسان ہے کہ ہمارے نیک کاموں کا ثواب اپنے ماں باپ اور بزرگان دین وغیرہ کو بخشنے کی اجازت دیکر ہمیں سرفراز فرمایا.[2]

مگر عام مسلمان، مرد، عورت شریعت کی رو سے اپنا ثواب دوسروں کو پہنچانے کا طریقہ نہ جاننے کے سبب مروّجہ فاتحہ، بے شرع نذر و نیاز اور خرافاتی عرس و محرم کے بے فائدہ بکھیڑوں میں وقت اور مال برباد کر کے گناہ مول لیتے ہیں.

---

[1] ۔ سورۃ البقرۃ آیت نمبر 208.

[2] ۔ عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: قال رسول الله ﷺ لأبي: إذا أردت أن تتصدق صدقةً فاجعلها عن أبويك؛ فإنه يلحقهما أجرها ولاينتقص من أجرك شيئاً".

(شعب الإيمان 204/6، رقم: 7911، ط: دار الكتب العلمية، بيروت)

"والأصل فيه أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاةً أو صوماً أو صدقةً أو قراءة قرآن أو ذكراً أو حجاً أو غير ذلك عند أصحابنا بالكتاب والسنة".

(البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، 63/3، ط: دار الكتاب الاسلامي)

اس لئے کتاب و سنت کی روشنی میں قومی اصلاح کے خیال سے جناب مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ، مولانا شاہ عبد الحی لکھنویؒ، مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ، مولانا شاہ عبد الحی منگلوریؒ اور بریلوی حضرات وغیرہ کی کتب اور فتوؤں سے اس کتاب میں ایصال ثواب یعنی فاتحہ اور نذر و نیاز کا صحیح طریقہ اور وسیلہ وغیرہ کے ضروری مسائل لکھے گئے ہیں اور مشہور و معروف حنفی علماء دین کی منظوری کے بعد شائع کی گئی ہے، میرا روئے سخن کسی ایک فرد یا جماعت کی طرف نہیں بلکہ ان تمام مسلمانوں کی طرف ہے جو ہندوستان اور پاکستان میں غیر اسلامی رسوم اور بدعتی رواجوں کو دین کا کام سمجھ کر کرتے ہیں.

ناظرین کرام ! دین پرور اہل اسلام معززو وعظین و مدرسین، پیش امام اور مؤذن صاحبان وغیرہ سے قوی امید ہے کہ اس کتاب کی اشاعت سے عوام کو فاتحہ اور نذر و نیاز وغیرہ کا صحیح طریقہ بتا کر ثواب دارین حاصل کریں گے اور ہمارے لئے بھی دعائے خیر فرمائیں گے.

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو دنیا میں قبولیت و نافعیت عطا فرمائے اور آخرت میں اس کو میرے لئے ذریعہ مغفرت و رحمت بنائے اور میرے مرحوم والدین ماجدین اور میرے تمام دینی مربیوں، محسنوں اور رفقاء کے حسنات میں اس کتاب کو بھی شامل فرمائے.

وما هو عليه بعزيز

خادم قوم خاکسار

قاضی سید اسماعیل عفاء اللہ عنہ پنگنوری

بدعت کی حقیقت کیا ہے ؟

سوال: بدعت کسے کہتے ہیں، اس کے کرنے سے کیا نقصان ہے ؟

جواب: قرآن و حدیث اور فقہ کے مکمل قانون شرع میں نئے کام یا نئے عقیدے داخل کرنے کو بدعت کہتے ہیں، یعنی ایک جائز یا مستحب کام میں حدود شرع کے خلاف اپنی طرف سے گھڑے ہوئے طریقوں کو ثواب کا کام سمجھ کر کرنا اور جزو دین بنالینا بدعت ہے۔[1]

بدعت ظاہر میں اندراون کے پھل کی طرح عوام کو بھلی معلوم ہوتی ہے مگر اصل میں دین کی دشمن ہے، قاتل سنت ہے جہاں ایک بدعت پیدا ہوتی ہے وہاں ایک سنت ماری جاتی ہے بدعت سنت کی ضد ہے۔

---

[1] ۔ البدعة كل شيء عمل على غير مثال سبق، وفي الشرع إحداث ما لم يكن في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، باب الاعتصام بالكتاب والسنة ، 223/1، ط: دار الفكر ، بيروت لبنان)

فالبدعة إذن عبارة عن: "طريقة في الدين مخترعة، تضاهي الشرعية، يقصد بالسلوك عليها المبالغة في التعبد لله سبحانه". وهذا على رأي من لا يدخل العادات في معنى البدعة، وإنما يخصها بالعبادات، وأما على رأي من أدخل الأعمال العادية في معنى البدعة فيقول: "البدعة طريقة في الدين مخترعة، تضاهي الشرعية، يقصد بالسلوك عليها ما يقصد بالطريقة الشرعية.

(الاعتصام للشاطبى، الباب الاول في تعريف البدع وبيان معناها وما اشتق منه لفظا، 47/1، ط: دار ابن الجوزي للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية)

اس لئے ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں:

كل بدعة ضلالة و كل ضلالة فى النار .[1]

(**ترجمہ**) یعنی ہر ایک بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے.

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت محمد ﷺ نے جو شخص ہمارے دین میں نئی بات نکالے جو دین میں نہ ہو وہ مردود ہے.[2]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہر نیا طریقہ بدعت ہے اور بدعت جہنم ہے.[3]

---

[1] ـ اخرجه مسلم فى صحيحه " وشر الأمور محدثاتها، وكل بدعة ضلالة" مختصراً رقم : 867 والنسائى فى السنن الكبرىٰ " وشر الأمور محدثاتها، وكل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة، وكل ضلالة في النار" كاملاً و اللفظ له ـ (السنن الكبرىٰ للنسائى ، كيف الخطبة ، 308/2، رقم الحديث : 1799، ط: مؤسسة الرسالة بيروت)

[2] ـ عن عائشة رضي الله عنها، قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس فيه، فهو رد۔

(صحيح البخارى ، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود، 184/3، ط: دار طوق النجاة بيروت)

[3] ـ وذكر أن عمر رضي الله عنه كان يخطب بهذه الخطبة. وعن ابن مسعود رضي الله عنه موقوفا ومرفوعا أنه كان يقول: "إنما هما اثنتان، الكلام والهدى، فأحسن الكلام كلام الله،

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ لوگو! بدعت اختیار نہ کرو اور عبادت میں خلاف سنت مبالغہ نہ کرو۔ (1)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی قسم آئندہ زمانے میں بدعتیں پھیل کر اس طرح جڑ پکڑ جائیں گی کہ اگر کوئی شخص کسی بدعت کو ترک کرے گا تو لوگ کہیں گے تم نے سنت کو چھوڑ دیا۔ (2)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آئندہ لوگ بدعتوں کو زندہ کریں گے اور سنتوں کو مردہ کرتے جائیں گے۔ (3)

وأحسن الهدى هدى محمد صلى الله عليه وسلم، ألا وإياكم ومحدثات الأمور، فإن شر الأمور محدثاتها، إن كل محدثة بدعة". وفي لفظ: (غير أنكم ستحدثون ويحدث لكم، فكل محدثة ضلالة، وكل ضلالة في النار). وكان ابن مسعود يخطب بها، كل خميس.

(الاعتصام للشاطبي، الباب الثاني في ذم البدع وسوء منقلب أصحابها، 109/1، ط: دار ابن الجوزي للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية)

[1] ـ وَإِيَّاكُمْ وَالتَّبَدُّعَ، وَالتَّعَمُّقَ، وَالتَّنَطُّعَ. (الإبانة الكبرى لابن بطة، باب ما أمر به من التمسك بالسنة والجماعة، والأخذ بها، وفضل من لزمها، 332/1، ط: دار الراية للنشر والتوزيع، الرياض)

[2] ـ والذي نفسي بيده لتظهرن البدع حتى لا يرى من الحق إلا قدر ما بين هذين الحجرين من النور، والله لتفشون البدع حتى إذا ترك منها شيء قالوا: تركت السنة.

(الاعتصام للشاطبي، الباب الثاني في ذم البدع وسوء منقلب أصحابها، 127/1، ط: دار ابن الجوزي للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية)

[3] ـ قال ابن عباس رضي الله عنه: لا يأتي على الناس عام إلا أماتوا فيه سنة، وأحيوا فيه بدعة.

اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ تم بدعتی کے پاس نہ بیٹھو وہ تمہارے دلوں کو بیمار کر دے گا۔ (1)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو شخص بدعتی کے پاس گیا اور اس کی تعظیم کی تو گویا اس نے اسلام کو گرا دینے میں اس کی مدد کی۔ (2)

حضرت عمرو بن شیبانیؒ فرماتے ہیں کہ بدعتی کو توبہ نصیب نہیں ہوتی کیونکہ وہ بدعت کو گناہ نہیں سمجھتا۔ (3)

آنحضرت ﷺ نے سچ فرمایا کہ آدمی کو جس کسی شئ سے محبت ہو جاتی ہے تو اسے

(التذكرة بأحوال الموتى وأمور الآخرة، باب الوقوف عن القبر قليلاً بعد الدفن والدعاء بالتثبيت له، 338/1، ط: مكتبة دار المنهاج للنشر والتوزيع، الرياض)

[1] ـ وعن الحسن: لا تجالس صاحب هوى فيقذف في قلبك ما تتبعه عليه فتهلك، أو تخالفه فيمرض قلبك.

(الاعتصام للشاطبي ، الباب الثاني في ذم البدع وسوء منقلب أصحابها، 136/1، ط: دار ابن الجوزي للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية)

[2] ـ عن عائشة، قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من وقر صاحب بدعة فقد أعان على هدم الإسلام۔

(المعجم الاوسط للطبراني ، 35/7، ط: دار الحرمين القاهرة)

[3] ـ عن أنس، يرفعه قال: إن الله حجب التوبة، عن صاحب كل بدعة.

(مسند إسحاق بن راهويه، ما يروى عن عطاء بن أبي مسلم ، عن أبي هريرة، عن النبي صلى الله عليه وسلم ، 377/1، ط: مكتبة الإيمان المدينة المنورة)

اندھا و بہرا کر دیتی ہے کہ حق و باطل کی اس کو تمیز نہیں رہتی.[1]

حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ تم پل صراط سے جلد گزر کر جنت میں جانا چاہو تو اللہ کے دین میں کوئی بدعت پیدا نہ کرو.[2]

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص راہ سنت بتائے اس پر عمل کرنے والوں کا ثواب اس کو بھی ملتا رہے گا اور جو شخص راہ بد بتائے گمراہ بدعت کی دعوت دے اس پر عمل کرنے والوں کا گناہ اس پر بھی ہوتا رہے گا.[3]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کہیں میری امت میں

---

[1] ـ عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: حبك الشيء يعمي ويصم.

(مسند ابن ابی شیبہ ، 57/1، ط: دار الوطن الریاض)

[2] ـ أن أحببت أن لا توقف على الصراط طرفة عين حتى تدخل الجنة فلا تحدث في دين الله حدثا برأيك.

(الاعتصام للشاطبي ، الباب الثاني في ذم البدع وسوء منقلب أصحابها، 120/1، ط: دار ابن الجوزي للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية)

[3] ـ عن أبي هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ، قال: من دعا إلى هدى، كان له من الأجر مثل أجور من تبعه، لا ينقص ذلك من أجورهم شيئا، ومن دعا إلى ضلالة، كان عليه من الإثم مثل آثام من تبعه، لا ينقص ذلك من آثامهم شيئا.

(صحيح مسلم ، باب من سن سنة حسنة أو سيئة ومن دعا إلى هدى أو ضلالة، 2060/4، رقم : 2674، ط: دار إحياء التراث العربي بيروت)

بدعت پیدا ہو جائے اور اس وقت کے علم والے اس کو نہ روکیں تو ان پر اللہ کی، فرشتوں کی، انسانوں کی لعنت ہو گی.[1]

بدعت سے بچنے اور سنت پر قائم رہنے والوں کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا.[2]

بدعت اور بدعتی کی برائی میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بے حساب احادیث اکثر کتب میں منقول ہیں اس لئے ہم کو بدعتی کاموں سے بچنا واجب ہے اور دوسروں کو بچانا بڑے ثواب کا کام ہے آج کل کی بدعتی باتوں کو حسنہ کہنا پیغمبر ﷺ کی مستند حدیث "**كل بدعة ضلالة**" کا گلا گھونٹنا اور عوام کو مغالطہ میں ڈالنا ہے.

بعض گندم نما جَو فروش علماء بت سند روایات اور نا قابل قبول قیاس آرائیوں سے بدعتی باتوں کی بے جا تائید میں گمراہ کرنے والی تقریروں اور تحریروں سے صفحے سیاہ کر کے عوام کے ذریعہ دین میں فساد پھیلانا چاہتے ہیں ان کے اقوال و افعال شریعت کی کسوٹی پر بالکل کھوٹے، غلط، نا قابل عمل نکلتے ہیں، ایسے دھوکہ بازوں کے مکر و فریب سے بچنا چاہیئے.

---

[1] ـ فمن أحدث فيها حدثا، أو آوى محدثا، فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين. (صحيح مسلم ، باب فضل المدينة، ودعاء النبي صلى الله عليه وسلم فيها بالبركة، وبيان تحريمها، وتحريم صيدها وشجرها، وبيان حدود حرمها، 994/2، رقم : 1370، ط: دار إحياء التراث العربي بيروت)

[2] ـ المتمسك بسنتي عند فساد أمتي له أجر مائة شهيد. (الإبانة الكبرى لابن بطة، باب ما أمر به من التمسك بالسنة والجماعة، والأخذ بها، وفضل من لزمها، 342/1، ط: دار الراية للنشر والتوزيع، الرياض)

اللہ تعالیٰ سورۃ توبہ میں فرماتے ہیں کہ:

اے ایمان والو! بہت سے عالم اور مشائخ ناجائز طریقہ سے لوگوں کا مال کھا جاتے ہیں اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روک دیتے ہیں ان سے بچو.[1]

اور حضرت مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ:

بہت سے ابلیس انسان کی شکل وصورت میں ہیں ان کے مرید نہ بنو ان کی باتوں کو نہ سنو.

بدعت بریلوی علماء کی نظر میں

مفتی محمد امجد علی اعظمی رضوی:

جو بات رسول اللہ ﷺ وخلفاء راشدین اور احکام فقہ کے خلاف نکلی ہو وہ نئی بات بدعت ہے اس سے بچنا چاہیئے حکم حدیث وفقہ کے اڑے رہنا مسلمانوں کو ہرگز نہ چاہیئے.[2]

مولانا احمد رضا خان بریلوی:

بدعتی بدمذہب کتا ہے بلکہ کتے سے بدتر وناپاک تر ہے، کتا فاسق نہیں بدعتی فاسق ہے، کتے پر عذاب نہیں بدعتی عذاب شدید کا مستحق ہے میری نہ مانو سید المرسلین ﷺ کی حدیث مانو ابو خاتم خزاعی رضی اللہ عنہ ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ "اصحاب البدع کلاب اهل النار "یعنی بدعتی دوزخیوں کے کتے ہیں.[3]

---

[1] ۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ. (سورة التوبة ، آیت نمبر 34)

[2] ۔ از احکام شریعت ص132.

[3] ۔ فتاوی رضویہ مترجم، ج6 ص498، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور.

فاتحہ کا صحیح طریقہ

سوال: فاتحہ کسے کہتے ہیں؟ اور فاتحہ کا درجہ کیا ہے؟

جواب: عرف اور لغات میں ایصال ثواب کو فاتحہ کہتے ہیں، مردوں کو ثواب پہنچانا احادیث سے ثابت ہے کوئی مسلمان اس کا انکار نہیں کر سکتا اور عام عرف میں ثواب رسانی کی دعا کو فاتحہ کا درجہ کیا جاتا ہے۔[1]

---

[1] ۔ فاتحہ: قرآن شریف پڑھ کر مردے کی روح کو ثواب پہنچانا / فاتحہ پڑھنا: مردے کی روح کو ثواب پہنچانے کی نیت سے الحمد وغیرہ پڑھنا۔ (فیروز اللغات اردو جدید، ص538، ط: فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ لاہور)

اس کا نام اصل میں ایصالِ ثواب ہے، مُردوں کو ثواب پہنچانا۔ (اصلی پیری مریدی کیا ہے؟ ص52، ط: خانقاہ اشرفیہ کراچی)

عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده قال: قال رسول الله ﷺ لأبي: إذا أردت أن تتصدق صدقةً فاجعلها عن أبويك؛ فإنه يلحقهما أجرها ولاينتقص من أجرك شيئاً".

(شعب الإيمان، 204/6، رقم: 7911، ط: دار الكتب العلمية، بيروت)

وعن عبد الله بن عمرو قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا تصدق بصدقة تطوعاً أن يجعلها عن أبويه فيكون لهما أجرها، ولاينتقص من أجره شيئاً. رواه الطبراني في الأوسط. وفيه خارجة بن مصعب الضبي وهو ضعيف".

(مجمع الزوائد، باب الصدقة على الميت، 138،139/3 رقم: 4769، ط: دار الكتب العلمية بيروت)

ما الميت في قبره إلا شبه الغريق المتغوث ينتظر دعوة من أب أو أم أو ولد أو صديق ثقة، فإذا لحقته كانت أحب إليه من الدنيا وما فيها، وإن الله عز وجل ليدخل على أهل القبور من دعاء أهل الدنيا أمثال الجبال، وإن هدية الأحياء إلى الأموات الاستغفار لهم والصدقة عليهم.

(كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، الفصل الثاني في لواحق كتاب الموت ومتفرقاته، 694/15، رقم: 42783، مؤسسة الرساله بيروت)

سوال: ہم کن چیزوں اور کاموں کا ثواب بخش سکتے ہیں؟

جواب: ہمارے حنفی مذہب میں حلال مال صدقہ خیرات کرنے کا اور نماز روزے کا اور قرآن شریف وغیرہ پڑھنے کا اور ہر ایک نیک کام کا ثواب مالی ہو یا بدنی بخش سکتے ہیں۔ [1]

سوال: فاتحہ سے کیا فائدہ ہے؟

جواب: مردے ہمارے ثواب کے منتظر رہتے ہیں ان کو ثواب پہنچانے سے بفضل تعالیٰ قبر میں عذاب کم ہوتا ہے یا بخشش ہو جاتی ہے ان کو راحت ملتی ہے درجے بلند ہوتے ہیں وہ بہت خوش ہوتے ہیں مردوں کی زندگی کا حال خدا ہی خوب جانتا ہے۔ [2]

---

[1] ۔ الاصل فی هذ الباب ان الانسان له ان یجعل ثواب عمله لغیره صلوٰة اوصوماً اوصدقةً اوغیره عندا اہل السنة والجماعة لماروی عن النبی صلی الله علیه وسلم انه ضحیٰ بکبشین املحین احدهما عن نفسه واالا خرعن امته من اقر بوحدانیة الله وشهد له بالبلاغ.

(الهدایة شرح بدایة المبتدی، 316/1، ط:مکتبه رحمانیه)

وأما عندنا فالواصل إليه نفس الثواب. وفي البحر: من صام أو صلى أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء جاز، ويصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة كذا في البدائع، ثم قال: وبهذا علم أنه لا فرق بين أن يكون المجعول له ميتا أو حيا.

(رد المحتار على الدر المختار، مطلب في زيارة القبور، 243/2، ط، دار الفكر بيروت)

[2] ۔ ما من أهل بيت يموت منهم ميت فيتصدقون عنه بعد موته، إلا أهداها إليه جبريل عليه السلام على طبق من نور، ثم يقف على شفير القبر، فيقول: يا صاحب القبر العميق، هذه هدية أهداها إليك أهلك فاقبلها، فيدخل عليه، فيفرح بها ويستبشر، ويحزن جيرانه الذين لا يهدى إليهم بشيء. (المعجم الاوسط للطبرانی، 314/6، ط: دار الحرمين القاهرة)

سوال: کیا پیغمبر، نبی، ولی، شہید بھی ثواب کے منتظر رہتے ہیں؟
جواب: بفضل خدا وہ خداوند تعالیٰ کے فرماں بردار پیارے بندے جنتی ہیں، قبر میں بھی خدا کی نعمتوں سے سرفراز ہیں بے فکر ہیں ہم گناہ گاروں کے بڑے سے سب سے بہتر ثواب سے بھی ان کے درجے اور مرتبے بہت بلند ہیں وہ ہمارے ثواب کے منتظر نہیں مگر ان کو بھی ثواب پہنچانا فائدے سے خالی نہیں ہماری بہتری کا باعث ہے۔[1]
سوال: ثواب پہنچانا فرض ہے یا واجب؟ اگر نہ پہنچائیں تو گناہ ہوگا یا نہیں؟
جواب: ثواب پہنچانا فرض یا واجب تو نہیں صرف مستحب ہے پہنچائیں تو ثواب ہوگا نہ پہنچائیں تو گناہ نہیں ہوگا۔[2]

---

[1] ـ عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " إن أول ما يجازى به العبد المؤمن يوم القيامة إذا مات أن يغفر لجميع من يتبع جنازته " في هذه الأسانيد ضعف، والله أعلم. (شعب الايمان للبيهقي، الصلاة على من مات من اهل القبلة، 452/11، رقم:8820، ط: مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض بالتعاون مع الدار السلفية ببومباي بالهند)

[2] ـ فللإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة صلاة أو صوما أو حجا أو صدقة أو قراءة قرآن أو الأذكار أو غير ذلك من أنواع البر ويصل ذلك إلى الميت وينفعه. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، فصل في زيارة القبور، 621/1، ط: دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

صرح علماؤنا في باب الحج عن الغير بأن للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوما أو صدقة أو غيرها كذا في الهداية، بل في زكاة التتارخانية عن المحيط: الأفضل لمن يتصدق

سوال: فاتحہ دینے کا صحیح طریقہ ہے ؟

جواب: اپنی طاقت کے مطابق حلال کمائی سے خدا کے نام پر پیسہ ، روٹی ، کھانا ، کپڑا ، اناج وغیرہ تعین وبلا پابندی رسم ورواج پہلے غرباء مستحقین میں خیرات کر دینے کے بعد یا نماز روزہ ادا کر دینے کے بعد اس طرح نیت یا دعاء کرو یا اللہ اس نیک کام کا ثواب میری طرف سے حضرت محمد ﷺ کو پہنچا دے یا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ یا حسین رضی اللہ عنہ کو یا محبوب سبحانی رحمہ اللہ کو یا فلاں ولی کو ، یا میرے ماں باپ کو یا فلاں رشتہ دار کو پہنچا دے ، تم جن کو ثواب پہنچانے کی نیت یا دعا کرو گے وہ ثواب اللہ تعالیٰ ان کو پہنچا دے گا . [1]

(اس طرح نیت یا دعا کرنے کو عوام فاتحہ کا درجہ کہتے ہیں آسانی کے لئے اردو میں لکھا گیا ہے)

نفلا أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات لأنها تصل إليهم ولا ينقص من أجره شيء اهـ هو مذهب أهل السنة والجماعة.

(رد المحتار على الدر المختار ، مطلب في زيارة القبور ، 243/2 ، ط: دار الفكر بيروت)

[1] ـ عن أنس أنه سأله صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله إنا نتصدق عن موتانا ونحج عنهم وندعو لهم فهل يصل ذلك إليهم ؟ قال: نعم ، إنه ليصل إليهم وإنهم ليفرحون به كما يفرح أحدكم بالطبق إذا أهدي إليه رواه أبو حفص الكبير العكبري. وعنه صلى الله عليه وسلم اقرءوا على موتاكم يٰس رواه أبو داود. فهذه الآثار وما قبلها وما في السنة أيضا من نحوها عن كثير قد تركناه لحال الطول يبلغ القدر المشترك بين الكل ، وهو أن من جعل شيئا من الصالحات لغيره نفعه الله به مبلغ التواتر .

(فتح القدير لكمال ابن الهمام ، باب الحج عن الغير ، 143/3 ، دار الفكر)

سوال: قرآن شریف وغیرہ پڑھ کر ثواب پہنچانے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

جواب: بسم اللہ کے ساتھ سورۃ فاتحہ، قل اعوذ، سورۃ اخلاص، سورۃ کافرون، سورۃ بقرہ کی اول و آخر آیات، آیۃ الکرسی، سورۃ ملک، سورۃ یٰسین وغیرہ، یا اللہ کے ناموں میں سے کوئی نام یا کلمہ طیب یا درود شریف کئی بار پڑھ کر اس طرح ثواب پہنچائیں: "یا اللہ میرے اس نیک کام کا ثواب پیغمبر ﷺ کو یا فلاں ولی کو یا فلاں شخص کو پہنچا دے" بس اللہ تعالیٰ پہنچا دے گا ثواب رسانی کے لئے عمل کے بعد اس طرح دعا کرنا یا صرف نیت کر لینا کافی ہے اس صحیح طریقہ سے ثواب حاصل ہو گا. (1)

☆ تفصیلی مسائل آگے دیکھیں سمجھیں اور عمل کریں ☆

---

[1] ۔ وبالجملة فأفضل ما يهدى إلى الميت العتق والصدقة والاستغفار له والدعاء له والحج عنه وأما قراءة القرآن وإهداؤها له تطوعا بغير أجرة فهذا يصل إليه كما يصل ثواب الصوم والحج. (كتاب الروح لابن قيم الجوزيه، فصل فإن قيل فهل تشترطون في وصول الثواب ان يهديه بلفظه أم يكفي، 142/1، دار الكتب العلمية بيروت)

من دخل المقابر فقرأ سورة يس خفف الله عنهم يومئذ، وكان له بعدد من فيها حسنات بحر. وفي شرح اللباب ويقرأ من القرآن ما تيسر له من الفاتحة وأول البقرة إلى المفلحون وآية الكرسي وآمن الرسول وسورة يس وتبارك الملك وسورة التكاثر والإخلاص اثني عشر مرة أو إحدى عشر أو سبعا أو ثلاثا، ثم يقول: اللهم أوصل ثواب ما قرأناه إلى فلان أو إليهم.

(رد المحتار على الدر المختار، مطلب في زيارة القبور، 243/2، ط: دار الفكر بيروت)

ضروری مسائل

(دین کا ایک ایک مسئلہ سیکھنے اور سکھانے والوں کو سینکڑوں رکعت نفل نماز کا ثواب ملے گا.)[1]

سوال: فاتحہ کے لئے ہمیشہ فلاں فلاں سورۃ ہی پڑھنے کی شرط ہے یا نہیں ؟

جواب: شریعت میں اس طرح کی شرط یا حد مقرر نہیں جو چاہے پڑھ کر بخشا جا سکتا ہے، قرآن شریف دیکھ کر یا زبانی جتنا زیادہ یا جتنے بار پڑھا جائے ہر حرف کے لئے دس نیکیوں کا ثواب ملے گا.[2]

---

[1] ۔ عن أبي ذر، قال: قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا أبا ذر، لأن تغدو فتعلم آية من كتاب الله، خير لك من أن تصلي مائة ركعة، ولأن تغدو فتعلم بابا من العلم، عمل به أو لم يعمل، خير من أن تصلي ألف ركعة. (السنن لابن ماجه، باب فضل من تعلم القرآن وعلمه، 79/1، رقم: 219، ط: دار إحياء الكتب العربية)

[2] - فللإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة صلاة أو صوما أو حجا أو صدقة أو قراءة قرآن أو الأذكار أو غير ذلك من أنواع البر ويصل ذلك إلى الميت وينفعه. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، فصل فى زيارة القبور، 621/1، ط: دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

والأصل فيه أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاةً أو صوماً أو صدقةً أو قراءة قرآن أو ذكراً أو حجاً أو غير ذلك عند أصحابنا بالكتاب والسنة.

(البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، 63/3، ط: دار الكتاب الاسلامى)

قال الطيبي: وفيه أن من أصر على أمر مندوب، وجعله عزما، ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، باب الدعاء فى التشهد، 755/2، ط: دار الفكر، بيروت لبنان)

سوال: عورت کا فاتحہ دینا درست ہے یا نہیں؟

جواب: بے شک درست ہے ہر ایک عورت اپنے نیک کام کا ثواب آپ خود دوسروں کر بخش سکتی ہے ملا مؤذن کو بلانے اور انتظار کرنے کی تکلیف کی ضرورت نہیں ہر عورت فاتحہ دے لیا کرے اور اپنی بیٹی بہو وغیرہ کو سکھا دیا کرے اس میں بڑی بہتری ہے۔[1]

سوال: حیض ونفاس والی عورت فاتحہ کے روز اس گھر کے پکوان میں شریک ہو سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: بے شک وہ بھی شریک رہ سکتی ہے اور اپنی خیرات کا ثواب پہنچا سکتی ہے ہندوؤں کی طرح اس گھر سے باہر چلے جانے کی ضرورت نہیں۔[2]

---

[1] ۔ عن ابن عباس رضي الله عنهما، أن امرأة من جهينة، جاءت إلى النبي صلى الله عليه وسلم، فقالت: إن أمي نذرت أن تحج فلم تحج حتى ماتت، أفأحج عنها؟ قال: نعم حجي عنها، أرأيت لو كان على أمك دين أكنت قاضية؟ اقضوا الله فالله أحق بالوفاء. (صحيح البخاري، باب الحج والنذور عن الميت، والرجل يحج عن المرأة، 18/3، رقم: 1852، ط: دار طوق النجاة)

[2] ۔ (ولا بأس) لحائض وجنب (بقراءة أدعية ومسها وحملها وذكر الله تعالى، وتسبيح) وزيارة قبور. (الدر المختار مع رد المحتار، باب الحيض: 293/1 دار الفكر، بيروت)

فلو قرأت الفاتحة على وجه الدعاء أو شيئا من الآيات التي فيها معنى الدعاء ولم ترد القراءة لا بأس به كما قدمناه عن العيون لأبي الليث وأن مفهومه أن ما ليس فيه معنى الدعاء كسورة أبي لهب لا يؤثر فيه قصد غير القرآنية. (رد المحتار على الدر المختار، باب الحيض: 293/1 دار الفكر، بيروت)

ويجوز للجنب والحائض الدعوات وجواب الأذان ونحو ذلك في السراجية.(الفتاوى الهندية، الفصل الرابع في أحكام الحيض والنفاس والاستحاضة، 38/1، ط: دار الفكر بيروت)

سوال: عادت ہے کہ ثواب رسانی کی چیزوں کا ثواب پہلے ایک آدمی کو بخش دیتے ہیں پھر انہی چیزوں کا ثواب پندرہ آدمیوں کے نام پر باری باری بخشا جاتا ہے ان سب کو ثواب ملتا ہے یا نہیں؟

جواب: پچھلوں کو کچھ ثواب نہ ملے گا کیونکہ پورا ثواب پہلے آدمی کو بخش دیا گیا ہے.[1]

سوال: کوئی ثواب ایک ہی وقت میں کئی مردوں کے نام بخشے توسب کو پورا پورا ثواب ملتا ہے یا نہیں؟

جواب: حصے کے برابر ہر ایک کو ضرور ملتا ہے خدا چاہے تو پورا پورا ثواب بھی عطاء فرمائے گا اس کے خزانے میں کمی نہیں.[2]

---

[1] ـ وفی دعاء الاحیاء للاموات وصدقتهم ای صدقة الاحیاء عنهم ای عن الاموات نفع لهم ای للاموات . . . ولنا ما ورد فی الاحادیث الصحاح من الدعا للاموات خصوصا فی صلاة الجنازة وقد توارثه السلف فلو لم یکن للاموات نفع فیه لما کان له معنی وقال علیه السلام مامن میت تصلی علیه امة من المسلمین یبلغون مائة کلهم یشفعون الا شفعوا فیه وعن سعد بن عبادة (رضی الله عنه) انه قال یا رسول الله ان ام سعد ماتت فای الصدقة افضل قال الماء فحفر بیرا وقال هذا لام سعد.

(شرح العقائدالنسفیه، مسالة ایصال الثواب، ص :394 ، ط: مکتبة البشریٰ کراچی)

[2] ـ عن عبد الله بن عمر (رضی الله عنه) قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من حج عن والدیه بعد وفاتهما کتب له عتقاً من النار، وکان للمحجوج عنهما أجر حجة تامة من غیر أن ینقص من أجورهما شیئاً.

(شعب الإیمان للبیهقی، 204/6، رقم: 7912، ط: دار الکتب العلمیة، بیروت)

سوال: فاتحہ کے لئے لائی ہوئی مٹھائی یا پکائے ہوئے کھانے میں سے ہم خود گھر والے عورت بچے بھی کھالیں تو کیسا ہے؟

جواب: اس طرح خود کھالینے کا ثواب نہ ملے گا اس لئے جتنا ہو سکے غرباء کو کھلانے اور دینے کے بعد اس کا ثواب پہنچایا جائے۔ (1)

سوال: کھانا کھانے یا شکر مٹھائی وغیرہ تقسیم کرنے سے پہلے ہی فاتحہ دے سکتے ہیں؟

جواب: نہیں دے سکتے خوب سمجھو فاتحہ کے معنیٰ ثواب پہنچانا ہے کھانا کھلانا یا دے دینے اور کوئی چیز تقسیم کر دینے کے بعد ہی اس کا ثواب ملتا ہے ثواب ملنے سے پہلے دوسروں کو کیا بخشو گے؟ خود خیال کریں، رواجی فاتحہ ہونے تک کھانے کھلانے سے رک رہنا غلطی ہے کھلانے اور دینے کے بعد ہی ثواب پہنچائیں یہی سیدھا طریقہ ہے کج روی اچھی نہیں۔

الأفضل لمن يتصدّق نفلًا أن ينوي لجميع المؤمنين و المؤمنات، لأنّها تصل إليهم، ولاينقص من أجره شيءٍ اهـ هو مذهب أهل السنة والجماعة".

(رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الجنائز، مطلب في القراءة للميت وإهداء ثوابها له، 243/2، ط: ايچ ايم سعيد)

[1] ـ حدثني عطاء بن أبي رباح قال: حدثني جابر بن عبد الله أن رجلا من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم أعتق عبدا له من بعده، ولم يكن له مال غيره، فأمر رسول الله صلى الله عليه وسلم فباعه، وقال: أنت أحق بثمنه، والله عنه غني.

(الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، ذكر الخبر الدال على أن نفقة المرء على نفسه وعياله عند عدم اليسار أفضل من صدقة التطوع، 47/10، رقم: 4234، ط: مؤسسة الرسالة، بيروت)

ضرور المسلمین وغیرہ کتب میں لکھا ہوا عربی فاتحہ کا درجہ پڑھنے والے مؤذن چیزوں کو رو برو رکھ کر کھلائی پلائی ہوئی چیزوں کا ثواب پہنچانے کی طرح فعل ماضی کی دعا کرتے ہیں عربی کا معنیٰ و مطلب معلوم نہ ہونے کے سبب اپنے قول کے خلاف عوام کو گمراہ کرتے جاتے ہیں، بغیر تحقیق کے صرف دیکھا دیکھی یہ اندھی تقلید جاری ہے عقل مند اور علم والے حضرات عوام کو سمجھا کر سیدھا راستہ بتائیں۔ [1]

---

[1] ۔ وکل هذه بدع ومنكرات لا اصل لها في الدين ولا مستند لها من الكتاب والسنة ويجب على اهل العلم ان ينكروها ، وان يبطلوا هذا العادات ما استطاعوا. (معارف السنن شرح جامع الترمذي، باب التشديد في البول، 1/266، ط: ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

حضرت حکیم الامت مجدد دین وملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اس بارے میں فرماتے ہیں:

" کھانا سامنے رکھ کر جو کچھ پڑھتے ہیں یہ بھی ہندوؤں کا طریقہ ہے اس قسم کی رسومات کو ترک کرنا لازم ہے؛ کیوں کہ "من تشبه بقوم ۔۔الخ" جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ انہیں میں سے شمار ہو گا، اور جب کھانے کے ساتھ اس قسم کی بدعتیں بھی ہونے لگیں تو بہتر یہ ہے کہ ایسا کھانا نہ کھایا جائے؛ کیوں کہ حدیث میں ہے "دع ما يريبك إلى ما لا يريبك" مشکوک و مشتبہ چیزوں کو چھوڑ کر غیر مشتبہ چیزوں کو اختیار کرو، اور جو کھانا اور شیرینی بزرگوں کے نام نیاز کی جاتی ہے اس کی دو جہتیں ہیں: بعض جہلاء ان کو تقرب حاصل کرنے اور ان بزرگوں سے اپنی مرادیں مانگنے کی نیت سے کھلاتے ہیں اور شیرینی تقسیم کرتے ہیں، یہ تو شرک ہے، اور اس قسم کا کھانا اور شیرینی کھانا حرام ہے "وما اهل لغير الله" میں داخل ہونے کی وجہ سے، اور بعض حضرات اللہ ہی کے لیے کھلاتے ہیں اور ان کی نیت یہ ہوتی ہے کہ اے اللہ اس کا ثواب فلاں بزرگ کی روح کو پہنچا دے تو یہ جائز ہے، اور اس طرح کا کھانا اور شیرینی وغیرہ سب حلال ہیں. واللہ اعلم "

(امداد الفتاویٰ، کتاب البدعات، سوال نمبر 246، 5/269، ط: مکتبہ دار العلوم کراچی)

سوال: فاتحہ کے لئے کھانے پانی کے برتن شکر مٹھائی پان پھول وغیرہ ایک جگہ رکھ کر آگ پر عود ڈال کر اس کے روبرو ادب سے کھڑے ہو کر سورۃ فاتحہ وغیرہ پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: یہ سب چیزیں غیر ضروری بلکہ بدعت ہیں، کھانے کپڑے وغیرہ کی خیرات کا ثواب جدا ہے پڑھنے کا ثواب جدا ہے کھانے پر پڑھنے کی ضرورت نہیں اور پڑھنے کے لئے کھانا وغیرہ روبرو ہونے کی ضرورت نہیں اس لئے اس کو ضروری سمجھنا یا غیر ضروری سمجھتے ہوئے بھی کھانے وغیرہ پر فاتحہ پڑھنا بدعت ہے.

جنان السیر کے مصنف مولوی عبد الحیؒ تنبیہ العوام میں لکھتے ہیں کہ:

"کھانا آگ وغیرہ روبرو رکھ کر فاتحہ پڑھنا ہندوؤں کے رسوم کی مشابہت ہے اس سے بچنا چاہیئے"[1]

اور حضرت شاہ امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے فیصلہ ہفت مسئلہ میں لکھتے ہیں:

"فاتحہ میں عوام کے رسوم کا میں پابند نہیں ہوں"[2]

اور بنگنور کے پیش امام حضرت محمد یوسف صاحب مبشر مرحوم اپنی کتاب نصائح منظومہ کے

---

[1] ۔ مولانا عبد الحی بنگلوری کی کتاب تنبیہ العوام ہمیں میسر نہ ہو سکی البتہ اس بارے میں مولانا احمد رضا خان کا قول ملاحظہ فرمائیں وہ لکھتے ہیں: وقت فاتحہ کھانے کا قاری کے پیش نظر ہونا اگرچہ بے کار بات ہے مگر اس کے سبب سے وصول ثواب یا جواز فاتحہ میں کچھ خلل نہیں. (الحجۃ الفائحہ لطیب التعین والفاتحہ، ص16 مطبع حسن بریلی)

[2] ۔ فیصلہ ہفت مسئلہ مندرجہ کلیات امدادیہ ص82، ط: دارالاشاعت کراچی.

ساتویں باب میں چہلم وغیرہ کے رسمی فاتحہ کے لئے اقسام کی چیزوں کا سفرہ جمار کھنے کو ہنومان کی پوجا بتاتے ہیں اور ایسے فاتحہ کرنے والوں کو احمق بدعتی گناہ گار کہتے ہیں اور لکھا ہے:

"بدعت پیغمبر ﷺ کی سنت کے پائے کی کدالی ہے اور بدعتی اسلام سے خارج دوزخ کے کتے ہیں بدعتی کی نماز روزہ خیرات وغیرہ قبول نہ ہو گی"[1]

تفصیل کے لئے کتاب دیکھیں اور بہت سی باتیں معلوم ہوں گی مذکورہ ہندو مشابہت اور ہنومان پوجا کی طرح فاتحہ کے رسوم ادا کرنے کے لئے مسجد کے مُلا مؤذن پیش امام سب سے اول سفرے کے روبرو باادب کھڑے رہ کر آگ پر عود ڈالتے ہوئے فرشتوں کے استاد کی طرح عوام کو بدعتی تعلیم وترغیب دیتے رہیں تو قوم کب سدھرے گے؟ دیندار لوگ پہلے ان فاتحہ کے اجارہ داروں کو سیدھی راہ بتائیں.[2]

---

[1] ـ فمن أحدث فيها حدثا، أو آوى محدثا، فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين، لا يقبل منه يوم القيامة صرف ولا عدل.

(صحيح البخاري، باب إثم من تبرأ من مواليه، 154/8، رقم : 6755، ط: دار طوق النجاة)

[2] ـ قال حذيفة رضي الله عنه: كل عبادة لم يتعبدها أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، فلا تعبدوها؛ فإن الأول لم يدع للآخر مقالا، فاتقوا الله يا معشر القراء، وخذوا بطريق من كان قبلكم. (الاعتصام للشاطبي ،الباب الثامن في الفرق بين البدع والمصالح المرسلة والاستحسان،38/3، ط: دار ابن الجوزي للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية)

من ابتدع في الإسلام بدعة يراها حسنة، فقد زعم أن محمدا صلى الله عليه وسلم خان الرسالة؛ لأن الله يقول: {اليوم أكملت لكم دينكم}، فما لم يكن يومئذ دينا، فلا يكون اليوم دينا. (المرجع السابق 66/1)

سوال: بعض لوگ فاتحہ مروّجہ کے ثبوت میں فتاویٰ اورزجندی یا جزری از ملا علی قاریؒ کا حوالہ دے کر ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ و ابی الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند سید ابراہیم کی وفات کے تیسرے روز دودھ، روٹی، کھجور اپنے روبرو رکھ کر اس پر فاتحہ پڑھنے کے بعد صحابہ میں تقسیم فرمادیا، کیا یہ روایت صحیح ہے؟

جواب: فتاویٰ اوزجندی یا جزری علامہ ملا علی قاریؒ حنفی کی کوئی کتاب ہی نہیں ہے جس میں یہ روایت درج ہو، دراصل یہ روایت (موضوع) جعلی، بنائی ہوئی من گھڑت ہے، صحاح ستہ وغیرہ معتبر کتب احادیث میں اس روایت کا کہیں پتہ نہیں لہذا ایسی گھڑی ہوئی روایت کا کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا حدیث ذیل کے مطابق کبیرہ گناہ ہے:

من كذب علي متعمدا، فليتبوأ مقعده من النار. (1)

(ترجمہ) جس نے جان بوجھ کر میرے اوپر جھوٹ بولا (کہ فلاں بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہے) تو اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالیا.

فتاویٰ عبد الحی لکھنویؒ، فتاویٰ دائم الدین احمد وغیرہ میں ہے اور مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ دہلوی لکھتے ہیں کہ یہ قصہ صحیح نہیں بالکل غلط ہے سراپا جھوٹ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا بہتان اور گناہ ہے کوئی دن مقرر کر کے کھانا یا شیرینی وغیرہ روبرو رکھ کر فاتحہ پڑھنا ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام یا امام اعظمؒ یا اجماع امت سے ثابت نہیں، خلاف سنت قابل ترک بدعت ہے، کسی کتاب میں لکھی ہوئی بے سند بات پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں.

1۔ صحيح البخاري، باب ما يكره من النياحة على الميت، 80/2، رقم: 1291، ط: دار طوق النجاة)

صحیح کتب حدیث سے ثابت ہے کہ پیغمبر ﷺ مختلف موقعوں پر کھانے پینے کی چیزیں رو برو رکھ کر ان میں برکت کے لئے ہاتھ اٹھا کر خداوند کریم سے دعا فرماتے تو ان چیزوں میں اتنی برکت ہوتی کہ ہزاروں صحابہ کھاپی کر بقیہ رکھ لیتے یہ حضور ﷺ کے معجزات تھے ان برکت والی دعاؤں میں فاتحہ پڑھنے کا ذکر ہی نہیں ہے تو اس کو فاتحہ مروّجہ کے ثبوت میں پیش کرنا (جو طفلانہ خیال ہے) ہر گز درست نہیں۔ (1)

بعض پیٹ پالو ملا حضرات اپنی پروہتی کے ذریعے دستر خوان کی لذتوں کو قائم رکھنے کے

---

[1] ـ جابر بن عبد الله، رضي الله عنهما قال: لما حفر الخندق رأيت بالنبي صلى الله عليه وسلم خمصا شديدا، فانكفأت إلى امرأتي، فقلت: هل عندك شيء؟ فإني رأيت برسول الله صلى الله عليه وسلم خمصا شديدا، فأخرجت إلي جرابا فيه صاع من شعير، ولنا بهيمة داجن فذبحتها، وطحنت الشعير، ففرغت إلى فراغي، وقطعتها في برمتها، ثم وليت إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقالت: لا تفضحني برسول الله صلى الله عليه وسلم وبمن معه، فجئته فساررته، فقلت: يا رسول الله ذبحنا بهيمة لنا وطحنا صاعا من شعير كان عندنا، فتعال أنت ونفر معك، فصاح النبي صلى الله عليه وسلم فقال: يا أهل الخندق، إن جابرا قد صنع سورا، فحي هلا بهلكم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تنزلن برمتكم، ولا تخبزن عجينكم حتى أجيء. فجئت وجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم يقدم الناس حتى جئت امرأتي، فقالت: بك وبك، فقلت: قد فعلت الذي قلت، فأخرجت له عجينا فبصق فيه وبارك، ثم عمد إلى برمتنا فبصق وبارك، ثم قال: ادع خابزة فلتخبز معي، واقدحي من برمتكم ولا تنزلوها وهم ألف، فأقسم بالله لقد أكلوا حتى تركوه وانحرفوا، وإن برمتنا لتغط كما هي، وإن عجيننا ليخبز كما هو.

(صحيح البخاری، باب غزوة الخندق وهي الأحزاب، 108/5، رقم: 4102، ط: دار طوق النجاة)

لئے اس من گھڑت روایت کے رواج کو بحال رکھنے کی جان توڑ کوشش کرتے ہیں، مگر ہندوستان و پاکستان کے بڑے بڑے محقق علماء دین اور مکہ معظمہ، مدینہ منورہ کے مفتیان شرع متین نے اس جھوٹی روایت کی دھجیاں اڑادی ہیں.[1]

سوال: فاتحہ کے وقت گھر لیپنے اور عود یا اگر بتی جلانے کی ضرورت ہے یا نہیں؟

جواب: جس گھر میں قرآن شریف یا نماز پڑھی جاتی ہے وہ گھر پاک ہے خاص کر فاتحہ کے لئے گھر لیپنے اور عود یا بتی جلانے کی شرط نہیں ہے تم جاتے جاتے راستے میں کسی فقیر کو کچھ خیرات کر کے یا کچھ پڑھ کر اسی وقت جسے چاہو بخشو، اللہ تعالیٰ وہ ثواب پہنچا دیتا ہے بس فاتحہ ہو گئی اسی طرح دوسرے نیک کاموں کا ثواب بھی بغیر عود یا بتی جلانے کے بخشا جاسکتا ہے تکلیف کی ضرورت نہیں دین بہت آسان ہے.[2]

---

[1] ۔ مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ صاحب فرماتے ہیں: "یہ حدیث گھڑی ہوئی ہے کسی معتبر حدیث کی کتاب میں نہیں ہے ملا علی قاری کی کتاب کی طرف نسبت بھی جھوٹی ہے نسبت کرنے والے کبھی برجندی، کبھی اوزجندی، کبھی شرح برزخ کبھی اور کچھ نام لکھتے ہیں حالانکہ ان میں سے کسی نام کی تصنیف ملا علی قاری کی نہیں ہے جو دعویٰ کرے وہ کتاب لاکر دکھائے. (کفایت المفتی، مروجہ فاتحہ خوانی اور ختم کا بیان، 2/149، ط: ادارۃ الفاروق کراچی)

[2] ۔ وبہتر آنست کہ ہر چہ خواہند خوانده ثواب آن بمیت رسانید، وطعام را بہ نیت تصدق بفقراء خورانند، وثوابش نیز باموات رسانید. (مجموعۃ الفتاویٰ علی ھامش خلاصۃ الفتاویٰ، 1/195، ط: امجد اکیڈمی لاہور)
ایں طور مخصوص نہ درزمان آن حضرت ﷺ بودونہ درزمان خلفاء بلکہ وجود آن درقرون ثلاثہ کہ مشہود لہا بالخیر اند منقول نشدہ وحالاً درحرمین شریفین عادات خواص نیست وایں راضروری دانستن مذموم است. (المرجع السابق)

الدین یسر.[1] ترجمہ: دین میں سہولت ہے.

سوال: کسی بزرگ کی فاتحہ کے لئے ہمیشہ کسی خاص قسم کا کھانا کھلانا مثلاً کھیر، پوری، کھچڑا ،روٹ، چونگے، موز، ناریل ہی مقرر کرنا اور ہر سال ایک ہی مہینہ یا دن چہلم وغیرہ مقرر کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: اس طرح مقرر کرنے کی ضرورت نہیں تم کو جس وقت جو ملے خدا کے نام پر خیرات کرکے اس کا ثواب بخشتے رہو دن، مہینہ مقرر کرنا نام ونمود کی بدعتی رسم ہے.[2]

سوال: کسی کو دو چار روپے دے کر قرآن پڑھوا کر بخشوانا اور دعوت کھانے والوں کا فاتحہ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: ہرگز درست نہیں، پیسے وغیرہ لے دے کر پڑھنے پڑھانے والوں کو کچھ ثواب نہیں ملتا ہے تو پھر میت کو کیونکر ثواب پہنچے گا؟ بہتر ہے کہ قرآن مجید خرید کر کسی پڑھنے والے غریب کو دے دو، مسجد یا مدرسہ میں رکھ دو ہمیشہ پڑھنے کا ثواب پہنچتا رہے گا اور دعوت کھلانے والے مالک کو ثواب رسانی کا حق ہے کھانے والوں کو کیا حق ہے؟ کچھ بھی

---

[1] ـ شعب الإيمان للبيهقي، الصوم في سبيل الله ، 392/5، رقم:3598، ط: مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض بالتعاون مع الدار السلفية ببومباي بالهند.

[2] ـ ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت لأنه شرع في السرور لا في الشرور، وهي بدعة مستقبحة۔۔۔۔وفي البزازية: ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع ونقل الطعام إلى القبر في المواسم.

(رد المحتار على الدر المختار، مطلب في الثواب على المصيبة، 240/2، ط: دار الفكر بيروت)

نہیں، بعض رکابی ملا دعوت کھا کر ڈکارتے ہوئے مجلس میں اپنی جھوٹی شان جتانے کے لئے الفاتحہ پڑھتے پڑھاتے ہیں یہ ان کی مکاری ہے.[1]

ثواب رسانی کے لئے تلاوت قرآن مجید پر اجرت لینا دینا دونوں حرام ہیں اس طرح قرآن پڑھنے سے ثواب کی بجائے الٹا عذاب ہو گا.[2]

---

[1] ـ فمن جملة كلامه: قال تاج الشريعة في شرح الهداية: إن القرآن بالأجرة لايستحق الثواب لا للميت ولا للقارئ. وقال العيني في شرح الهداية: ويمنع القارئ للدنيا، والآخذ والمعطي آثمان. فالحاصل أن ما شاع في زماننا من قراءة الأجزاء بالأجرة لايجوز، لأن فيه الأمر بالقراءة وإعطاء الثواب للآمر والقراءة لأجل المال. فإذا لم يكن للقارئ ثواب لعدم النية الصحيحة فأين يصل الثواب إلى المستأجر! ولولا الأجرة ما قرأ أحد لأحد في هذا الزمان، بل جعلوا القرآن العظيم مكسباً ووسيلةً إلى جمع الدنيا إنا لله وإنا إليه راجعون. (رد المحتار على الدر المختار، مطلب في الاستئجار على المعاصي، 56/6، ط: دارالفكر بيروت)

[2] ـ اصل یہ ہے کہ طاعت وعبادات پر اجرت لینا دینا (سوائے تعلیمِ قرآن عظیم وعلومِ دین واذان وامامت وغیرہا معدودے چند اشیاء کہ جن پر اجارہ کرنا متاخرین نے بناچاری و مجبوری بنظر حال زمانہ جائز رکھا) مطلقاً حرام ہے اور تلاوتِ قرآن عظیم بغرض ایصال ثواب۔۔۔ ضرور منجملہ عبادات وطاعت ہیں، تو ان پر اجارہ بھی ضرور حرام و محذور اور اجارہ جس طرح صریح عقد زبان سے ہوتا ہے، عرفاً شرط معروف ومعہود سے بھی ہو جاتا ہے مثلاً پڑھنے پڑھوانے والوں نے زبان سے کچھ نہ کہا، مگر جانتے ہیں کہ دینا ہو گا، وہ سمجھ رہے ہیں کہ کچھ ملے گا، انہوں نے اس طور پر پڑھا، انہوں نے اس نیت سے پڑھوایا، اجارہ ہو گیا اور اب دو وجہ سے حرام ہوا: ایک تو طاعت پر اجارہ یہ خود حرام، دوسرے اجرت اگر عرفاً معین نہیں، تو اس کی جہالت سے اجارہ فاسد، یہ دوسرا حرام (ای ان الاجارة باطلة و على فرض الانعقاد فاسدة فللتحريم وجهان متعاقبان وذلک لما نصوا قاطبة ان المعهود عرفاً كالمشروط لفظاً) پس اگر قرار داد کچھ نہ ہو، نہ وہاں لین دین معہود ہوتا ہو، تو بعد کو بطور صلہ و

کچھ لے کر قرآن مجید تلاوت کرنے میں کوئی ثواب ہی نہ ملے تو پھر میت کے لئے ثواب کا نام لیناہی غلط ہے بلکہ اجرت دینے لینے والے دونوں گناہ گار قابل عذاب ہیں۔ [1]

سوال: خیرات اور صدقات کا کھاناوغیرہ امیر وغریب کو کھلا سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: صدقات نافلہ کا کھانا امیر وغریب سب کو کھلا سکتے ہیں مگر قابل رحم، اندھے، لنگڑے، لُولے، معذور اور محتاجوں کا زیادہ خیال رکھنا چاہیئے۔ [2]

حسن سلوک کچھ دے دینا جائز بلکہ حسن ہو تا مگر جبکہ اس طریقہ کا وہاں عام رواج ہے، تو صورت ثانیہ میں داخل ہو کر حرام محض ہے۔(ملخصاً فتاوی رضویہ، جلد 19، صفحہ 487،486، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

1 ۔ تلاوتِ قرآن کریم پر اجرت لینا اور دینا بالکل ناجائز ہے، اسی طرح جس مقام کے عرف میں اس پر لیا دیا جاتا ہے، تو حسبِ دستور تلاوت پر لینا اور دینا بھی ناجائز ہے۔(فتاوی اجملیہ، جلد2، صفحہ 620، مطبوعہ شبیر برادرز، لاہور)

ثم قراءة القرآن وإهداءها له تطوعًا بغير أجرة يصل إليه. وأما لو أوصى بأن يعطي شيء من ماله لمن يقرأ القرآن على قبره. فالوصية باطلة؛ لأن فيه معنى الأجرة. كذا في اختيار.

(شرح الفقه الأكبر للملا علي القاري ،ص :197، دار الكتب العلمية بيروت. كذا في الاختيار لتعليل المختار ، باب فيمن أوصى لجيرانه 551/2. مكتبة حقانية پشاور)

ایصالِ ثواب کے لئے تلاوتِ قرآن پر اُجرت لینا شرعاً ممنوع ہے۔۔۔۔۔ اور آیت کا ختم اگر ایصالِ ثواب کے لئے کرایا جائے، تو اس کا بھی یہی حکم ہو گا۔(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند 1/110 قدیم، کفایت المفتی 3/262، فتاویٰ رشیدیہ 517، امداد الفتاویٰ 1/475، احسن الفتاویٰ 3/515)

2 ۔ وأما صدقة التطوع فيجوز صرفها إلى الغني، لأنها تجري مجرى الهبة. (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ،فصل الذي يرجع إلى المؤدى إليه،47/2، دار الكتب العلمية)

اگر نذو منت کی چیزیں ہوں تو تونگروں کو کھانا درست نہیں۔ (1)

صدقہ واجبہ، زکوٰۃ، فطرہ وغیرہ غنی پر حرام ہے اور میت کی طرف سے جو

صدقہ ہو غنی کو نہ دے نہ لے مردے کا کھانا صرف فقراء کے لئے ہے۔ (2)

سوال: ثواب رسانی کے لئے اور کوئی کام بھی کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: ہاں ضرور کر سکتے ہیں، مثلاً مسجد، مدرسہ، مسافر خانہ بنانا، باؤلی کھدوانا، اس کی مرمت کرانا، غریب کی شادی کرنا یا اس کا قرض ادا کرنا، غریب مسافر کا کفن دفن کرنا،

---

[1] ۔ أما في المنذورة فلا يأكل الناذر سواء كان معسرا أو موسرا. (البناية شرح الهداية، الأكل من الأضحية، 51/12، دار الكتب العلمية بيروت، لبنان)

[2] ۔ مردے کا کھانا صرف فقراء کے لئے ہو عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں یہ منع ہے غنی نہ کھائے کما فی فتح القدیر و مجمع البرکات۔ (فتاویٰ رضویہ 4/162، قدیم)

لا يجوز دفع الزكاة إلى من يملك نصاباً أي مال كان دنانير أو دراهم أو سوائم أو عروضاً للتجارة أو لغير التجارة فاضلاً عن حاجته في جميع السنة. هكذا في الزاهدي، والشرط أن يكون فاضلاً عن حاجته الأصلية، وهي مسكنه، وأثاث مسكنه وثيابه وخادمه، ومركبه وسلاحه، ولا يشترط النماء إذ هو شرط وجوب الزكاة لا الحرمان، كذا في الكافي. ويجوز دفعها إلى من يملك أقل من النصاب، وإن كان صحيحاً مكتسباً، كذا في الزاهدي. ....ولا يدفع إلى بني هاشم، وهم آل علي وآل عباس وآل جعفر وآل عقيل وآل الحارث بن عبد المطلب، كذا في الهداية، ويجوز الدفع إلى من عداهم من بني هاشم كذرية أبي لهب، لأنهم لم يناصروا النبي صلى الله عليه وسلم، كذا في السراج الوهاج. هذا في الواجبات كالزكاة والنذر والعشر والكفارة، فأما التطوع فيجوز الصرف إليهم، كذا في الكافي.

(الفتاویٰ الهندیه، باب المصرف، كتاب الزكاة، 189/1 ط: رشيديه)

قرآن مجید اور دینی کتب خرید کر مفت تقسیم کرنا وغیرہ ایسے نیک کاموں میں مدد کرکے اس کا ثواب پہنچائیں تو دین اور دنیا کا دگنا نفع اور ہمیشہ کا ثواب ملتا رہے گا.[1]

سوال: سود، سیندھی، شراب، گانجہ وغیرہ کے معاملہ سے یا جھوٹ چوری مکر و فریب کی کمائی سے خیرات کرکے فاتحہ دینا کیسا ہے؟

جواب: قرآن و حدیث سے ایسا معاملہ اور کمائی سخت حرام ہے اور حرام چیز خیرات کر کے ثواب کی امید رکھنا کفر ہے تو فاتحہ کیسے ہو گی ثواب پہنچانا خدا کے اختیار میں ہے اللہ تعالیٰ کا ایسی غلیظ چیزوں کا پسند کرنا عقل سے بعید ہے یوں سمجھو کہ سڑی گلی، گندی، بدبودار کیڑے بھری ہوئی چیزیں بطور تحفہ کسی بادشاہ کو دیں تو کیا وہ قبول کرے گا؟ خوش ہو گا؟ ہرگز خوش نہ ہو گا! بلکہ اس نالائق بے ادب کو سزا دے گا جیل میں ڈالے گا اسی طرح کمائی سے بزرگان دین کے فاتحہ کرنے والے بے تمیز نادان، گناہ گار ہو کر عذاب کے مستحق ہوں گے جاہل لوگ گمراہی کو اسلام، اندھے کو اجالا، سانپ کو مچھلی سمجھے ہوئے ہیں.[2]

---

[1] - "والأصل فيه أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاةً أو صوماً أو صدقةً أو قراءة قرآن أو ذكراً أو حجاً أو غير ذلك عند أصحابنا بالكتاب والسنة".

(البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، 63/3، ط: دار الكتاب الاسلامي)

[2] - قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " ما تصدق أحد بصدقة من طيب، ولا يقبل الله إلا الطيب.(مسند الامام احمد بن حنبل، مسند ابی هريرة، 551/16، رقم: 10945، ط: مؤسسة الرساله بيروت)

سوال: رجب کندوری میں کھیر پوری سے کنڈے بھرنا، گھر سے باہر نہ لے جانا اور دولت مند ہونے کی نیت سے فاتحہ کے وقت لکڑہارے کی کہانی پڑھنا پڑھانا کیسا ہے؟

جواب: کنڈے بھرنے کی رسم کی ضرورت نہیں، یہ کھیر، پوری گھر سے باہر تو کیا دوسرے شہروں کو بھی لے جاسکتے ہیں، باہر نہ لے جانا باہر کے غرباء کو نہ دینے کا بخیلی بہانہ ہے اور لکڑہارے کی کہانی سراپا جھوٹ، بے سند، کنڈے ہضم کرنے والوں کی بنائی ہوئی ہے اس جھوٹے قصے کو لکھنے والے نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرکے شرمندگی سے کتاب میں اپنا نام نہیں بتایا فاتحہ کے وقت اس جھوٹے قصے کو اعتقاد سے پڑھنا بالکل لغو اور فساد عقیدہ قابل ترک بدعت ہے جو لوگ اپنے خیال خام سے پڑھتے ہیں ان کو خزانہ ملنا تو کیا خواب میں بھی نظر نہ آیا اور نہ آئے گا.[1]

في القنية لو كان الخبيث نصابا لا يلزمه الزكاة؛ لأن الكل واجب التصدق عليه فلا يفيد إيجاب التصدق ببعضه.

(رد المحتار على الدر المختار، باب زكاة الغنم، 291/2، دار الفكر بيروت)

(وقال في الدر) إنما يكفر إذا تصدق بالحرام القطعي (وقال في الرد تحته) رجل دفع إلى فقير من المال الحرام شيئا يرجو به الثواب يكفر.

(رد المحتار على الدر المختار، باب زكاة الغنم، 291/2، دار الفكر بيروت)

[1] ۔ فيعم النهي كل ما هو من مقولة الظلم والمعاصي، ويندرج فيه النهي عن التعاون على الاعتداء والانتقام. وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما وأبي العالية أنهما فسرا الإثم بترك ما أمرهم به وارتكاب ما نهاهم عنه. والعدوان بمجاوزة ما حده سبحانه لعباده في دينهم وفرضه عليهم في أنفسهم.

اہم سوال: نماز جنازہ ہوتے ہی اور قبرستان سے چالیس قدم پر اور شکرانہ میں چولی بنگڑی کے طبقوں پر اور نکاح کی دعا کے بعد اور جمعہ میں اخیر سنت کے بعد اور عیدین میں خطبہ کے بعد جماعت کے ساتھ فاتحہ پڑھنا اور نہ پڑھنے والوں کو برا سمجھنا کیسا ہے؟

جواب: ان موقعوں پر جماعت کے ساتھ فاتحہ پڑھنا رسول خدا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ سے اور صحابہ کرام سے یا حضرت امام اعظمؒ سے یا سردار اولیاء حضرت محبوب سبحانیؒ

(روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني،230/3، ط: دار الكتب العلمية بيروت)

حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کونڈوں کی مروجہ رسم مذہب اہلِ سنت والجماعت میں محض بے اصل، خلافِ شرع اور بدعتِ ممنوعہ ہے کیوں کہ بائیسویں رجب نہ حضرت اِمام جعفر صادق رحمہ اللہ علیہ کی تاریخ پیدائش ہے اور نہ تاریخ وفات، حضرت اِمام جعفر صادق رحمہ اللہ علیہ کی وِلادت 8 رمضان 80ھ یا 83ھ میں ہوئی اور وفات شوال 148ھ میں ہوئی پھر بائیسویں رجب کی تخصیص کیا ہے اور اِس تاریخ کو حضرت اِمام جعفر صادق رحمہ اللہ علیہ سے کیا خاص مناسبت ہے؟ ہاں بائیسویں رجب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاریخِ وفات ہے (دیکھو تاریخ طبرانی ذکرِ وفاتِ معاویہ) اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اِس رسم کو محض پردہ پوشی کے لیے حضرت اِمام جعفر صادق کی طرف منسوب کیا گیا ور نہ دَر حقیقت یہ تقریب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں منائی جاتی ہے، جس وقت یہ رسم اِیجاد ہوئی اہلِ سنت والجماعت کا غلبہ تھا اِس لیے یہ اہتمام کیا گیا کہ شیرینی بطورِ حصہ اِعلانیہ نہ تقسیم کی جائے، تاکہ راز فاش نہ ہو، بلکہ دُشمنانِ حضرت معاویہ خاموشی کے ساتھ ایک دُوسرے کے یہاں جاکر اُسی جگہ یہ شرینی کھالیں جہاں اُس کو رکھا گیا ہے اور اِس طرح اپنی خوشی و مسرت ایک دُوسرے پر ظاہر کریں، جب کچھ اِس کا چرچا ہوا تو اِس کو حضرت اِمام جعفر صادق رحمہ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرکے یہ تہمت اِمام موصوف پر لگائی کہ اُنہوں نے خود خاص اِس تاریخ میں اپنی فاتحہ کا حکم دیا ہے، حال آں کہ یہ سب من گھڑت باتیں ہیں، لہٰذا برادرانِ اہلِ سنت کو اِس رسم سے بہت دُور رہنا چاہیے، نہ خود اِس رسم کو بجالائیں اور نہ اِس میں شرکت کریں. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم.

(فتاوٰی محمودیہ، باب البدعات والرسوم، 3/ 282،281 ط: ادارۃ الفاروق کراچی)

سے ثابت نہیں ہے یہ باتیں مستحب تک نہیں اگر مستحب ہوتیں تو ہر ایک فقہ کی کتاب میں جمعہ، عیدین نکاح وغیرہ کے بیان میں ضرور لکھتے، مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ میں یہ عمل نہیں ہے، ہندوستان میں بھی صرف بے عملوں میں رواج ہے جمعہ، خطبہ عیدین و نکاح کے اخیر میں اور ہر نماز میں تشہد درود ابراہیم، دعاء ماثورہ میں شریعت کی مقرر کردہ ثواب رسانی فاتحہ خوانی ہمیشہ ہوا کرتی ہے اور نماز جنازہ میں دعا ہی دعا ہے پھر ان وقتوں میں دوبارہ جماعت کے ساتھ فاتحہ پڑھنے کا مسئلہ معتبر کتب میں نہیں ہے.

اور شادی یا نکاح سے پہلے شکرانہ کی رسم بے سند ہے اس میں فاتحہ پڑھنا اور بھی اضافہ ہے اسی طرح تجہیز و تکفین کے بعد چالیس قدم پر یا گھر پر فاتحہ پڑھنا بے سند ہے اسی لئے ایسی بے سند خلاف شرع باتوں کو رواج دینا بدعت ہے فساد دین ہے قابل ترک ہے اور ایسی بدعت کی فاتحہ نہ پڑھنے والے حق پر ہیں، ان کو برا کہنا بڑی نادانی اور بے انصافی ہے ملاحظہ ہو کتاب "دلیل الخیرات فی ترک المنکرات" مصنفہ مفتی کفایت اللہؒ.(1)

---

[1] ۔ مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" قرآن مجید افضل الاذکار اور اس کی تلاوت افضل الاشغال ہے اور تلاوت قرآن مجدی فردا فردا یا اتفاقیہ اجتماع کے ساتھ کرنا جائز ہے اور اگر تعلیم قرآن مجید مقصود ہو خواہ الفاظ سکھانا مقصود یا تجوید یا معانی و مطالب قرآنیہ تو اجتماع کا اہتمام کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں کہ روزانہ یا دوسرے روز یا ہفتہ میں ایک بار مثلا سکھانے والا لوگوں کو جمع کر کے سکھا دیا کرے جیسا کہ سلفا و خلفا تعلیم قرآن کی مجالس قائم کرنا مسلمانوں کا معمول ہے لیکن اگر تعلیم مقصود نہ ہو بلکہ محض تلاوت بقصد قربت و بہ نیت مثوبت مقصود ہے تو اس کے لیے اہتمام کرنا اور مجلس منعقد کرنا شریعت سے ثابت نہیں پھر اس کے اندار اور شرائط و قیود کا اضافہ بھی ہو تو بدعت ہو جائے گا جب کہ محض تلاوت قرآن مجید کا ثواب حاصل کرنا ہو تو اس کے لئے بہترین صورت یہ ہے کہ تنہا اپنے حضور قلب کے اوقات میں جس قدر بخشوع و دل بستگی کر

اھم سوال: کیا خاص کر جمعہ کی اخیر سنت کے بعد بڑی جماعت کے ساتھ دعا کرنا اور فاتحہ پڑھنا ثواب کا کام ہے ؟ پڑھنے میں کیا نقصان ہے ؟ اور نہ پڑھنے والوں پر لعنت ملامت کرنا کیسا ہے ؟

جواب: خوب سمجھ لیں شریعت میں جو احکام مقرر ہو چکے ہیں اس میں بڑھانے گھٹانے کا کسی کو اختیار نہیں پیغمبر خدا ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور لاکھوں صحابہ جو عاشقان ثواب تھے اور ثواب کے کام میں اپنی جانیں قربان کر دیتے تھے وہ بزرگان دین جماعت کے ساتھ ایسی دعا اور فاتحہ کبھی نہ پڑھتے تھے اور نہ حکم دیتے تھے ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور سردار اولیاء حضرت محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نہ پڑھی ہے اور نہ ان کتابوں میں لکھی ہے پھر ہم کس کھیت کی مولی ہیں ؟ جو بزرگان دین کی غلطی کو صحیح کرنے اور ان سے بڑھ کر ثواب کمانے کے لئے یہ بدعتی دعا اور فاتحہ جماعت کے ساتھ پڑھنے کو بڑا فرض اور ایمان واسلام کی روح سمجھتے ہیں.

افسوس! ہماری الٹی عقل اور گندی سمجھ پر، چھوٹا منہ بڑی بات بکتے ہیں بدعت سے بچنے

سکے کر لیا کرے کہ یہی طریقہ سلف صالحین یعنی صحابہ کرام اور حضرات تابعین وائمہ مجتہدین کا طریقہ تھا" والخیر کله في اتباعهم "یعنی بھلائی تمام کی تمام انہیں حضرات کے اتباع میں ہے۔۔۔الخ"

(کفایت المفتی، الحظر والاباحہ ج نمبر 9 ص نمبر 54، دار الاشاعت)

عن عائشة، قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا ما ليس منه فهو رد.

(مسند الامام احمد بن حنبل، مسند الصديقه، 157/43، رقم: 26033، مؤسسة الرسالة)

والے حق پرستوں پر لعن طعن کر کے خود لعنتی ہوتے ہیں حدود شرع کے خلاف ثواب کا کام کرنا بھی درست نہیں ہے مثلاً: صبح کی دو رکعت فرض نماز کی جگہ چار یا عشاء وغیرہ میں چار کی جگہ چھ پڑھنا، عید الفطر، عید الاضحیٰ اور تشریق کے دنوں میں ثواب سمجھ کر روزہ رکھنا خلاف شرع ہونے سے حرام اور گناہ ہے، اسی طرح جمعہ کی اخیر سنت کے بعد جماعت کے ساتھ دعا اور فاتحہ خوانی کو دین میں داخل کرنا زیادتی اور زبردستی ہے جمعہ کی فرض نماز مسجد میں پڑھے یا گھر میں اختیار ہے جیسا کہ تعلق نہیں رہتا، سنت نماز مسجد میں پڑھے یا گھر میں اختیار ہے جیسا کہ پیغمبر ﷺ اور اکثر صحابہ کا عمل تھا یعنی جمعہ کی فرض نماز کی دعا ہوتے ہی فوراً گھروں میں جا کر سنت پڑھتے تھے۔[1]

اس لئے جمعہ کی اخیر سنت کے بعد دعا کرنے اور فاتحہ پڑھنے کے لئے مسجد کے متولی ممبر وغیرہ کا پیش امام کو مجبور کرنا اور جماعت کو روک رکھنا اور پیش امام کا دعا اور الفاتحہ پڑھنا

---

[1] ۔ الأفضل في السنن والنوافل المنزل لقوله عليه السلام صلاة الرجل في المنزل أفضل إلا المكتوبة

(الفتاویٰ الهندیه، کتاب الصلوۃ، الباب التاسع فی النوافل جلد 1 ص: 113 ط: دار الفکر)

(قوله والأفضل في النفل إلخ) شمل ما بعد الفريضة وما قبلها لحديث الصحيحين "عليكم الصلاة في بيوتكم فإن خير صلاة المرء في بيته إلا المكتوبة وأخرج أبو داود صلاة المرء في بيته أفضل من صلاته في مسجدي هذا إلا المكتوبة "وتمامه في شرح المنية، وحيث كان هذا أفضل يراعى ما لم يلزم منه خوف شغل عنها لو ذهب لبيته، أو كان في بيته ما يشغل باله ويقلل خشوعه، فيصليها حينئذ في المسجد لأن اعتبار الخشوع أرجح".

(الدر المختار مع الرد، کتاب الصلوۃ، باب الوتر و النوافل جلد 2 ص، 22 ط: دار الفکر)

خلاف سنت اور بدعت ہونے کی وجہ سے سخت منع ہے جائز نہیں اور نہ پڑھنے والوں کو برا کہنا جہالت، شرارت، فساد، ظلم اور گناہ ہے.[1]

اس کی تفصیل دیکھنا چاہیں تو مدرسہ امینیہ دہلی کے صدر مدرس مولانا مولوی مفتی اعظم حضرت محمد کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "النفائس المرغوبه فی الدعاء بعد المکتوبه" منگوا کر دیکھیں جن میں ہندوستان، پاکستان، کشمیر، بریلی، رنگون، حیدر آباد، مکہ معظمہ وغیرہ کے سینکڑوں علماء کرام کے فتوے درج ہیں، ہر مسجد میں رکھنے کے قابل ہے

---

[1] ۔ ورحم الله طائفة من المبتدعة في بعض أقطار الهند حيث واظبوا على أن الإمام ومن معه يقومون بعد المكتوبة بعد قرائتهم اللهم أنت السلام ومنك السلام الخ ثم إذا فرغوا من فعل السنن والنوافل يدعوالإمام عقب الفاتحة جهراً بدعاء مرةً ثانيةً والمقتدون يؤمنون على ذلك وقدجرى العمل منهم بذلك على سبيل الالتزام والدوام حتى أن بعض العوام اعتقدوا أن الدعاء بعد السنن والنوافل باجتماع الإمام والمأمومين ضروري واجب حتى أنهم إذا وجدوا من الإمام تاخيراً لأجل اشتغاله بطويل السنن والنوافل اعترضوا عليه قائلين: إنا منتظرون للدعاء ثانياً وهو يطيل صلاته وحتى أن متولي المساجد يجبرون الإمام الموظف على ترويج هذا الدعاء المذكور بعد السنن والنوافل على سبيل الالتزام، ومن لم يرض بذلك يعزلونه عن الإمامة و يطعنونه و لايصلون خلف من لايصنع بمثل صنيعهم، وأيم الله! أن هذا أمر محدث في الدين ... و أيضاً ففي ذلك من الحرج ما لايخفى وأيضاً فقد مرّ أن المندوب ينقلب مكروهاً إذا رفع عن رتبته لأن التيمن مستحب في كل شيء من أمور العبادات لكن لماخشى ابن مسعود أن يعتقدوا وجوبه أشار إلى كراهته. فكيف بمن أصرّ على بدعة أو منكر؟... كان ذلك بدعة في الدين محرمة.

(اعلاء السنن، 205/3، ط: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

اور اس مسئلہ کے متعلق ادارہ اہلسنت والجماعت کمان سلطان شاہی حیدر آباد دکن نے رسالہ "مروجہ فاتحہ "اور "مروجہ بدعات "طبع کرایاہے مفت منگوا کر ملاحظہ فرمائیں اور خطبہ میں حضور انور ﷺ کا اسم مبارک سن کر آواز سے درود پڑھنا انگلیاں چومنا وغیرہ منع ہے ، خطبات حنفیہ اور معتبر کتب فقہ سے تحقیق کر لیں اور پیغمبر ﷺ کی حدیثوں کا ضرور خیال رکھیں کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے اس لئے ہمیشہ بدعت سے بچتے رہو اللہ تعالیٰ سے دلی دعاہے کہ ہم سب کو شریعت میں ردوبدل کرنے کے گناہ سے بچنے اور حق پر چلنے کی نیک توفیق عطا فرمائے.(آمین)[1]

---

[1] ۔ اذان کے وقت انگوٹھے چومنے اور آنکھوں سے لگانے کی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے اور نہ ہی نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس میں اور بعد کے خیر القرون میں اس کا ثبوت ملتاہے،اسی وجہ سے اس عمل کو بعد والے علماء نے ناجائز اور بدعت بتایاہے، اور جن احادیث سے اس بارے میں استدلال کیاجاتاہے ان کے بارے میں محدثین کا اتفاق ہے کہ وہ سب موضوع (من گھڑت) یاانتہائی ضعیف ہیں جیسا کہ امام جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں:

"الأحاديث التي رويت في تقبيل الأنامل و جعلها على العينين عند سماع اسمه صلى الله عليه و سلّم من المؤذّن في كلمة الشهادة كلّها موضوعًا". (موسوعة الفرق المنتسبة للإسلام ،409/8)

(ترجمہ) وہ حدیثیں جن میں مؤذن سے کلمہ شہادت میں آپ ﷺ کا نام سنتے وقت انگلیاں چومنے اور آنکھوں پر رکھنے کا حکم آیاہے وہ سب کی سب موضوع اور جعلی ہیں.

مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ اس بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"آنحضرت ﷺ کا نامِ نامی سننے پر ابہام کو چومنا اور آنکھوں سے لگانا سنت نہیں ہے، حضور ﷺ نے کوئی ایسا حکم نہیں دیااور نہ صحابہ کرامؓ سے یہ عمل درآمد ہوا،ہاں "مسند فردوس دیلمی" سے ایک روایت اس کے متعلق نقل کی گئی ہے،وہ روایت ضعیف ہے، بعض بزرگوں نے اس عمل کو آنکھیں نہ دکھنے کے لیے مؤثر بتایاہے تو اگر کوئی شخص اس کو سنت نہ

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کا فتویٰ:

جمعہ میں سنن ونوافل سے فارغ ہو کر امام کا جماعت کے ساتھ فاتحہ پڑھنا دعا مانگنا کہیں منقول نہیں لہذا یہ طریقہ قابل ترک ہے.[1] فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ، محمد امجد علی اعظمی رضوی، ابو المظفر محمد اسماعیل.[2]

سنبھل کا فتویٰ:

لوگوں کو جمع کر کے بار بار فاتحہ پڑھنا اور اس کو ضروری سمجھنا اور تارک پر ملامت کرنا جہالت اور بدعت ہے جو بات خیر القرون میں موجود نہیں اپنی طرف سے ایجاد کرنا زیادتی فی الدین ہے اس میں ہر گز برکت اور ثواب نہیں.[3] کتبہ: سید احمد عفی عنہ[4]

سمجھے اور آنکھوں کے نہ دکھنے کے لیے بطور ایک علاج کے عمل کرے تو اس کے لیے فی نفسہ یہ عمل مباح ہو گا، مگر لوگ اس کو شرعی چیز اور سنت سمجھ کر کرتے ہیں؛ اس لیے اس کو ترک کر دینا ہی بہتر ہے؛ تا کہ لوگ التباس میں مبتلا نہ ہوں" (کفایت المفتی، ج:2 ص:166، ط: دار الاشاعت کراچی)

1 - سكت عليه المصنف و فى اسناده ضعف شديد فان فيه الحسين البلغى قال الحاكم كثير المناكير و حدث عن اقوام لا يحتمل سنه السماع منهم۔

(فيض القدير : ج 6 ص 251 ط دار الكتب العلميه بيروت و التنوير شرح الجامع الصغير : 362/10 حديث نمبر 8936، ط ، دار السلام ، رياض)

2 - النفائس المرغوبة فى حكم الدعا بعد المكتوبة ، ص:46

3 - ويستحب أن يقال لصاحب التعزية: غفر الله تعالى لميتك وتجاوز عنه وتغمده برحمته ورزقك الصبر على مصيبته وآجرك على موته، كذا في المضمرات ناقلا عن الحجة.

(الفتاویٰ الهندية، الفصل السابع في الشهيد، 167/1، ط: دار الفكر بيروت)

4 - دليل الخيرات فى ترک المنکرات، ص 91، ط: مکتبۃ البشریٰ کراچی.

بریلی اشاعت العلوم کا فتویٰ:

جمعہ میں سنن ونوافل کے بعد بہیئت اجتماعی امام ومقتدی کا دعا کرنا فاتحہ پڑھنا حدیث وفقہ سے ثابت نہیں ہے بعض دیار میں جہال نے یہ فعل جو اختیار کیا ہے بدعت ہے اس سے اجتناب ضروری ہے، واللہ اعلم بالصواب [1]

حیدر آباد دکن کا فتویٰ:

فرض نماز کا دعا کے ساتھ یا سنن ونوافل کے بعد امام مقتدی کا دعا کرنا فاتحہ پڑھنا احادیث وفقہ سے کہیں ثابت نہیں ہے، یہ امور محدثہ ہیں ان کا ضروری سمجھنا خلاف شرع ہے.

محمد اعزاز علی غفرلہ مقیم حیدر آباد، محمد علی حیدر آبادی، عبدالفضل عفی عنہ مونگیری، سید محمد مناظر احسن گیلانی، بندہ سید عبداللہ میمنہ الحنفی غفرلہ مدرسہ دارالعلوم بلدہ سرکار عالی. [2]

سوال: قبروں کی زیارت کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: کیسے کیسے نیک وبد لوگ کیا ہوئے ہیں عبرت حاصل کرنے اور اپنی مغفرت اور مردوں کو ثواب رسانی کے لئے مردوں کو قبرستان میں جانا درست بلکہ مستحب ہے عورتوں کا قبرستان میں جانا سخت منع ہے دہلی کے بادشاہ فیروز شاہ پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں کہ اس نے قانون کے ذریعہ عورتوں کو مزاروں پر جانے سے روک دیا تھا.

---

[1] ۔ النفائس المرغوبہ فی حکم الدعاء بعد المکتوبۃ، ص 40،41

[2] ۔ النفائس المرغوبہ فی حکم الدعاء بعد المکتوبۃ، ص ، 58

(ملاحظہ ہو "رجحانات سلاطین دہلی" مطبوعہ ندوۃ المصنفین)[1]

سوال: مرد ہو یا عورت اولیاء اللہ کی قبروں کو بوسہ دینا، قبروں کا طواف کرنا، تعظیماً قبر کو سجدہ کرنا حنفی مذہب میں جائز ہے یا نہیں؟

جواب: عورتوں کو مزارات اولیاء یا عام قبروں پر جانے کی سخت ممانعت ہے قبر کو بوسہ دینا منع ہے، کعبہ شریف کے سوا کسی مقام کا طواف کرنا ہرگز جائز نہیں.[2]

---

[1] - (قوله وبزيارة القبور) أي لا بأس بها، بل تندب كما في البحر عن المجتبى، فكان ينبغي التصريح به للأمر بها في الحديث المذكور كما في الإمداد، وتزار في كل أسبوع كما في مختارات النوازل. قال في شرح لباب المناسك إلا أن الأفضل يوم الجمعة والسبت والاثنين والخميس.
(ردالمحتار على الدر المختار، مطلب فى زيارة القبور، 242/2، ط: دار الفكر بيروت)

[2] - مولانا احمد رضا خان فتاویٰ رضویہ میں عورتوں کے قبرستان جانے کے متعلق فرماتے ہیں: "اصح یہ ہے کہ عورتوں کو قبروں پر جانے کی اجازت نہیں". (فتاویٰ رضویہ، جلد 9، صفحہ 537، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(قوله وقيل تحرم على النساء إلخ) قال الرملي أما النساء إذا أردن زيارة القبور إن كان ذلك لتجديد الحزن والبكاء والندب على ما جرت به عادتهن فلا تجوز لهن الزيارة، وعليه حمل الحديث "لعن الله زائرات القبور" وإن كان للاعتبار والترحم والتبرك بزيارة قبور الصالحين فلا بأس إذا كن عجائز ويكره إذا كن شواب كحضور الجماعة في المساجد. (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، الصلاة علي الميت في المسجد، 210/2، دار الكتاب الإسلامي)

قوله: "للرجال" ويقصدون بزيارتها وجه الله تعالى وإصلاح القلب ونفع الميت بما يتلى عنده من القرآن ولا يمس القبر ولا يقبله فإنه من عادة أهل الكتاب ولم يعهد الاستلام إلا للحجر الأسود والركن اليماني خاصة وتمامه في الحلبي. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، فصل فى زيارة القبور، 620/1، ط: دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

"تعظیم سے کسی کو سجدہ کرنا حرام ہے اگر بقصد عبادت ہو تو سجدہ کرنے والا کافر ہو جاتا ہے". (1)

فی شرح المناسک لملا علی القاری ولا یطوف ای و لا یدور حول البقعة الشریفة لان الطواف من مختصات الکعبة المنیفة فیحرم حول قبور الانبیاء و الاولیاء ۔۔ الخ.

(المسلک المنقسط فی المنسک المتوسط علی لباب المناسک المعروف بمناسک ملاعلی قاری، فصل ولیغتنم أیام مقامه بالمدینة المشرفة ص ,291ط: المطبعة المیریة مکة المکرمة)

[1] ۔ مزار کو نہ ہاتھ لگائے نہ بوسہ دے اور طواف بالاتفاق ناجائز ہے اور سجدہ حرام. (فتاویٰ رضویہ، 9/522، قدیم)

نیز فتاویٰ رضویہ میں ہے: غیرِ خدا کو سجدۂ عبادت شرک ہے سجدۂ تعظیمی شرک نہیں مگر حرام ہے گناہِ کبیرہ ہے مُتواتِر حدیثیں اور مُتواتِر نُصوصِ فقہیہ سے اس کی حُرمت ثابت ہے، ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تحرِیم پر چالیس حدیثیں روایت کیں اور نُصوصِ فقہیہ کی گنتی نہیں، فتاویٰ عزیزیہ میں ہے کہ اس کی حُرمت پر اجماعِ اُمّت ہے.

(فتاویٰ رضویہ، ج22، ص565 قدیم)

والسجدة حرام لغیرہ سبحانه.

(شرح فقه اکبر ص230، والسجدة حرام الخ، رحیمیه دیوبند)

قال البیضاوی لماکانت الیهود والنصاری یسجدون لقبور الانبیاء تعظیماً لشانهم ویجعلونها قبلة یتوجهو ن فی الصلاة نحوها واتخذوها اوثاناً لعنهم النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ومنع المسلمین عن مثل ذلک.

(ارشاد الساری، 479/3، کتاب الجنائز، باب بناء المسجد علی القبر، مطبوعه دار الفکر بیروت)

مسئلہ سجدہ کردن بسوئے قبور انبیاء واولیاء وطواف گرد قبور کردن ودعا از آنہا خواستن ونذر برائے آنہا قبول کردن حرام است بلکہ چیزہا ازاں بکفر می رساند.

(مالابدمنہ، ص76 کتاب الجنائز، فصل زیارۃ قبور، مطبوعہ ہمہ رنگ کتاب گھر دیوبند)

سوال: جہاں کسی ولی شہید کی میت دفن ہو وہاں ان کے نام سے قبر، چبوترا، سواری، تعزیہ بنانا، گوم، جھنڈا، پنجہ کھڑا کر کے زیارت گاہ مقرر کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: ہر گز ہر گز جائز نہیں اگر جائز ہوتا تو ہر جگی مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی نقلیں اتار کر حج اور زیارت ادا کر لیتے ایسا کرنا سخت حرام ہے پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

جس قبر میں میت دفن نہ ہو اس نقلی قبر کی زیارت کرنے والا مردود و مطعون ہے۔[1]

بمبئی کے رسالہ "تنبیه المضلین" میں" نصاب الاحتساب "اور" مجالس الابرار" وغیرہ مستند کتب سے لکھا ہے کہ جھوٹی قبر، تعزیہ وغیرہ بنانا ایسے بت خانے کی زیارت کرنا اس پر فاتحہ پڑھنا حرام ہے۔[2]

---

[1] ۔ لعن الله من زار بلا مزار. (فتاویٰ عزیزیه ، 144/1)

[2] ۔ مولانا احمد رضا خان لکھتے ہیں: فرضی مزار بنانا اور اس کے ساتھ اصل کا سا معاملہ کرنا ناجائز و بدعت ہے اور خواب کی باتیں خلاف شرع امور میں مسموع نہیں ہو سکتی. (فتاویٰ رضویہ جدید جلد 9 ص 425، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

"از جملہ بدعات رفضہ کہ در دیار ہندوستان اشتہار تمام یافتہ ماتم داری و تعزیہ سازی ست در ماہ محرم بزعم محبت حضرت حسنین رضی اللہ عنہما... این بدعات چند چیز ست اول ساختن نقل قبور و مقبرہ و علم وسدہ وغیرہ ہا وان معنی بالبداہت از قبیل بت سازی و بت پرستی ست۔"

(صراط مستقیم ص 59، از سید احمد شاہ بریلویؒ)

ویکره للرجل تسوید الثیاب وتمزیقه للتعزیة ولا بأس بالتسوید للنساء وأما تسوید الخدود والأیدي وشق الجیوب وخدش الوجوه ونشر الشعور ونثر التراب علی الرأس والضرب علی الفخذ والصدر وإیقاد النار علی رأس القبور فکلها من رسوم الجاهلیة والباطل

اور "الفاروق" مصنفہ علامہ شبلیؒ میں لکھا ہے کہ:

ایک دفعہ پیغمبر ﷺ نے ایک درخت کے نیچے چند صحابہ سے جہاد کی بیعت لی تھی جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے اس درخت کو برکت والا سمجھ کر بعض لوگ اس کی زیارت کو آئے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر اس جھاڑ کو جڑ سے کٹوادیا.[1]

افسوس ہے کہ ہم لوگ جھنڈے کا جھاڑ مقرر کر کے اس کی پوجا پرستش کرتے ہیں، لوگ

والغرور. (الفتاوى التاتار خانية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني والثلاثون، فصل فى التعزية، 94/3، رقم: 3004، مكتبه زكريا ديوبند)

تعزیہ داری در عشرہ محرم یا غیر آن، وساختن ضرائح، وصورت قبور وعلم تیار کردن دُلدل وغیرہ ذلک این ہمہ امور بدعت است کی قرن اول بودنہ در قرن ثانی، نہ در قرن ثالث.

(مجموعۃ الفتاویٰ علی ھامش خلاصۃ الفتاویٰ 4/344، ط: امجد اکیڈمی لاہور)

[1] ـ أخبرنا عبد الوهاب بن عطاء. أخبرنا عبد الله بن عون عن نافع قال: كان الناس يأتون الشجرة التي يقال لها شجرة الرضوان فيصلون عندها. قال: فبلغ ذلك عمر بن الخطاب فأوعدهم فيها وأمر بها فقطعت. (الطبقات الكبرى، 76/2، دار الكتب العلميه بيروت)

أمر عمر بن الخطاب بقطع الشجرة التي بويع تحتها النبي صلى الله عليه وسلم ، فقطعها لأن الناس كانوا يذهبون فيصلون تحتها ، فخاف عليهم الفتنة قال عيسى بن يونس: وهو عندنا من حديث ابن عون ، عن نافع أن الناس كانوا يأتون الشجرة ، فقطعها عمر .

(البدع والنهي عنها، لابى عبد الله محمد بن وضاح بن بزيع المرواني القرطبي، ما جاء في اتباع الآثار، 88/2، رقم : 102، ط: مكتبة ابن تيمية، القاهرة مصر)

تجارت زراعت وغیرہ دنیا کے کام کاج بڑی عقل مندی اور ہوشیاری سے کرتے ہیں یہاں تک کہ مٹی کی ہانڈی بھی ٹھونک بجا کر لیتے ہیں تاکہ ذرا بھی نقصان نہ ہونے پائے، مگر اسلام بگڑے یا ایمان جائے ! دین کے کام بغیر سوچے سمجھے نفس و شیطان جیسا چاہے ویسا کرتے ہیں قیامت میں اس کی خوب خبر لی جائے گی، اللہ بچائے.

سوال: عرس محرم میں ولیوں، شہیدوں کے نام سے تعظیماً گوم، جھنڈے، پنجے کھڑے کرنا، تعزیہ، سواری، تابوت، چاندنی صندل وغیرہ، بیانڈ باجے سے گلی کوچوں میں پھرانا، ان کے روبرو شکر مٹھائی وغیرہ کی فاتحہ دینا دلانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ہرگز ہرگز درست نہیں، گانے بجانے کی برائی میں پیغمبر ﷺ کی بے شمار حدیثیں موجود ہیں حضرت محمد ﷺ فرماتے تھے:

"گانا بجانا شیطانی کام ہے میں گانے بجانے کے تمام آلات کو توڑ پھوڑ کر مٹا دینے آیا ہوں".[1]

چنانچہ ایسا ہی کرتے اور جلا دیتے تھے اب اسلام کی حفاظت کے ذمہ دار حضرات اور ہر مسجد کے اراکین ان شیطانی کاموں سے بچیں اور قوم کو بچائیں، مزامیر کی برائی کے خطبے سنا کریں، دین کو سنواریں ورنہ ہمارا اشمار دجالی زمرے میں ہوگا اور حضرت محبوب سبحانیؒ،

---

[1] ۔ عن علي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: بعثت بكسر المزامير۔۔۔الخ.
(كتاب الفوائد (الغيلانيات)، باب إحصاء الشهور ورؤية الهلال، 129/1، رقم: 84، ط: دار ابن الجوزى رياض السعوديه)

شاہ عبد العزیزؒ، شاہ عبد الحیؒ وغیرہ بڑے بڑے علماء دین اپنی کتب اور فتوؤں میں لکھتے ہیں کہ طبل، بیانڈ، باجے وغیرہ بجانا سخت حرام ہے مزامیر کے ساتھ خدا اور رسول ﷺ کی حمد و ثناء اشعار پڑھنا بھی حرام ہے۔ (1)

حضرت مبشر صاحب بنگنوری اور بریلوی حضرات نے بھی حرام لکھا ہے گراموفون اور ریڈیو کا گانا بجانا سننا بھی حرام ہے، سینما تو نیم برہنا تصاویر اور ناچ گانے بجانے وغیرہ گناہوں کا معجون مرکب ہے اسلام میں یہ سب سخت حرام ہیں، حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے۔ (2)

محفل نکاح، میلاد النبی ﷺ، یوم حسین رضی اللہ عنہ، وعظ وغیرہ کی مجلس میں خدا کی رحمت اور

---

[1] ـ وما يفعله متصوفة زماننا حرام لا يجوز القصد والجلوس إليه ومن قبلهم لم يفعل كذلك، وما نقل أنه عليه الصلاة والسلام سمع الشعر لم يدل على إباحة الغناء. ويجوز حمله على الشعر المباح المشتمل على الحكمة والوعظ. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الحظر والاباحة، 349/6، ط: دار الفكر بيروت)

[2] ـ لكن في شرح العقائد النسفية: استحلال المعصية كفر إذا ثبت كونها معصيةً بدليل قطعي، وعلى هذا تفرع ما ذكر في الفتاوى من أنه إذا اعتقد الحرام حلالاً، فإن كان حرمته لعينه و قد ثبت بدليل قطعي يكفر وإلا فلا، بأن تكون حرمته لغيره أو ثبت بدليل ظني. وبعضهم لم يفرق بين الحرام لعينه ولغيره، وقال: من استحلّ حرامًا قد علم في دين النبي عليه الصلاة والسلام تحريمه كنكاح المحارم فكافر. اهـ. قال شارحه المحقق ابن الغرس وهو التحقيق. وفائدة الخلاف تظهر في أكل مال الغير ظلمًا فإنه يكفر مستحلّه على أحد القولين. اهـ. وحاصله: أنّ شرط الكفر على القول الأول شيئان: قطعية الدليل، وكونه حرامًا لعينه. وعلى الثاني يشترط الشرط الأول فقط، وعلمت ترجيحه". فقط والله أعلم (رد المحتار على الدر المختار، مطلب استحلال المعصية كفر، 292/2، ط: دار الفكر بيروت)

رحمت کے فرشتے نازل ہوتے ہیں ایسی فضیلت اور برکت والی مجلسوں میں نادان لوگ فلمی گانے بجانے کے گراموفون ریکارڈ یا ریڈیو لگا کر مجلس کی بے حرمتی کا گناہ مول لیتے ہیں اور خدا کی رحمت و برکت اور ثواب سے محروم ہو جاتے ہیں، گھروں میں ریڈیو گراموفون کا گانا بجانا ماں، بہن کے خیال کو بگاڑتا ہے، خدا کے غصے کو بھڑکاتا ہے، مال و دولت کی برکتوں کو دور کر کے بلا اور مصیبتوں کو لاتا ہے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حلال و حرام کی تمیز عطاء فرمائے. (آمین)

بعض مجاور، مہتمم صاحبان عرس محرم کے اعلانی اشتہاروں میں قبروں کا طواف کرنے اور بیانڈ باجا آتش بازی کے ساتھ پنجے، جھنڈے، سواری، صندل وغیرہ کے جلوس کا گشت لگانے اور طبل و مزامیر کے ساتھ قوالی، گانے وغیرہ حرام کاموں میں شریک ہونے کی ترغیب دے کر قوم کو جہنم کا راستہ بتاتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان شیطانی کاموں سے بچائے.[1] (آمین)

---

[1] - عن أبي هريرة قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا تجعلوا بيوتكم قبورا، ولا تجعلوا قبري عيدا، وصلوا علي، فإن صلاتكم تبلغني حيث كنتم.

(ولا تجعلوا قبري عيدا) : هو واحد الأعياد، أي: لا تجعلوا زيارة قبري عيدا، أو لا تجعلوا قبري مظهر عيد، فإنه يوم لهو وسرور، وحال الزيارة خلاف ذلك، وقيل: محتمل أن يكون المراد الحث على كثرة زيارته، ولا يجعل كالعيد الذي لا يأتي في العام إلا مرتين.

قال الطيبي: نهاهم عن الاجتماع لها اجتماعهم للعيد نزهة وزينة، وكانت اليهود والنصارى تفعل ذلك بقبور أنبيائهم، فأورثهم الغفلة والقسوة، ومن عادة عبدة الأوثان أنهم لا

سوچنے کی باتیں

فاتحہ خوانی میں قرآن مجید کی سورتیں، آیات، درود شریف بار بار پڑھنے کا مقصد یہی ہے کہ ہم اس کے معنیٰ مطلب کو خوب سمجھ کر خدا کی توحید اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے اقرار سے اپنے ایمان کو مضبوط اور منوّر کرتے جائیں شرک وبدعت اور ہر گناہ سے بچ کر نیک عمل سے جنت کے مستحق ہوتے جائیں ، مگر بجلی پڑے ہماری ناقص عقل پر کہ

يزالون يعظمون أمواتهم حتى اتخذوها أصناما، وإلى هذا أشار لقوله: "اللهم لا تجعل قبري وثنا يعبد" فيكون المقصود من النهي كراهة أن يتجاوزوا في قبره غاية التجاوز، ولهذا ورد: "اشتد غضب الله على قوم اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد.

(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، باب الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم وفضلها، 744/2، ط: دار الفكر، بيروت لبنان)

(فائدة) لا يجوز ما يفعله الجهال بقبور الأولياء والشهداء من السجود والطواف حولها واتخاذ السرج والمساجد عليها ومن الاجتماع بعد الحول كالاعياد ويسمونه عرسا.

(التفسير المظهري، سورة آل عمران آيت نمبر 64، 65/2، ط: مكتبه رشيديه كوئٹه)

مولانا احمد رضا خان لکھتے ہیں: "رنڈیوں اور خواجہ سراؤں کا ناچ بے شک حرام ہے، اولیائے کرام کے عرسوں میں بے قید جاہلوں نے یہ معصیت پھیلائی ہے".

(فتاویٰ رضویہ جدید جلد 29 ص 92 مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

عرس ومیلہ میں آتش بازی اور نیاز کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے جواب میں لکھا:

" آتش بازی اسراف ہے اور اسراف حرام ہے، کھانے کا ایسا لٹانا بے ادبی ہے اور بے ادبی محرومی ہے، تضیع مال ہے اور تضیع حرام، روشنی اگر مصالح شرعیہ سے خالی ہو تو وہ بھی اسراف داخل ہے.

(فتاویٰ رضویہ جدید جلد 24 ص 112، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

خرافاتی عرس اور محرم کے میلوں میں بیانڈ باجوں کی دھوم میں، تعزیہ، سواری، تابوت، گوم جھنڈوں، پنجوں کے روبرو فاتحہ پڑھتے ہیں، ان قرآنی احکام کے خلاف ہی مشرکانہ کام کرتے ہیں گویا زہر سے نفرت بھی کرتے جاتے ہیں اور اسی زہر کو کھاتے بھی جاتے ہیں کیا اس منافقانہ قول و فعل سے خدا کے کلام کی خدا کے رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی اور دین کی ٹھٹھا مسخری نہیں ہوتی؟ ذرا اگریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں ہم کو کیا کرنا ہے؟ اور کیا کر رہے ہیں؟ ع: خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

نعوذ باالله من ذلک

شاہ عبدالعزیز دہلوی ؒ اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں کہ:

> تعزیہ، سواری، تابوت گوم، جھنڈے، پنجے وغیرہ انصاب کی طرح بتوں میں داخل ہیں ایسی جگہ بت پرستی کی طرح ظاہر و باطن کی نجاست رکھتی ہے وہاں فاتحہ کے لئے قرآن کی سورتیں اور درود شریف پڑھنا پاخانہ میں پڑھے جیسا بڑی بے ادبی ہے اور سخت منع ہے۔[1]

اور مفتی دیلور کا فتویٰ ہے کہ تعظیم سے گوم، جھنڈوں، پنجوں، سواری وغیرہ کے روبرو فاتحہ پڑھنے والے ملا مؤذن پر خوف کفر ہے ان کی امامت درست نہیں، ان باتوں کو درست جاننے والے لعنتی گناہ گار ہوں گے۔

بدعتی لوگوں سے خدا اور رسول اور بزرگان دین بیزار ہیں اللہ تعالیٰ سورۃ مائدہ میں فرماتے ہیں:

---

[1] ۔ فتاویٰ عزیزی، ص:187، ط: ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ.[1]

(**ترجمہ**) اے ایمان والو! نشہ کی چیزیں استعمال کرنا، جوا کھیلنا، بت وغیرہ کو پوجنا، چوسر کھیلنا، فال دیکھنا شیطانی کام ہیں ان سے بچو.

ہمارے پیغمبر خدا ﷺ خدا کے حکم سے جن کاموں کو مٹانے آئے تھے عمر بھر مٹاتے رہے اور مٹانے کی تاکید کر گئے اور بے دینی مشرکانہ اور شیطانی کاموں کو نادان اور نام کے مسلمان، دین کا کام سمجھ کر بڑے شوق سے کر کے گناہ گار ہوتے ہیں، ان کاموں میں شریک ہونا یا مدد کرنا، چندہ دینا سخت حرام ہے ہر گز درست نہیں، چودھویں صدی کے بعض دین فروش، شکم پرور نیم ملا، فوجی نشان کے جھنڈوں کے بے جا مثالوں اور قیاس آرائیوں سے تعزیہ، گوم، جھنڈے اور پنجے پرستی کو جائز بتا کر عوام کو گمراہ کرتے ہیں ان کے دجالی فریب سے بچنا چاہیئے فوجی نشان میں اور جھنڈا پرستی میں زمین آسمان کا فرق ہے کوئی عاقل دونوں کو ایک نہ سمجھے گا.

آج کل خرافاتی عرس اور محرم کے میلوں میں خلاف شرع اور ایمان سوز اور کفر افروز کیا کیا کام ہوتے ہیں وہ سب کو معلوم ہیں، تفصیل کے لئے خطبات حنفیہ میں سترہواں خطبہ اور خطبہ عبدالحی بنگلوری ملاحظہ فرمائیں، اور رسالہ "**محرم اور تعزیہ داری**" مرتبہ مولانا عبدالماجد دریابادی مدیر صدق جدید لکھنؤ دیکھیں، جن میں ہندوستان اور پاکستان کے

---

[1] ۔ سورۃ المائدۃ، آیت نمبر 90.

سینکڑوں علماء دین نے تعزیہ داری، سواری، عَلَم پرستی کو حرام اور مشرکانہ کام قرار دیا ہے.
افسوس ہے کہ نادان لوگ عرس و محرم میں شیطانی عمل کرنے کی مہینوں سے تیاری کرتے ہیں مگر مؤذن کے پنج وقت بلانے کے باوجود نماز پڑھنے مسجد کو نہیں جاتے.
میرے استاد حضرت مولانا مولوی مفتی حاجی عبد المجید خاں بنگنوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "**رسوم شرک و بدعت**" میں لکھا ہے کہ مشرکوں کی طرح بزرگوں کے نام سے تعزیہ، تابوت، گوم، جھنڈے، پنجے کھڑا کرنا ان کے روبرو فاتحہ پڑھنا عرس، محرم کے میلے منانا، پیغمبروں اور ولیوں سے منت مرادیں مانگنا، ان کے نام سے جانور چھوڑنا وغیرہ شرک و بدعت حرام و کفر ہے اس کتاب میں بڑے بڑے علماء دین کے فتوے اور مدراس گورنمنٹ سر قاضی جناب مفتی حاجی حبیب اللہ صاحب مدظلہ کی پرزور تقریظ بھی درج ہے.

" محرم میں سبز سیاہ کپڑے پہننا رافضیوں اور بدعتی تعزیہ داروں کا طریقہ ہے.

محرم میں سبز سیاہ کپڑے پہننا سوگ ہے رافضیوں کی علامت ہے.

محرم میں دس روز تعزیہ دفن ہونے تک روٹی نہ پکانا، کپڑے نہ بدلنا، شادی بیاہ نہ کرنا سوگ ہے اور سوگ حرام ہے.

عرس و محرم میں لوگوں کا جمع ہونا، ڈھول، سارنگی بجانا، قوالی، گانا، مزامیر کے ساتھ حمد و ثنا یعنی خدا اور رسول ﷺ اور اولیاء کی شان میں اشعار گانا حرام ہے گانے بجانے والے اور سننے والے سب کے سب گناہ گار ہوتے ہیں، عرس محرم کرانے والے پر سب کا گناہ ہو گا کیونکہ ان میلوں کے بانی وہی ہیں

گانا بجانا حرام ہونے میں بہت سی احادیث وارد ہیں". [1]

سوال: رواجی عرس محرم اور رجب کی بائیسویں کرنے سے نفع اور نہ کرنے سے نقصان ہونے کا خیال کرنا کیسا ہے؟

جواب: ایسا اعتقاد اور گمان کرنا مسلمانوں کو لائق نہیں سر اسر نادانی اور دونوں جہان کی خرابی ہے بلکہ ایسے بے شرع کاموں کو مٹا دینے میں بڑا ثواب ہے. [2]

---

[1] ۔ فتاویٰ رضویہ، جلد24، ص504، جدید و بہار شریعت، حصہ16، ص59.

مثل ما أحدث بعض أهل الأهواء، في يوم عاشوراء، من التعطش، والتحزن والتجمع وغير ذلك من الأمور المحدثة التي لم يشرعها الله تعالى ولا رسوله صلى الله عليه وسلم، ولا أحد من السلف، لا من أهل بيت رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولا من غيرهم ـــ وأما اتخاذ أمثال أيام المصائب مآتم فهذا ليس في دين المسلمين، بل هو إلى دين الجاهلية أقرب.

(اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم، أنواع الأعياد الزمانية المبتدعة، 129/2، دار عالم الكتب، بيروت، لبنان)

نقل فی مطالب المومنین عن امامنا ابی حنیفة انه لا یجوز التشبه بالروافض ـــ ومن تشبه بقوم فهو منهم. (نفع المفتی والسائل، ص 126، مکتبه مجیدیه ملتان)

[2] ۔ واعلم: ان بیان الاحکام الشرعیة ممایجب علی العلماء، ولیس فی ذلک تنقیص الولی (ای ولی الله من الاولیاء) کما یظنه بعض من لا خلاق له بل هذا مما یرضی الولی، ولوکان حیا وسئل عن ذلک لاجاب بالحق، واغضبه نسبة التاثیر له، وتامل قوله تعالیٰ فی حق السید عیسیٰ علیه الصلاة والسلام "ان هو الا عبد انعمنا علیه".

(حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم ومالا یفسد، قبیل باب الاعتکاف، 472/1، ط: دار المعرفة بیروت)

سوال: دیو، جن، پری، بھوت، بھوانی کے نام سے فاتحہ دینا پوجا کرانا کیسا ہے؟

جواب: ہرگز ہرگز درست نہیں، یہ تمام بے علمی، جہالت اور بے دینی شیطانی کام ہیں۔[1]

سوال: غیر اقوام کا بزرگان دین کے مزاروں، گوم، جھنڈوں، تعزیہ اور سواریوں کے پاس کچھ لاکر فاتحہ دلانا کیسا ہے؟

جواب: خدا کے فضل و کرم سے ہمارے بزرگان دین غیر اقوام کے ثواب کے محتاج نہیں، ہنود ہم کو بھی قبر پرست، گوم، جھنڈوں، تعزیوں، سواریوں کے پجاری بنانے کے لئے کچھ لاکر دھوکے سے ترغیب دیتے ہیں، تو قرآن کے منکر، دین کے دشمن کو فاتحہ سے کیا نسبت ہے، خود خیال کریں اس دھوکے کو اسلام کی شان سمجھنا بے وقوفی ہے۔[2]

جاہل مسلمانوں نے بے شمار بدعتیں دین میں اس طرح شامل کر دی ہیں کہ دین کی اصلی صورت نظر آنا مشکل ہے اس لئے غیر اقوام سمجھتے ہیں کہ اسلام میں بھی ہماری طرح قبر پرستی وغیرہ موجود ہے نادان بدعتی مسلمانوں سے دین کو جتنا نقصان ہو رہا ہے اتنا اور کسی

---

[1] ۔ قُلْ أَفَرَأَيْتُم مَّا تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّهِ أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَاتُ رَحْمَتِهِ قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ. (سورۃ الزمر ، آیت نمبر 38)

[2] ۔ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَن يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَىٰ أَنفُسِهِم بِالْكُفْرِ أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ. (سورۃ التوبۃ، آیت نمبر 17)

ہندو سے شیرینی لیکر اپنی کر کے اپنے آپ فاتحہ دے کر اپنی سمجھ کر تقسیم کر دیں ہندوں کی چیز پر فاتحہ نہیں ہو سکتی۔

(فتاوی مصطفویہ از مصطفیٰ رضا خان، جلد اول ص 453، اعلیٰ حضرت نیٹ ورک)

سے نہ ہوا نہ ہو گا اللہ نیک توفیق عطاء کرے. (آمین)[1]
اکثر مسلمان ایمان و اسلام کی تعلیم سے ناواقف ہونے کے سبب شیطانی مکر و فریب کے شکار ہو رہے ہیں، آپ نے دیکھا یا سنا ہو گا کہ سرکس کھیل میں چرندے پرندے درندے وغیرہ اشاروں پر عمل کرتے ہیں مالک سے ڈرتے ہیں مگر مسلمان خدا سے نہیں ڈرتے اس کے حکموں پر نہیں چلتے ہم حیوانوں سے بدتر ہیں بڑی شرم کی بات ہے.

تنبیہ : شرعی طریقہ سے قبروں کی زیارت کرنا، فاتحہ دینا، ثواب پہنچانا فرض و واجب تو نہیں صرف مستحب ہے اس کے ادا کرنے میں خلاف شرع نیت یا کام کریں تو ثواب کے بدلے گناہ ہو گا، بہت احتیاط کرنی چاہیئے.[2]

---

[1] ۔ إنه من أحيا سنة من سنتي قد أميتت بعدي، فإن له من الأجر مثل من عمل بها من غير أن ينقص من أجورهم شيئا، ومن ابتدع بدعة ضلالة لا ترضي الله ورسوله كان عليه مثل آثام من عمل بها لا ينقص ذلك من أوزار الناس شيئا.
(جامع الترمذی، باب ما جاء في الأخذ بالسنة واجتناب البدع، 342/4، رقم : 2677، ط: دار الغرب الإسلامي بيروت)

[2] - فلإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة صلاة أو صوما أو حجا أو صدقة أو قراءة قرآن أو الأذكار أو غير ذلك من أنواع البر ويصل ذلك إلى الميت وينفعه.
(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، فصل في زيارة القبور، 621/1، ط: دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

ويستحب أن يقال لصاحب التعزية: غفر الله تعالى لميتك وتجاوز عنه وتغمده برحمته ورزقك الصبر على مصيبته وآجرك على موته. كذا في المضمرات ناقلا عن الحجة. وأحسن ذلك تعزية رسول الله صلى

بعض بدعتی گروہ اپنی جیب گرم رکھنے کے لئے عام لوگوں کو گمراہ رکھنا ہی بہتر سمجھتے ہیں اور آیات واحادیث کے معنٰی مطلب کو توڑ موڑ کر ان کو گول مول بدعتی باتوں سے اپنے رنگ میں رنگتے ہیں عوام کو قرآن وحدیث کی سچی تعلیم سے آگاہ ہونے نہیں دیتے علماء دین کی صحبت سے، ان کو وعظ ونصیحت سے، اصلاحی کتب پڑھنے سننے سے بھی باز رکھتے ہیں تاکہ اپنی بناوٹی عزت اور دال روٹی میں خلل نہ ہونے پائے اللہ تعالیٰ سورۃ توبہ میں ایسے لوگوں کے مکر و فریب سے بچنے بچانے کی تاکید فرمائی ہے، ہوشیار ہو جاؤ ورنہ دنیا آخرت میں پچھتاؤ گے. (1)

اللہ علیہ وسلم إن للہ ما أخذ ولہ ما أعطی وکل شيء عندہ بأجل مسمی.

(الفتاوی الهندیه، الفصل السابع في الشهید، 167/1، دار الفکر بیروت)

[1] ۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ. (سورۃ التوبۃ، آیت نمبر 34)

ما من أمة تحدث في دينها بدعة إلا أضاعت مثلها من السنة، فالتمسك من السنة أحب إلي من إحداث البدعة. (تاريخ المدينة لابن شبة، ذكر القصص، 9/1، ط: 1399ھ)

ما من أمة ابتدعت بعد نبيها في دينها بدعة إلا أضاعت بدلها من السنة.

(المعجم الكبير للطبراني، 99/18، رقم: 178، ط: مكتبة ابن تيمية القاهرة)

عن عبد الله بن مسعود، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ما من نبي بعثه الله في أمة قبلي إلا كان له من أمته حواريون، وأصحاب يأخذون بسنته ويقتدون بأمره، ثم إنها تخلف من بعدهم خلوف يقولون ما لا يفعلون، ويفعلون ما لا يؤمرون، فمن جاهدهم بيده فهو مؤمن، ومن جاهدهم بلسانه فهو مؤمن، ومن جاهدهم بقلبه فهو مؤمن، وليس وراء ذلك من الإيمان حبة خردل.

نذر و منت کا بیان

سوال: نذر و منت کسے کہتے ہیں؟

جواب: نذر (نیاز) لغت میں نیکی یا بدی کا وعدہ کرنے کو کہتے ہیں، لیکن شرع میں اس کے معنٰی دل میں کسی عبادت کے ارادہ سے اپنے اوپر لازم کر لینا ہے جو لازم نہیں تھی، کوئی اچھی آرزو، مراد پوری ہونے کے بعد کچھ مال وغیرہ خدا کے نام پر خیرات کرنے یا نفل نماز و روزہ ادا کرنے کی پہلے ہی سے نیت کر لینے کو نذر و منت کہتے ہیں۔ (1)

سوال: منت ماننے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

جواب: اس طرح کہو یا نیت کرو یا اللہ میری فلاں مراد پوری ہو مثلاً: بیماری سے صحت ہو یا گم شدہ چیز یا نوکری مل جائے تا چار رکعت نفل نماز یا سو بار کلمہ طیب یا درود شریف

(صحیح مسلم ، باب بیان کون النهي عن المنكر من الإيمان، وأن الإيمان يزيد وينقص، وأن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر واجبان، 69/1، رقم : 80، ط: دار إحياء التراث العربي بيروت)

[1] ۔ فی القاموس : نذر علی نفسه ۔۔۔۔اوجبه، کانتذر ونذر ماله ونذر لله سبحانه کذا ، والنذر: ماکان وعداً علی شرط فعلی ان شفی الله مریضی کذا ، نذرٌ وعلی ان اتصدق بدینارٍ.

(معجم القاموس المحيط ، لمجدالدين الفيروز آبادی، ص : 1275، رقم 9288، ط: دارالمعرفة بیروت)

وفی مفردات الالفاظ القرآن: النذر ان توجب علی نفسک مالیس بواجب لحدوث امر یقال نذرت لله امراً ، وقال تعالیٰ : انی نذرت للرحمٰن صوماً، سورة مریم آیت 26.

(کتاب النون ص 507 ، ط: دارنشر اللغة العربية کراتشی باکستان)

پڑھوں گا یا روزے رکھوں گا یا دو روپے یا دو گز کپڑا یا تین سیر اناج خیرات کروں گا، یا دس غریبوں کو ایک یا دو وقت کھانا کھلاؤں گا وغیرہ، اس طرح ادا کرنے کی طاقت کے موافق نیت کرلیں جب مراد بر آجائے تو اقرار کی ہوئی بات کا ادا کرنا واجب ہو جاتا ہے اگر ادا نہ کریں تو گناہ گار ہوں گے. (1)

سوال: نذر و منت کی چیزوں سے ہم کو خود لینا یا تونگروں کو دینا درست ہے یا نہیں؟

جواب: نذر کی چیزیں غریبوں کا حق ہے اس میں سے خود لینا یا تونگروں کو دینا ہرگز درست نہیں اگر لیں گے یا دیں گے تو پھر ادا کرنے تک نذر پوری نہ ہوگی. (2)

سوال: مسجد یا مزار کے پاس بھیجی ہوئی شرعی نذر و منت کی شیرینی وغیرہ پر فاتحہ پڑھ کر امیر و غریب کو تقسیم کرنا کیسا ہے؟

---

[1] ـ (ومنها) أن يكون قربة فلا يصح النذر بما ليس بقربة رأسا كالنذر بالمعاصي بأن يقول: لله عز شأنه علي أن أشرب الخمر أو أقتل فلانا أو أضربه أو أشتمه ونحو ذلك. لقوله عليه الصلاة والسلام لا نذر في معصية الله تعالى ، وقوله: عليه الصلاة والسلام من نذر أن يعصي الله تعالى فلا يعصه، ولأن حكم النذر وجوب المنذور به، ووجوب فعل المعصية محال وكذا النذر بالمباحات من الأكل والشرب والجماع ونحو ذلك لعدم وصف القربة لاستوائهما فعلا وتركا.

(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع. بيان ركن النذر وشرائطه. 82/5. ط: دار الكتب العلمية)

[2] ـ ولا يأكل الناذر منها؛ فإن أكل تصدق بقيمة ما أكل .

(الدر المختار مع الرد ، كتاب الاضحية. 321/6. ط: دار الفكر بيروت)

وهو مصرف أيضا لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذلك من الصدقات الواجبة.

(رد المحتار على الدر المختار ، باب مصرف الزكاة والعشر ، 399/2. ط: دار الفكر بيروت)

جواب: کسی چیز پر فاتحہ پڑھنا بے سند ہے نذرومنت کی چیزوں پر ضروری نہیں یہ صرف وعدہ ادا کرنا ہے جہاں شرط نہیں ہے نذر و منت کی چیزیں صرف امر کافی ہے مسجد یا مزار کے پاس بھیجنے کی شرط نہیں ہے نذور منت کی چیزیں امیروں اور سیدوں کو دینا لینا درست نہیں مگر افسوس ہے کہ آج کل بعض خاندانی سادات کی شان کا دم بھرنے والے سجادے عوام کو قبر پرستی سے منع کرنے کی بجائے ناجائز مجاوری کے ذریعہ اپنی زندگی بسر کرتے ہیں خرافاتی عرس مقرر کر کے فاتحہ کی آڑ میں نذر و نیاز وصول کرتے ہیں اس ٹیکس کے لئے مریدوں کی گنتی کو بڑھاتے رہتے ہیں، پیر پرستی، قبر پرستی، تعزیہ پرستی وغیرہ رسومات کی تفصیل "**بلاغ المبین**" مصنفہ شاہ ولی اللہ دہلوی ؒ میں ملاحظہ فرمائیں۔[1]

سوال: نذرومنت میں پیر کا بکرا، امام حسن رضی اللہ عنہ حسین رضی اللہ عنہ کا لنگر، قادر ولی کی گوم، محبوب سبحانی کا جھنڈا چڑھانے کا اقرار کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: حدیث شریف میں ہے کہ خدا کے نام کے سوا کسی نبی، ولی، شہید وغیرہ کے نام کی نذر و منت ماننا اور اس کا پورا کرنا سخت حرام ہے اور شرک ہے سواری کے نیچے،

---

[1] ۔ واعلم أن النذر الذي يقع للأموات من أكثر العوام وما يؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها إلى ضرائح الأولياء الكرام تقربا إليهم فهو بالإجماع باطل وحرام ما لم يقصدوا صرفها لفقراء الأنام وقد ابتلي الناس بذلك.

(الدر المختار مع الرد، مطلب في صوم الست من شوال، 439/2، ط: دار الفكر بيروت)

قراة الفاتحة والاخلاص والكافرون على الطعام بدعة.

(فتاویٰ ثمر قندیہ، ص: 155 بحوالہ راہ سنت ص: 275، ط: مکتبہ صفدریہ)

جھنڈے، گوم، وغیرہ بے شرع باتوں کی نذر و منت کرنا ہرگز درست نہیں، اگر نادانی سے مان لئے ہوں تو اس کا ادا کرنا ضروری نہیں چنانچہ ابو داؤد شریف میں ہے کہ:

جو نذر اللہ کی نافرمانی کی ہو اسے پورا کرنا حرام ہے۔ (1)

حنفی مذہب کی معتبر کتاب بحر الرائق میں امت کے تمام علماء کا یہ فتویٰ ہے کہ:

نہ یہ نذر منعقد ہوتی ہے نہ اسے پورا کرنا واجب ہے۔ (2)

شامی میں اس کے حرام ہونے کی چار معقول وجوہات بھی لکھی ہیں:

1۔ اول تو یہ نذر مخلوق کے واسطے ہے اور مخلوق کے لئے نذر ماننی جائز نہیں۔

2۔ نذر ماننا عبادت ہے اور عبادت کے لائق خدا ہے نہ کہ خدا کے بندے۔

3۔ جس کے لئے نذر مانی گئی وہ میت ہے اور میت کسی چیز کی مالک نہیں۔

4۔ اور نذر ماننے والا یوں جانتا ہے کہ اس میت کو بھی بھلائی برائی کا کچھ اختیار ہے حالانکہ یوں جاننا صریح کفر ہے۔ (3)

---

[1] ۔ لا نذر ولا يمين فيما لا يملك ابن آدم، ولا في معصية الله ولا في قطيعة رحم. (سنن أبي داود، باب اليمين في قطيعة الرحم، 288/3، رقم: 3274، ط: المكتبة العصرية، صيدا بيروت)

[2] ۔ أن لا يكون معصية لذاته فخرج النذر بصوم يوم النحر لصحة النذر به لأنه لغيره.

(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب الايمان، 321/4، ط: دار الكتاب الإسلامي)

[3] ۔ (قوله باطل وحرام) لوجوه: منها أنه نذر لمخلوق والنذر للمخلوق لا يجوز لأنه عبادة والعبادة لا تكون لمخلوق. ومنها أن المنذور له ميت والميت لا يملك. ومنه أنه إن ظن أن الميت يتصرف في الأمور دون الله تعالى واعتقاده ذلك كفر.

جھنڈا پرستی وغیرہ شریعت میں ناجائز شرک وبدعت ہونے کے سبب ان کاموں کا کرنا اور ان چیزوں کا کھانا پینا بھی حرام لکھا ہے ملاحظہ ہو شاہ عبد العزیزؒ، شاہ عبد الحیؒ کا فتویٰ اور رفاہ المسلمین، تنبیہ الغافلین، تنبیہ العوام، مناسک حج ونصیحت المسلمین وغیرہ۔[1]

سوال: عوام الناس جو بزرگان دین کی نذر ونیاز کیا کرتے ہیں اس کا ان کا مقصد کیا ہوتا ہے؟

(رد المحتار على الدر المختار، مطلب في صوم الست من شوال،439/2،ط: دار الفكر بيروت)

"واعلم بأنهم صرحوا بأن شرط لزوم النذر ثلاثة كون المنذور ليس بمعصية وكونه من جنسه واجب وكون الواجب مقصودا لنفسه قالوا فخرج بالأول النذر بالمعصية والثاني نحو عيادة المريض والثالث ما كان مقصودا لغيره حتى لو نذر الوضوء لكل صلاة لم يلزم وكذا لو نذر سجدة التلاوة". (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالايفسده، ط:2/316، ط: رشيدية)

[1] ـ مطلب في النذر الذي يقع للأموات من أكثر العوام من شمع أو زيت أو نحوه (قوله تقربا إليهم) كأن يقول يا سيدي فلان إن رد غائبي أو عوفي مريضي أو قضيت حاجتي فلك من الذهب أو الفضة أو من الطعام أو الشمع أو الزيت كذا بحر (قوله باطل وحرام) لوجوه: منها أنه نذر لمخلوق والنذر للمخلوق لا يجوز لأنه عبادة والعبادة لا تكون لمخلوق. ومنها أن المنذور له ميت والميت لا يملك. ومنه أنه إن ظن أن الميت يتصرف في الأمور دون الله تعالى واعتقاده ذلك كفر، اللهم إلا إن قال يا الله إني نذرت لك إن شفيت مريضي أو رددت غائبي أو قضيت حاجتي أن أطعم الفقراء الذين بباب السيدة نفيسة أو الإمام الشافعي أو الإمام الليث أو اشترى حصرا لمساجدهم أو زيتا لوقودها أو دراهم لمن يقوم بشعائرها إلى غير ذلك مما يكون فيه نفع للفقراء والنذر لله عز وجل وذكر الشيخ إنما هو محل لصرف النذر لمستحقيه القاطنين بر باطه أو مسجده فيجوز بهذا الاعتبار.

(رد المحتار على الدر المختار، مطلب في صوم الست من شوال،439/2،ط: دار الفكر بيروت)

جواب: نذر ماننا اور اس کا پورا کرنا عبادت ہے اور عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہے نذر (نیاز) جب عبادت ہوئی تو غیر اللہ کے لئے اس عبادت کا بجالانا شرعاً شرک ہے.

عوام الناس، بزرگان دین اور اپنے پیروں کی جو نذر و نیاز کیا کرتے ہیں یا تو کسی مقصد کا حصول ان کے پیش نظر ہوتا ہے یا پھر کسی بلا کا ٹالنا، یعنی آفات و بلیات سے محفوظ رہیں، صحت و عافیت حاصل ہو اور ان کے مال و دولت میں اضافہ، تجارت و کاروبار میں ترقی ہو یا مقدمہ میں کامیابی ہو اور ملازمت مل جائے یا اولاد ہو جائے وغیرہ، اگر یہ نذو نیاز اللہ کی بجائے بزرگان دین کی خوشنودی اور تقرب حاصل کرنے یا اپنی حاجت براری و مقصود یابی کے لئے جارہی ہے تو یہ صریحاً شرک و حرمت دونوں پر مشتمل ہے. (1)

اهم سوال: بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ نذر و نیاز سے ہمارا مقصد صرف بزرگان دین کو

---

[1] ـ عن أبي هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "قال الله عز وجل: أنا أغنى الشركاء عن الشرك، فمن عمل لي عملاً أشرك فيه غيري، فأنا منه بريء، وهو للذي أشرك".

(سنن ابن ماجه لأبي عبد الله محمد بن يزيد القزويني، أبواب الزهد، باب الرياء والسمعة، ج:5، ص:290، رقم:4202، ط: دار الرسالة العالمية)

واعلم أن النذر الذي يقع للأموات من أكثر العوام وما يؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها إلى ضرائح الأولياء الكرام تقرباً إليهم فهو بالإجماع باطل وحرام ما لم يقصدوا صرفها لفقراء الأنام وقد ابتلي الناس بذلک ولا سيما في هذه الأعصار وقد بسطه العلامة قاسم في شرح درر البحار.

(الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصوم، قبيل باب الاعتكاف، 427/3، طبع: مكتبة زكريا ديوبند)

ایصال ثواب پہنچانا ہے، کیا یہ درست ہے بصورت اثبات اس کی تشریح کی جائے؟

قابل دید جواب: نذو نیاز صرف اللہ کے لئے جائز ہے، اللہ کے سوا خواہ وہ نبی ہو یا ولی یا بزرگان دین کسی کے لئے بھی جائز نہیں.[1]

اب رہا ایصال ثواب یہ تو جائز اور کسی وقت بھی پہنچایا جاسکتا ہے لیکن جہاں نیت کی تصحیح سخت ضروری ہے اولاً ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ کہیں ہماری غرض یہ تو نہیں کہ پیروں، شہیدوں اور بزرگان دین کی نذو نیاز اور فاتحہ (ایصال ثواب) سال بہ سال پابندی کے ساتھ گیارہویں، چھٹی وغیرہ کے کرنے سے ہمارے مال میں زیادتی اور برکت ہو گی، بال بچے تندرست اور عافیت سے رہیں گے، تجارت میں خسارہ نہ ہو گا، اور نہ کرنے سے ہم تباہ وبرباد ہو جائیں گے.

اگر فی الواقع ہماری ایسی نیت اور یہی غرض وغایت ہو ان بزرگان دین مثلاً: پیران پیر کی گیارہویں، بارہویں، چھٹی وغیرہ کرنے میں تو مشرکین کی طرح ہم بھی ان بزرگوں کو اپنا معبود بنا رہے ہیں یعنی ان کو نفع ونقصان کو مالک سمجھ رہے ہیں اور یہ قران وحدیث کے لحاظ سے کھلا شرک ہے.[2]

---

[1] ۔ قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ. (سورۃ الانعام ، آیت نمبر 145)

[2] ۔ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِنَ الظَّالِمِينَ. وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ. (سورۃ الرعد ، آیت نمبر 106، 107)

انصاف کی بات تو یہ ہے کہ ایصال ثواب کے اصل مستحق ہمارے ماں، باپ، اعزاء واقرباء یا دوست احباب ہیں جن کی وفات ہمارے سامنے ہوتی ہے اور جن کے حالات سے ہم واقف رہے ہیں یا پھر وہ لوگ ہیں جن کے حالات سے ہم واقف رہے ہیں یہ ہے کہ وہ ثواب کے محتاج ہیں یا مستحق ہیں.

یہاں یہ بات بھی ٹھنڈے دل سے غور کرنا ہے کہ جن بزرگان دین نے خود اپنی نیکی اور پرہیز گاری سے اپنے لئے ثواب کا بہت کچھ سرمایہ اکٹھا کر لیا ہے پھر مزید ان ہی کو ثواب پہنچانے کا کیا مطلب ہے؟ آخر کوئی یہ بھی تو سوچے کہ ثواب کس قسم کے لوگوں کی طرف کس کو پہنچایا جارہا ہے! کیا آپ کے خزانہ میں ثواب اتنی بڑی مقدار میں جمع ہے کہ آپ کو اس کا سنبھالنا مشکل ہو گیا ہے اور آپ مجبور ہو گئے ہیں کہ اپنا زائد از ضرورت ثواب آپ کے پاس موجود وجمع ہے دیا جائے اگر حقیقتاً اس قدر ثواب آپ کے پاس موجود وجمع ہے تو یقیناً ان بزرگان دین کو بھی ثواب پہنچایا جا سکتا ہے، حضور ﷺ اور ان متبعین اور ان بزرگان دین کا ہم پر واقعی بڑا احسان ہے جن کے ذریعے ہم تک اسلام پہنچا اور اس کے شکریہ کا وہی طریقہ درست ہے جو خود اسلام نے ہمیں سکھایا.(1)

---

1 ـ عن أبي هريرة، أن رجلا قال للنبي صلى الله عليه وسلم: إن أبي مات وترك مالا، ولم يوص، فهل يكفر عنه أن أتصدق عنه؟ قال: نعم. (صحيح مسلم، باب وصول ثواب الصدقات إلى الميت، 1254/3، رقم: 1630، ط: دار إحياء التراث العربي بيروت)

عن أبي أسيد مالك بن ربيعة الساعدي، قال: بينا نحن عند رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذ جاءه رجل من بني سلمة، فقال: يا رسول الله، هل بقي من بر أبوي شيء أبرهما به بعد

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ حضور ﷺ پر درود پڑھا کرو اور مسلمانوں کو سکھایا گیا کہ وہ اپنی نمازوں میں آپ ﷺ پر درود اور آپ ﷺ کے تابعداروں پر درود و سلام بھیج کر ان احسانات کا شکریہ ادا کرتا ہے اور تمام کے لئے دعاء مغفرت کرتا ہے جو بہترین تحفہ ہے، لہذا ہم کو خود اپنی نجات کی فکر کرنی چاہیئے خود ثواب کمانے پر مائل کرنا چاہیئے۔ [1]

سوال: کسی نبی یا ولی کی تعظیم و تقرب کے لئے ان کے نام سے مشہور کئے ہوئے جانور کو

موتهما؟ قال: نعم الصلاة عليهما، والاستغفار لهما، وإنفاذ عهدهما من بعدهما، وصلة الرحم التي لا توصل إلا بهما، وإكرام صديقهما. (سنن أبي داود، باب في بر الوالدين، 136/4، رقم: 5142، ط: المكتبة العصرية، صيدا بيروت)

[1] ـ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا.

(سورة الاحزاب آيت نمبر 56)

عن عبد الله، قال: كنت أصلي والنبي صلى الله عليه وسلم، وأبو بكر، وعمر معه، فلما جلست بدأت بالثناء على الله، ثم الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم، ثم دعوت لنفسي، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: سل تعطه، سل تعطه.

(الجامع الترمذي، باب ما ذكر في الثناء على الله، والصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم قبل الدعاء، 732/1، رقم: 416، ط: دار الغرب الإسلامي بيروت)

"وإن ذكر غير النبي على أثر النبي في الصلاة، فلا بأس به بلا خلاف.

(المحيط البرهاني للإمام برهان الدين ابن مازة: 141/5، الناشر: دار إحياء التراث العربي)

وفي المستصفى: وحديث: صلى الله على آل أبي أوفى، الصلاة حقه، فله أن يصلي على غيره ابتداءً، أما الغير، فلا.

(حاشية رد المحتار على الدر المختار، فصل في البيع، 397/6، ط: دار الفكر بيروت)

بسم اللہ اللہ اکبر بول کر ذبح کریں تو اس کھانا درست ہے یا نہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ سورۃ بقرہ اور سورۃ مائدہ میں فرماتے ہیں کہ:

سور کا گوشت اور غیر اللہ کے نام پر شہرت دیا گیا جانور حرام ہے۔[1]

اور حنفی مذہب کی معتبر کتب تنویر الابصار، در مختار، شرح وقایہ، جواہر الکلام، فتاویٰ عبد الحی، فتاویٰ عالمگیری اور تفسیر نیشاپوری، تفسیر عزیزی وغیرہ میں صاف صاف لکھا ہے کہ غیر اللہ کے نام سے مشہور کیا ہوا جانور، دنبہ، بکری، وغیرہ "**وما اهل لغير الله به**" میں داخل ہو گا اس کا کھانا سخت حرام ہے اگرچہ اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو کیونکہ پہلے سے نیت بگڑ چکی ہے قرآن کے خلاف اس کو بے سند تاویلات اور قیاس آرائیوں سے جائز بتا کر عوام کو گمراہ کرنے والوں کے مکر و فریب سے بہت بچنا چاہیئے۔[2]

---

1 ۔ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ.

(سورة البقرة ، آیت نمبر 173)

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ. (سورة المائدة، آیت نمبر 3)

2 ۔ قال العلماء :لو أن مسلمًا ذبح ذبيحةً، وقصد بذبحها التقرب إلى غير الله صار مرتدًّا، فذبيحته ذبيحة مرتد.

(غرائب القرآن على هامش جامع البيان، ج:2، ص:120، ط: دار المعرفة بيروت)

و أما النذر الذي ينذره أكثر العوامّ على ما هو مشاهد للإنسان غائب أو مريض أو له حاجة ضرورية ... فهذا النذر باطل بالإجماع ... مالم يقصد به الناذر التقرب إلى الله و صرفه للفقراء ويقطع النذر عن نذر الشيخ.

(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، باب الاعتكاف، ج:2، ص:321، ط:مكتبة رشيدية)

البتہ جس کی طرف سے قربانی عقیقہ کرنا ہو ذبح کے آگے اس کا نام لے کر دعا کرنا درست ہے مگر غیر اللہ کی تعظیم و تقریب کے لئے مشہور کئے ہوئے جانور کو خود اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے معتبر کتب میں بھی حرام لکھا ہے اور قانون شرع میں حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے اتنی کھلی دلیلوں کے باوجود بدعتی فیکٹری کے ملا اپنی نالائق قیاس آرائیوں سے عمداً قربانی عقیقہ کی دعاء میں نام لیتے اور اضافت کی مثالیں دے کر غیر اللہ کے نام سے مشہور کئے ہوئے حرام جانور کو حلال بنانے کی بے جا کوشش کرتے ہیں، تو ان کی اصلاح کون کر سکتا ہے ان کے مرض کی دوا حضرت لقمانؑ کے پاس بھی نہ ہو گی، ع: **بریں عقل و دانش بباید گریست**
تجارت کے نفع کا پیسہ حلال ہے لیکن سود کا حرام، حلال جانور مشرکانہ عقیدے کے سبب حرام بتایا گیا ہے لہذا اس سے پرہیز کرنا خدا کی خوشنودی کا باعث ہے. [1]

ذبح کردن جانور بنام غیر خدا خواہ پیغمبر باشد خواہ ولی خواہ شہید خواہ غیر انسان، حرام است، واگر بہ قصد تقرب بنام ایشا ذبح کردہ باشد، ذبیحہ آن جانور ھم حرام و مردار میشود، و ذبح کنندہ مرتد میشود۔

(فتاوی عزیزی، ج: 1، ص: 50، ط: کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

قال البزازی ومن ظن انہ لایحل لانہ ذبح لاکرام ابن اٰدم فیکون اھل بہ لغیر اللہ تعالی فقد خالف القراٰن والحدیث و العقل فانہ لاریب ان القصاب یذبح للربح ولو علم انہ نجس لایذبح فیلزم ھذا الجاھل ان لایاکل ماذبح القصاب وما ذبح للولائم والاعراس والعقیقۃ.

(رد المحتار علی درمختار، کتاب الذبائح، جلد6، صفحہ309، ط: دار الفکر بیروت)

[1] ۔ وما اہل بہ: یعنی دیگر آں جانور کہ آواز برآوردہ شد و شہرت دادہ شد در حق آں جانور کہ لغیر اللہ یعنی برائے غیر خدا است خواہ آن غیر بت باشد یا روحے خبیث کہ بطریق بھوگ کہ بنام او بدہندو خواہ جنے مسلط برخانہ

اللہ تعالیٰ سورۃ لقمان، سورۃ فرقان، سورۃ توبہ، سورۃ انعام، سورۃ مائدہ، سورۃ زمر، سورۃ نساء، سورۃ اعراف وغیرہ میں فرماتے ہیں کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے اور ظلم عظیم ہے مشرک دوزخ میں ڈالے جائیں گے ہمیشہ سخت عذاب پاتے رہیں گے مشرک کی کبھی بخشش نہ ہوگی، لہذا جان بوجھ کر بچے، جھنڈے وغیرہ کی پوجا پاٹ اور ان کی منت مرادوں سے خدا کی حق تلفی کرنے والے منافقوں پر سخت عذاب ہوگا.

اس کی موٹی مثال جناب مولانا مولوی امین احسن صاحب اصلاحی دہلوی اپنی کتاب "**حقیقت شرک**" میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ عزت والا شخص اپنی بیوی کی چھوٹی موٹی خطاؤں کو بخش دے گا، مگر غیر کی بغل میں سوئی دیکھے تو اس بے وفا، بدکار وبدذات عورت کو ایک لحظہ کے لئے بھی معاف نہ کرے گا بری طرح گھر سے نکال دے گا.[1]

یا سرائے کہ بدوں دادن جانور از ایذائے سکنہ آنجا دست بردار نشود یا توب را روانہ کردن ندہد وخواہ پیرے و پیغمبرے را باین وضع جانور زندہ مقرر کردہ دہند کہ این ہمہ حرام است و در حدیث صحیح وارداست ملعون من ذبح لغیر اللہ یعنی ہر کہ بذبح جانور تقرب بغیر خدا نماید ملعون است خواہ دروقت ذبح نام خدا بگیر دیا نے زیرا کہ چوں شہرت داد کہ ایں جانور برائے فلانے است ذکر نام خدا وقت ذبح فائدہ نہ کرد آں جانور منسوب بآن غیر گشت و خبیث دروپیدا گشت کہ زیادہ اخبث مردار است زیرا کہ مردار بے ذکر نام خدا جان دادہ است و جان این جانور را از آں غیر قرار دادہ گشتہ اند وآں عین شرک است و ہر گاہ ایں خبث دروے سرایت کردہ دیگر بذکر نام خدا حلال نمی شود مانند سگ وخوک کہ اگر بنام خدا مذبوح شوند حلال نمی گردند.

(تفسیر عزیزی فارسی سورہ بقرہ,779,780 تحت قولہ تعالیٰ وما اہل بہ لغیر اللہ الایۃ، مطبوعہ حیدری بمبئی)

[1] ۔ حقیقت شرک وتوحید از مولانا امین احسن اصلاحی، ص 193، ط: فاران فاؤنڈیشن لاہور.

انسان کا یہ حال ہو تو اس پروردگار پاک کا کتنا غضب اور غصہ ہو گا؟ جس نے ہم کو پیدا کیا، جسم جان دیئے، انمول اعضاء اور عقل دی اور اشرف المخلوقات بنایا، امت محمدی کا شرف بخشا اور زندگی کے لئے زمین و آسمان کی لاکھوں نعمتیں عطاء فرمائیں، پھر ہم اس خالق ومالک کی ذات وصفات میں دوسروں کو شریک کریں تو وہ ہم کو کیونکر بخشے گا؟ دوزخ میں کیوں نہ ڈالے گا خوب خیال کریں شرک کی بلا سے بہت بچیں ورنہ دوزخ کے کندے ہوں گے، اللہ تعالیٰ سورۃ نساء میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ:

جو لوگ سیدھا راستہ معلوم ہونے کے بعد بھی قانون شرع کے خلاف چلا کریں گے تو ہم ان کو دوزخ میں داخل کریں گے۔[1]

حضرت مبشر صاحب بنگنوری اپنی کتاب "نصائح منظومہ" کے پانچویں وچھٹے باب میں لکھتے ہیں کہ گوم، پنجے، جھنڈے وغیرہ کی پرستش کرنا کفر ہے اور بزرگوں کے نام کا جانور چھوڑنا اور حضرت محبوب سبحانی وغیرہ ودیگر اولیاء اللہ سے منتیں مرادیں مانگنا احمقی، بیوقوفی، شرک اور کفر ہے اور عرس و محرم کے میلوں میں عورتوں کو لے جا کر بے گوشہ غنڈوں کے دھکے کھلانے والے مرد ناہنجار، بدکار، دیوث ہیں وغیرہ وغیرہ۔

---

[1] ۔ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ إِذْ جَاءَهُ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِلْكَافِرِينَ.

(سورۃ الزمر ،آیت نمبر 32)

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا.

(سورۃ النساء آیت نمبر 48)

اکثر بے علم جاہل عورتوں کو بے شرع رسوم کی خواہش ہوا کرتی ہے ان کے ادا کرنے پر احمق مردوں کو مجبور کر کے فضول خرچیوں سے قرضدار غریب پاپڑ بنا دیتی ہیں، اس لئے شرک وبدعت کی برائی اور رسوم کے نقصانات وغیرہ کی اصلاحی کتب مثلاً نیک بیبیاں، حقوق البیت، براہین قاطعہ، آداب المعاشرت، نصیحت المسلمین، اصلاح الرسوم، علامات قیامت وغیرہ بار بار پڑھا کر سنا کر عورتوں کو سدھارنا، ماں، باپ، شوہر وغیرہ پر فرض ہے، سورۃ بقرۃ، سورۃ تحریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل عیال کو (دین کا علم سکھاؤ، نیک راستہ بتاؤ) اور دوزخ کی آگ سے بچاؤ.[1]

سوال: بزرگوں کی قبروں پر بچوں کے بال اتارنے جانا کیسا ہے؟

جواب: ہرگز درست نہیں، بزرگان دین بال کے محتاج نہیں، کیا وہ بال کے بیوپاری ہیں؟ یہ کافروں کی عادت ہے ایسے بے شرع کام کرنے کے لئے قبروں کے پاس جانے والی عورتوں پر اور لے جانے والے مردوں پر خدا اور رسول ﷺ کی لعنت ہے.[2]

---

[1] ۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا. (سورۃ التحریم، آیت نمبر 6)

[2] ۔ **مولانا احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:**

بعض جاہل عورتوں میں دستور ہے کہ بچے کے سر پر بعض اولیائے کرام کے نام کی چوٹی رکھتی ہیں اور اِس کی کچھ میعاد مقرر کرتی ہیں اِس میعاد تک کتنی ہی بار بچے کا سر منڈے وہ چوٹی برقرار رکھتی ہیں، پھر میعاد گذار کر مزار پر لے جا کر وہ بال اُتارتی ہیں تو یہ محض بے اصل وبدعت ہے.

(فتاویٰ افریقہ، ص:68، ط: مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد)

سوال: قبروں پر چادر اوڑھانا، پھول صندل چڑھانا کیسا ہے ؟

جواب: پیغمبروں، صحابیوں اور اماموں کی قبروں پر نہ چادر اڑھاتے ہیں نہ پھول صندل چڑھاتے ہیں صرف ہندوستان کے عوام میں اس قسم کی بدعتی رسوم کو رواج ہے ملاحظہ ہو مولوی عبد الحی بنگلوری کا خطبہ اور تنبیہ العوام جس میں ان کاموں کو منع فرمایا ہے۔ (1)

عن ابن عمر رضی الله عنه ، قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن القزع، والقزع: أن يحلق رأس الصبي فيترك بعض شعره/عن ابن عمر ، أن النبي صلى الله عليه وسلم : رأى صبيا قد حلق بعض شعره وترك بعضه، فنهاهم عن ذلك، وقال: احلقوه كله، أو اتركوه كله.

(سن ابی داؤد ، باب في الذؤابة، 83/4، رقم: 4193، 4195، ط: المكتبة العصرية، صيدا بيروت)

[1] ـ اتفق الخطابي والطرطوشي والقاضي عياض على المنع، وقولهم أولىٰ بالاتباع حيث أصبح مثل تلك المسامحات والتعللات مثاراً للبدع المنكرة والفتن السائرة، فترى العامة يلقون الزهور على القبور ... الخ

(معارف السنن، كتاب الطهارة، باب التشديد في البول، ج:، ص:265، ط: اي ايم سعيد)

كره بعض الفقهاء وضع الستور والعمائم والثياب على قبور الصالحين والأولياء قال في فتاوى الحجة وتكره الستور على القبور.

(رد المحتار على الدر المختار، فصل فی اللبس، 363/6، ط: دار الفكر بيروت)

وإخراج الشموع إلى رأس القبور في الليالي الأول بدعة كذا في السراجية. (الفتاوىٰ الهنديه، الباب السادس عشر في زيارة القبور وقراءة القرآن في المقابر، 351/5، دار الفكر بيروت)

أنكر الخطابي ومن تبعه وضع الجريد اليابس، وكذلك ما يفعله أكثر الناس من وضع ما فيه رطوبة من الرياحين والبقول ونحوهما على القبور ليس بشيء. (عمدة القاري شرح صحيح البخاري، باب ما جاء في غسل البول، 121/3، ط: دار إحياء التراث العربي بيروت)

سوال: مشکل کے وقت دور دور سے اولیاء اللہ کو پکارنا ان سے مدد چاہنا، مرادیں مانگنا کیسا ہے؟

جواب: یہ سب اللہ تعالیٰ کی خاص صفتیں ہیں غیب کا جاننا دنیا والوں کی فریادیں سننا، حاجت روائی کرنا، مشکل کشائی کرنا، مرادیں بر لانا وغیرہ خدا ہی کی قدرت میں ہے، اللہ تعالیٰ نے وہم پرستوں کے مشرکانہ باطل عقائد کو دور کرنے کے لئے قرآن شریف کی سورۃ انعام میں اور عورۃ اعراف، سورۃ یوسف، سورۃ یونس، سورۃ کہف، سورۃ نمل وغیرہ میں افضل الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زبان مبارک سے صاف صاف اس طرح کہلوا دیا ہے کہ:

زمین و آسمان میں خدا کے سوا کوئی غیب دان نہیں ہے میں بشر ہوں انسان ہوں! الہام یا وحی کی اطلاع کے بغیر میں کوئی غیب کی بات نہیں جانتا اور خود میرے لئے یا دوسروں کے لئے نفع یا نقصان پہنچانے کا بھی مجھے کچھ اختیار نہیں، ان باتوں کا مالک صرف خدا ہی خدا ہے میری تمام حاجتیں بھی اللہ ہی پوری کرتا ہے ہر مسلمان مرد و عورت اپنے دکھ درد میں خدا ہی کو پکارے اسی سے مدد چاہے اور مرادیں مانگے وغیرہ وغیرہ.[1]

---

[1] ۔ قُلْ إِنَّمَا يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَهَلْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ ، فَإِن تَوَلَّوْا فَقُلْ آذَنتُكُمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ وَإِنْ أَدْرِي أَقَرِيبٌ أَم بَعِيدٌ مَّا تُوعَدُونَ. (سورۃ الانبیاء آیت نمبر 108، 109)

علامہ خطیب شربینی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

{وإن} أي : وما {أدري أقريب} جدّاً بحيث يكون قربه على ما يتعارفونه {أم بعيد ما توعدون} من غلب المسلمين عليكم أو عذاب الله أو القيامة المشتملة عليه ، وإنّ ذلك كائن

قرآن مجید اور احادیث شریف سے ثابت ہے کہ بڑے بڑے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے کیا کیا مصیبتیں جھیلیں، صحابہ کرام نے کیا کیا تکلیفیں برداشت کیں اور کتنے شہید ہوئے یہ سب حالات انسان کی عاجزی، لاچاری، مجبوری اور بے بسی کا اعلان کرتے ہیں.[1]

پس خدا کے سوا کسی نبی، ولی، شہید کو دور کی آواز سننے اور مرادیں برلانے، بگڑی بنانے کی طاقت نہیں اس کے خلاف اعتقاد رکھنا اور خدا کے سوا کسی دوسرے سے مرادیں مانگنا شرک وکفر ہے ہرگز ہرگز درست نہیں ہے. ع:

یہ سب شرک و گناہ سے باز آجاؤ مسلمانو

مرا مانو نہ مانو، پر خدا کا حکم تو مانو

حضرت محبوب سبحانیؒ سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی خاص کتب فتوح الغیب، فتح ربانی، غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں کہ صاحبو! ہمیشہ کلمہ پڑھا کرو، خدا کی توحید اور اس

لا محالة ولا بدّ أن يلحقكم بذلك الذلة والصغار ، وإن كنت لا أدري متى يكون ذلك .لأنّ الله تعالى لم يعلمني علمه ، ولم يطلعني عليه ، وإنما يعلمه الله تعالى.

(السراج المنير في الإعانة على معرفة بعض معاني كلام ربنا الحكيم الخبير ،534/2، ط: مطبعة بولاق (الأميرية) القاهرة)

[1] ـ عن مصعب بن سعد، عن أبيه رضي الله عنه، قال: قلت: يا رسول الله أي الناس أشد بلاء قال: الأنبياء ثم الأمثل فالأمثل حتى يبتلى الرجل على قدر دينه فإن كان صلب الدين اشتد بلاؤه وإن كان في دينه رقة ابتلي على حسب ذلك أو قدر ذلك فما يبرح البلاء بالعبد حتى يمشي على الأرض وما عليه من خطيئة. (مسند أبي داود الطيالسي، أحاديث سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه، 174/1، رقم : 212، ط: دار هجر مصر)

کی قدرت کا خیال رکھو اللہ تعالیٰ دنیا کی تمام چیزوں کا خالق و مالک ہے ہر جگہ حاضر و ناظر ہے فریاد رس، حاجت روا، مشکل کشا ہے جلانا اور مارنا نفع و نقصان پہنچانا، امیر یا فقیر بنانا، عزت یا ذلت دینا، دنیا و آخرت کے تمام کاروبار اللہ ہی کے دست قدرت میں ہیں تم اپنی تمام حاجتیں خدا ہی سے طلب کرو، دوسروں سے مرادیں مانگنا شرک ہے شرک بڑا گناہ ہے اس سے بچو وغیرہ وغیرہ.[1]

حضرت محبوب سبحانیؒ کی محبت کا دم بھرنے والو! حضرت کے ان سنہری اقوال پر عمل کر کے سچی محبت کا ثبوت دو، ہمارا دین برحق مسئلہ توحید باری تعالیٰ کی وجہ سے دیگر ادیان عالم پر فوقیت رکھتا ہے، اس خصوصیت کو مٹانے کی تدبیر کرنے والے بدعتی منافق دوزخی ہوں گے اس کی مدلل تفصیل کے لئے حضرت مولانا مولوی محمد منظور صاحب نعمانیؒ مدیر "الفرقان" لکھنؤ کی کتاب "اسلامی توحید" اور "درس توحید" ضرور ملاحظہ فرمائیں بہت ہی مفید ہیں، حضرت محمد یوسف صاحب مبشر نصائح منظومہ کے ص 57 میں لکھتے ہیں کہ:

---

1 ۔ قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ لا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَوَاتِ وَلا فِي الأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ. (سورۃ السبا، آیت نمبر 22)

عن ابن عباس رضی الله عنهما قال بينما انا رديف رسول الله صلى الله عليه و سلم اذ قال لى يا غلام! احفظ الله يحفظك احفظ الله تجده امامك فاذا سالت فاسئل الله واذا استعنت فاستعن بالله جف القلم بما هو كائن.(فتوح الغيب للشيخ عبدالقادر الجيلانى، المقالة الثانية والاربعون، فى بيان حالة النفس، ص85، ط: مركز الاعلام العالمى، داكا بنكلاديش)

"پیغمبر ﷺ کو غیب دان سمجھنا کفر ہے". (1)

اور پانچویں چھٹے باب میں لکھتے ہیں:

اولیاء اللہ سے منت مرادیں مانگنا شرک ہے کسی نبی یا ولی کو ایک مکھی بھی جلانے کی طاقت نہیں ہے وہ کان سا کام ہے جو خدا سے نہیں ہوتا؟ خدا کے سوا دوسروں سے منتیں مرادیں مانگنے والے مشرک ہیں، شدوں (عَلموں و جھنڈوں) پیروں سے مدد چاہنا کٹا کفر ہے وغیرہ وغیرہ تفصیل کے لئے کتاب دیکھیں. (2)

اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات پیغمبر ﷺ سے امت کی جو شکایتیں کیں اس کا حال اور شرک کو بیان مولانا شاہ عبدالحی بنگلوری نے "**جنان السیر**" میں چمن سوم کے اخیر میں

---

[1] ـ وبالجملة فالعلم بالغيب أمر تفرد به سبحانه و تعالىٰ، ولهٰذا ذكر في الفتاوىٰ: أن قول القائل عند رؤيته هالة القمر: أي دائرته: يكون مطراً. فادعى علم الغيب لا بعلامته كفر، وذكر الحنفية تصريحا بالتكفير باعتقاد أن النبي صلى الله عليه وسلم: بعلم الغيب لمعارضة قوله تعالىٰ: ﴿قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلاَّ اللّٰهُ﴾.

(شرح فقه الاكبر ،الانبياء لايعلمون الغيب ، ص185، مطبوعه مجتبائى دهلى)

[2] ـ ولا أرى أحدا ممن يقول ذلك إلا وهو يعتقد أن المدعو الحي الغائب أو الميت المغيب يعلم الغيب أو يسمع النداء ويقدر بالذات أو بالغير على جلب الخير ودفع الأذى وإلا لما دعاه ولا فتح فاه. (روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني، سورة المائدة ، 298/3، ط: دار الكتب العلمية بيروت)

ويكفر :بقوله ،ارواح المشائخ حاضرة .

(مجمع الانهر م باب المرتد، 291/1، دار احياء التراث العربي بيروت)

جو لکھا ہے قابل مطالعہ ہے شاہ عبد العزیز دہلوی اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں کہ:

> اکثر مسلمان اسی خیال سے بزرگوں سے مدد چاہتے ہیں کہ اولیاء اللہ اپنے مرتبے کے زور سے خدا کی تدبیر کو اپنی مرضی کے تابع کر کے ہماری مرادیں برلاتے ہیں ایسا اعتقاد خالص شرک و مشرکانہ ہے۔[1]

ایسے ہی بدعقیدوں کے جھوٹے قصوں کو" زین المجالس "وغیرہ کتب کے مصنفوں نے کرامت کا نام لگا کر عوام کو گمراہ کر کے اپنی عاقبت خراب کی ہے، مثلاً: حضرت محبوب سبحانی سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے کسی مرید کے مقدر میں ایک اولاد بھی نہ ہونے کی بات معلوم ہونے کے باوجود اپنی ہٹ دھرمی اور ضد سے ایک تو کیا سات بیٹے دینے تک اللہ کو عاجز کر دینا، اور بروایت زین المجالس خدا اور رسول ﷺ کو نہ جاننے والے بے دین مرید کو قبر کے عذاب سے بچانے کے لئے منکر نکیر کو ڈرا کر گرزیں چھین لینا اور ایک مرید کی روح کو چھڑانے کے لئے چوتھے آسمان پر عزرائیل علیہ السلام سے بزور ظلم زنبیل چھین کر مرید کی اور اس روز قبض کر کے زنبیل میں بھری ہوئی تمام روحوں کو چھوڑ دینا اور ان سب مردوں کا زندہ ہو جانا اور اپنے مریدوں کی حاجت روائی اور مشکل کشائی بغیر تاخیر آپ خود کرتے رہنا وغیرہ وغیرہ۔

ان جھوٹے قصوں سے ایسے بڑے جلیل القدر خدا ترس بزرگ پر حکم خداوندی کی مخالفت، مقرب فرشتوں کی بے حرمتی اور اللہ جل شانہٗ کے عاجز ہونے اور آپ خود حاجت روا،

---

[1] ۔ فتاویٰ عزیزی ص 176، ط: ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔

مشکل کشا ہونے کے جھوٹے الزامات لگائے گئے ہیں جو قواعد کرامات کے خلاف اور خود اقوال حضرت محبوب سبحانیؒ سے کوسوں دور ہیں اور حضرت محبوب سبحانی کی نظر کیمیا اثر سے قدیم چور اور جاہل سے جاہل شخص بھی عالم وعارف ولی بنتے تھے آپؒ کی تعلیم وتربیت کو اس قدر ناقص بتایا ہے کہ ان کا خادم خاص خدا اور رسول ﷺ کو بھی نہ جانتا تھا یہ بھی حضرت کی بڑی توہین ہے اور حیوان و انسان کی اچھی بری تمام روحوں کو عزرائیل ایک ہی جھولی یا تھیل میں بھرنے کا قصہ بھی من گھڑت ہے ایسی بے دینی جھوٹی باتوں سے حضرت محبوب سبحانی قدس سرہ کو بدنامی کرنے والے نادان قابل توبہ ہیں تفصیل کے لئے حضرت تھانویؒ کا "امدادالفتاویٰ" جلد پنجم کے صفحہ 340 سے 378 تک طبع جدید کراچی جلد ششم ص68 تا84 تک ملاحظہ فرمائیں.

معتبر کتابوں میں ہے کہ خلاف شرع بے سند روایات کا لکھنا، پڑھنا، سننا، سنانا حرام ہے اس لئے خاص وعام مجلسوں میں پڑھنے اور بچوں کو پڑھانے کی کتب اور قصائد وغیرہ صحیح ہیں یا نہیں؟ سند یا متن علماء دین سے دریافت کر لینا چاہیئے ورنہ گندی کتب پڑھنے پڑھانے میں محنت برباد گناہ لازم ہو گا، نیم حکیم خطرہ جان کی طرح نیم ملا خطرہ ایمان بن کر دوزخ کی ہوا کھانی پڑے گی.(1)

---

1 ۔ جناب شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ ولی کامل فی زعمنا ہیں صاحب کرامات ہیں، مگر عوام کالانعام جہلاء لوگوں نے ہزار ہا حکایات اکاذیب گھڑ رکھی ہیں، منجملہ ان کے جو سوال میں درج ہیں ایسے عقیدۂ شرکیہ بدعیہ سے توبہ کرنی چاہئے ورنہ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے. (فتاویٰ رشیدیہ ملخصاً 3/12، مطبوعہ قدیم)

چند اسلام نما کفر و شرکیہ اشعار کا نمونہ ملاحظہ فرمائیں

(1)

اپنا اللہ میاں نے ہند میں نام
رکھ لیا خواجہ غریب نواز[1]

---

[1] ۔**شرک کی تعریف:** شرک اُسے کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی ذات یا صفات میں کسی دوسرے کو شریک کرے، ذات میں شرک کرنے کے معنی یہ ہیں کہ دو تین خدا ماننے لگے، جیسے عیسائی کہ تین خدا ماننے کی وجہ سے مشرک ہیں، اور جیسے آتش پرست کہ دو خدا ماننے کی وجہ سے مشرک ہوئے، اور جیسے بت پرست کہ بہت سے خدا مان کر مشرک ہوتے ہیں ۔ صفات میں شرک کرنے کا معنی یہ ہے کہ خدا کی صفات کی طرح کسی دوسرے کے لیے کوئی صفت ثابت کرنا، کیوں کہ کسی مخلوق میں خواہ وہ فرشتہ ہو یا نبی، ولی ہو یا شہید، پیر ہو یا امام، خدا تعالیٰ کی صفتوں کی طرح کوئی صفت نہیں ہو سکتی. شرک فی الصفات کی چند قسمیں درج ذیل ہیں:

1: **شرک فی القدرت:** یعنی خدا تعالیٰ کی طرح صفتِ قدرت کسی دوسرے کے لیے ثابت کرنا، مثلاً: یہ سمجھنا کہ فلاں پیغمبر یا ولی یا شہید وغیرہ پانی برسا سکتے ہیں یا بیٹا بیٹی دے سکتے ہیں یا مرادیں پوری کر سکتے ہیں یا روزی دے سکتے ہیں یا مارنا جِلانا اُن کے قبضے میں ہے یا کسی کو نفع اور نقصان پہنچانے پر قدرت رکھتے ہیں؛ یہ تمام باتیں شرک ہیں.

2: **شرک فی العلم:** یعنی خدا تعالیٰ کی طرح کسی دوسرے کے لیے صفتِ علم ثابت کرنا، مثلاً یوں سمجھنا کہ خدا تعالیٰ کی طرح فلاں پیغمبر یا ولی وغیرہ غیب کا علم رکھتے تھے یا خدا کی طرح ذرّہ ذرّہ کا انہیں علم ہے یا دور و نزدیک کی تمام چیزوں کی خبر رکھتے ہیں یہ سب شرک فی العلم ہے.

3: **شرک فی السمع والبصر:** یعنی خدا تعالیٰ کی صفتِ سمع یا بصر میں کسی دوسرے کو شریک کرنا، مثلاً: یہ اعتقاد رکھنا کہ فلاں پیغمبر یا ولی ہماری تمام باتوں کو دور و نزدیک سے از خود سن لیتے ہیں یا ہمیں اور ہمارے کاموں کو ہر جگہ سے دیکھ لیتے ہیں؛ سب شرک ہے.

(2)

حقیقت میں دیکھو تو خواجہ خدا ہے
ہمیں در پے خواجہ کے سجدہ روا ہے

(3)

نور رب شکل میں انسان رسول عربی ﷺ
کبھی بندہ کبھی سلطان رسول عربی ﷺ

(4)

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر
اتر پڑا مدینے میں مصطفیٰ ہو کر

4: **شرک فی الحکمُ:** یعنی خدا تعالیٰ کی طرح کسی اور کو حاکم سمجھنا اور اس کے حکم کو خدا کے حکم کی طرح ماننا، یہ بھی شرک ہے.

5: **شرک فی العبادت:** یعنی خدا تعالیٰ کی طرح کسی دوسرے کو عبادت کا مستحق سمجھنا، مثلاً: کسی قبر یا پیر کو سجدہ کرنا یا کسی کے لیے رکوع کرنا، یا کسی پیر، پیغمبر، ولی، امام کے نام کا روزہ رکھنا یا کسی کی نذر اور منت ماننی یا کسی قبر یا مرشد کے گھر کا خانہ کعبہ کی طرح طواف کرنا یہ سب شرک فی العبادۃ ہے.

نیز بہت سے کام ایسے ہیں کہ اُن میں شرک کی ملاوٹ ہے، ان تمام کاموں سے پرہیز کرنا بھی لازم ہے، جیسے: نجومیوں سے غیب کی خبریں پوچھنا، پنڈت کو ہاتھ دکھلانا، کسی سے فال کھلوانا، چیچک یا کسی اور بیماری کی چھوت کرنا اور یہ سمجھنا کہ ایک کی بیماری دوسرے کو لگ جاتی ہے تعزیہ بنانا، علم اٹھانا، قبروں پر چڑھاوا چڑھانا، نذر نیاز گزراننا، خدا تعالیٰ کے سوا کسی کے نام کی قسم کھانا، تصویریں بنانا یا تصویروں کی تعظیم کرنا، کسی پیر یا ولی کو حاجت روا، مشکل کشا کہہ کر پکارنا، کسی پیر کے نام کی سر پر چوٹی رکھنا یا محرم میں اماموں کے نام کا فقیر بننا، قبروں پر میلہ لگانا وغیرہ.

(5)

حق اور غوث ایک کہوں تو روا نہیں
کس طرح دو کہوں کہ یہ دونوں جدا نہیں

(6)

ہمارے سرور عالم کا رتبہ کوئی کیا جانے
خدا کو ملنا چاہے تو محمد ﷺ کو خدا جانے

(7)

اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے؟
جو کچھ ہمیں لینا ہے لیں گے محمد ﷺ سے

(8)

اٹھا کر میم کا گھونگھٹ جو جھانکا تیری کملی کو
تو دیکھا ذات احمد میں احد روپوش رہتا ہے

(9)

شریعت کا ڈر ہے نہیں تو صاف کہہ دوں
خدا خود رسول خدا بن کے آیا

(10)

علی جو چاہیں تو مقصد کو سر براہ کریں

گدا کو چاہیں تو اک پل میں بادشاہ کریں

(11)

شرک کہا کریں کہنے والے، کام نہیں مجھ کو ان سے

جب پڑی مشکل میں نے پکارا بابا شرف الدین پیر

(12)

جو کچھ بھی مانگا آپ سے اللہ سے وہ مل گیا

بابِ اجابت ہیں حضرت اجالا شاہ ولی

(13)

محروم اس در سے کوئی زائر کبھی جاتا نہیں

کانِ مروت آپ ہیں حضرت اجالا شاہ ولی

برادران اسلام! ایسی باتوں کا اعتقاد رکھنا ایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔ (1)

---

[1] ۔**ایک وضاحت:** ایسا منظوم کلام جس کے اشعار کفریہ و شرکیہ یا شریعت کی تعلیمات کے خلاف مضامین یا من گھڑت باتوں پر مشتمل نہ ہوں، ایسے اشعار کا سننا جائز ہوتا ہے، بشرطیکہ موسیقی شامل نہ ہو، بصورتِ دیگر سننا شرعاً جائز نہیں ہوتا، اور قوالی اگر مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ ہو تو سننا جائز ہو گا، البتہ موجودہ دور کی قوالی نہ ہی موسیقی سے پاک ہے، اور نہ ہی اس کے اشعار خلافِ شرع باتوں سے خالی ہوتے ہیں۔

الدر المختار وحاشیہ ابن عابدین (رد المحتار) میں ہے: قال الشارح: زاد في الجوهرة: وما يفعله متصوفة زماننا حرام لايجوز القصد والجلوس إليه ومن قبلهم لم يفعل كذلك، وما نقل أنه عليه الصلاة والسلام سمع الشعر لم يدل على إباحة الغناء. ويجوز حمله على الشعر المباح المشتمل على الحكمة والوعظ. (كتاب الحظر و الإباحة، 349/6، ط: دار الفكر)

سوال: پیغمبروں کے معجزات اور اولیاء اللہ کی کرامات حق ہیں یا نہیں؟

جواب: صحیح روایات سے جو ثابت ہیں بر حق ہیں، انبیاء کرام اور اولیاء اللہ، اللہ تعالیٰ کے عاجز اور فرمانبر دار بندے ہیں زندگی میں اور وصال (یعنی انتقال) کے بعد بھی اس کے کارخانے میں کچھ بھی قدرت نہیں رکھتے.[1]

رہے ان کے معجزات و کرامات تو ان کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کی

---

[1] ۔ یہ عقیدہ رکھنا کہ تمام قسم کے اختیارات اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو دے دیے ہیں چاہے وہ تکوینی ہوں یا تشریعی ہوں تو یہ بات اسلام سے متصادم ہے بطور دلیل کے ملاحظہ فرمائیں:

لا أَمۡلِكُ لَكُمۡ ضَرّاً وَلا رَشَداً. (سورة الجن، آيت نمبر 21)

عن أبي حيان، قال: حدثني أبو زرعة، قال: حدثني أبو هريرة رضي الله عنه، قال: قام فينا النبي صلى الله عليه وسلم، فذكر الغلول فعظمه وعظم أمره، قال: " لا ألفين أحدكم يوم القيامة على رقبته شاة لها ثغاء، على رقبته فرس له حمحمة، يقول: يا رسول الله أغثني، فأقول: لا أملك لك شيئا، قد أبلغتك، وعلى رقبته بعير له رغاء، يقول: يا رسول الله أغثني، فأقول: لا أملك لك شيئا قد أبلغتك، وعلى رقبته صامت، فيقول: يا رسول الله أغثني، فأقول لا أملك لك شيئا قد أبلغتك، أو على رقبته رقاع تخفق، فيقول: يا رسول الله أغثني، فأقول: لا أملك لك شيئا، قد أبلغتك.

(صحيح البخاري، باب الغلول، 74/4، رقم: 3073، ط: دار طوق النجاة)

مذہب صحیح آنست کہ امر تشریح مفوض بہ پیغمبر نمی باشد زیرا کہ منصب رسالت و ایلچی گری نہ نیابت خدا و نہ شرکت در کارخانہ خدائے آنچہ کہ خدائے تعالیٰ حلال و حرام فرماید آنرا رسول تبلیغ می کند و بس از طرف خود اختیار ندارد. (تحفہ اثنا عشریہ از شیخ عبد العزیز محدث دہلویؒ، باب نمبر 4، ص 170)

عزت بڑھانے اسلام اور مسلمانوں کے غلبہ کے لئے یا اور کسی مصلحت کے تحت پیغمبروں سے معجزات ، اولیاء اللہ سے کرامات ان کی زندگی میں ظاہر کراتا ہے مگر بغیر ارادہ خداوندی وہ خود جب چاہے اور جو چاہے معجزات تو کیا کرامات بھی ظاہر نہیں کر سکتے جیسا کہ سورۃ ابراہیم اور سورۃ مومنون میں ہے. (1)

---

[1] ۔ وتَرى الشمسَ إذا طَلَعَتْ تَزاوَرُ عنْ كهفِهِم ذاتَ اليمينِ وإذا غَرَبَتْ تقرِضُهُم ذاتَ الشمالِ.إلى أن قال: وتحسَبُهُم أيقاظاً وهُمْ رُقودٌ ونُقلِّبُهُم ذات اليمين وذات الشمال وكلْبُهُم باسِطٌ ذراعيهِ بالوصيدِ. إلى أن قال: ولَبِثوا في كَهْفِهِم ثلاثمئةٍ سنين وازدادوا تسعاً.
(سورۃ الکھف آیت نمبر 17 تا 25)
احتج أصحابنا الصوفية بهذه الآية على صحة القول بالكرامات وهو استدلال ظاهر ونذكر هذه المسألة هاهنا على سبيل الاستقصاء فنقول قبل الخوض في الدليل على جواز الكرامات.
(مفاتيح الغيب المعروف بالتفسير الكبير للرازى، 430/21، دار إحياء التراث العربي بيروت)
قال الملا على القارى الكرامة خارق للعادة الا انها غر مقرونة بالتحدى وہی کرامة للولی وعلامة لصدق النبى فان كرامة التابع كرامة المتبوع والولى ہوالعارف بالله وصفاته بقدر ما يمكن له. المواظب على الطاعات المجتنب عن السيئات المعرض عن الا نهماک فی اللذات والشهوات والغفلات واللهوات .
(شرح فقه الا كبر للقارى ص ، 130 ،الكرامات للاولياء حق،ط: مكتبه محموديه كوئٹه)
وكرامات الأولياء حق، فتظهر الكرامة على طريق نقض العادة للولي، من قطع المسافة البعيدة في المدة القليلة، وظهور الطعام والشراب واللباس عند الحاجة، والمشي على الماء والهواء، وكلام الجماد والعجماء، واندفاع المتوجه من البلاء، وكفاية المهم من الأعداء وغير ذلك من الأشياء.(رد المحتار على الدر المختار، مطلب في ثبوت كرامات الأولياء والاستخدامات۔551/3، ط: دار الفكر بيروت)

سوال: اولیاء اللہ کون ہیں، ان کا عمل کیا ہے ؟

جواب: ولی دوست کو کہتے ہیں ، اولیاء اللہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کے متبعین اللہ کے دوست ہیں ، ولی سچے دل سے خدا اور رسول اللہ ﷺ کی فرمانبر داری ، شریعت کی پابندی اور عبادت کرنے والے بڑے پرہیز گار ہوتے ہیں اور خلاف شرع شرک وبدعت اور حرام کاموں سے بچتے رہتے ہیں اور خدا سے ڈرتے رہتے ہیں اس طرح توحید و سنت پر جمے رہنے والوں کو یقیناً ولی کہتے ہیں ان کی پیروی کرنے سے ان کی محبت و تعظیم و تکریم ادا ہوتی ہے اس میں ہماری نجات بھی ہے صرف زبانی محبت کی شیخی بگھارتے رہنا فضول ہے اولیاء اللہ کا ماننا اس کے سوا اور کیا ہے کہ ان کے اعمال صالحہ کے سبب ہم ان سے محبت رکھیں اور ان کی صالح زندگی سے اثر قبول کرکے اپنے کو بھی صالح ، اللہ کا فرمانبر دار بندہ اور رضاء الٰہی کا جویا بنائیں، اولیاء اللہ اور صلحاء کرام سے خوش گمانی اور محبت وعقیدت ہی رکھنی چاہیئے کہ انہوں نے اپنی زندگیاں کتاب و سنت کا اتباع اور دین کی خیر خواہی میں گزاری ہیں .

اولیاء اللہ نے دین کی بڑی خدمات انجام دی ہیں اور دنیا میں بہت سا کفر مٹاکر اسلام پھیلایا ہے ایسے ولیوں کے دشمن بیو قوف مردود ہیں مگر افسوس ہے کہ آج کل کے بعض جاہل ، بے علم ، بے شرع ، بے نمازی ، پاگل دوھوکہ بازوں کر پیر ، ولی سمجھ کر ان کے بدعقیدوں اور بے جا خدمتوں میں برباد ہو جاتے ہیں ، مگر سچے پیر و مرشد ، رہبر عالم ، استاد ، اور جاں نثار ، ماں باپ کی خدمت اور قدر نہیں کرتے ایسی بے تمیزی کجروی اور حق تلفی پر رونا چاہیئے.

حضرت مبشر صاحب "نصائح منظومہ" کے انیسویں باب میں لکھتے ہیں کہ آج کل گمراہ کرنے والے خشکی تری روا باشد کے دھوکہ باز چرڑی مار سجدہ لینے والے ملحد پیران نکلے ہیں وہ ابلیس کے چھوٹے بھائی ہیں ان کے مرید نہ ہو ان کے مکر و فریب سے بچو وغیرہ وغیرہ تفصیل کے لئے کتاب میں ضرور ملاحظہ فرمائیں.

بعض بدعتی طفل مکتب اپنے سوا تمام مسلمانوں کو اسلام سے خارج سمجھتے ہیں دین کی حفاظت اور اصلاح کرنے والے علماء کرام پر، اکابرین امت پر، محدثین و مفسرین پر ناحق وغیرہ کے جھوٹے الزامات لگا کر ان کی غیبت اور بدگوئی سے دنیا اور آخرت میں اپنا منہ کالا کرتے رہتے ہیں، مگر اپنی سراپا الہابی خطاکاریوں سے نہیں شرماتے اس کی تفصیل "وہابی کی نشانی بی جہالت کی زبانی" میں دیکھو مصنف جناب مولوی محمد محمود صاحب سنی حنفی بدایونی. [1]

---

[1] ـ وأصل الولي من الولاء وهو القرب والنصرة فولي الله هو الذي يتقرب إلى الله بكل ما افترض عليه ويكون مشتعلا بالله مستغرق القلب في معرفة نور جلال الله فإن رأى رأى دلائل قدرة الله وإن سمع سمع آيات الله وإن نطق نطق بالثناء على الله وإن تحرك تحرك في طاعة الله وإن اجتهد اجتهد فيما يقربه إلى الله لا يفتر عن ذكر الله ولا يرى بقلبه غير الله. فهذه صفة أولياء الله وإذا كان العبد كذلك كان الله وليه وناصره ومعينه قال الله تعالى: اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا. وقال المتكلمون: ولي الله من كان آتيا بالاعتقاد الصحيح المبني على الدليل ويكون آتيا بالأعمال الصالحة على وفق ما وردت به الشريعة وإليه الإشارة بقوله الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ وهو أن الإيمان مبني على جميع الاعتقاد والعمل ومقام التقوى هو أن يتقي العبد كل ما نهى الله عنه وقوله سبحانه وتعالى: لا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ، يعني في الآخرة إذ خاف غيرهم ولا هم يحزنون يعني على شيء فاتهم من نعيم الدنيا ولذاتها.

(بحث وسیلہ)

سوال: دعاؤں میں بزرگوں کا وسیلہ لینا درست ہے یا نہیں؟

جواب: اکثر علماء دین کے نزدیک ایسا کہنا درست ہے کہ یا اللہ حضرت محمد ﷺ یا خلفاء راشدین، عشرہ مبشرین، صحابہ صالحین وغیرہ بزرگان دین کے طفیل سے میری دعا قبول فرما اس طرح خدا سے دعا کرتے وقت کسی بزرگ کا نام درمیان لانے کو وسیلہ کہتے ہیں مگر قرآنی دعاؤں میں اس طرح وسیلہ لینے کا کہیں ذکر نہیں ہے اس لئے بعض علماء دین ایسے وسیلے کو جائز نہیں سمجھتے.[1]

(لباب التأويل في معاني التنزيل المعروف بالتفسير الخازن، سورۃ یونس آیت نمبر 61 تا 63، 450/2، ط: دار الكتب العلمية بيروت)

[1] ۔ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا. (سورة النساء ، آیت نمبر 64)

استقبل القبلة و ادعو ام استقبل رسول الله صلى الله عليه و سلم؟ فقال: و لم تصرف وجهك عنه و هو وسيلتك و وسيلة ابيك آدم عليه ا لسلام الى الله يوم القيامة؟ بل استقبله و استشفع به فيشفعه الله۔ قال الله تعالىٰ: و لو انهم اذ ظلموا انفسهم الاية.

(الشفاء بتعريف حقوق المصطفىٰ: ج2 ص26 الباب الثالث فى تعظيم امره و وجوب توقيره)

والاحاديث و الآثار فى ذلك اكثر من ان تحصر، و لو تتبعتها لوجدت منها الوفاً، و نص قوله تعالىٰ: ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ﴾ الآية صريح فى ذلك.

(شفاء السقام: ص376 الباب الثامن فى التوسل و الاستغاثه و التشفع بالنبى ﷺ)

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ بغیر سیڑھی کے کوٹھے پر چڑھنا اور بغیر وسیلہ بادشاہ تک پہنچنا ممکن نہیں اسی طرح اللہ کے دربار میں پہنچنے کے لئے بزرگوں کی قبروں کا وسیلہ ضروری ہے، "وابتغوا الیہ الوسیلة" دلیل ہے کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: خداوند تعالیٰ قادر مطلق کو دنیا کے بادشاہوں کا سا سمجھنے والوں کا ایمان ٹھیک نہیں بادشاہ ملک کا انتظام اکیلا کرنے سے عاجز اور لاچار ہے اس لئے اس کو نوکروں مددگاروں کے ذریعہ ہی ملک کا انتظام کرنا پڑتا ہے اور اپنے نوکر برابر کام کرتے ہیں یا نہیں بغیر اطلاع کے بادشاہ کو معلوم بھی نہیں ہوتا اور ملک میں خلل اندازی کے خوف سے بعض اوقات عہدہ داروں کو جھوٹی سفارش بھی ماننی پڑتی ہے اور بادشاہ اپنے جان ومال کے خوف سے محلوں پر پہرے لگادیتا ہے بغیر اجازت اس کے پاس کوئی نہیں جاسکتا.

دونوں جہان کا خالق ومالک عالم الغیب پروردگار عالم کسی کا عاجز اور کسی کی مدد کا محتاج نہیں، خدائے تعالیٰ اپنی قدرت سے ہر جگہ حاضر وناظر ہے ہماری شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور قرآن میں خدا کا ارشاد ہے کہ مجھ ہی سے دعا کرو قبول کروں گا مرادیں مانگو پوری کروں گا پھر اللہ کی اس عام اجازت اور مرضی کے خلاف ادھر ادھر بھٹکتے پھرنا جہالت اور

والوسیلة بعمومها تَشْمَل التوسل بالاشخاص، و التوسل بالاعمال۔۔۔ اما شمول الوسیلة فی الآیة المذکورة للتوسل بالاشخاص فلیس برای مجرد و لا هو بماخوذ من العموم اللغوی فحسب بل هو الماثور عن عمر الفاروق رضی الله عنه۔۔۔الخ

(مقالات الکوثری: ص286، ط: وحیدی کتب خانه قصه خوانی پشاور)

نادانی ہے، جان لینا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا وسیلہ صرف دو چیزیں ہیں:

(1)اعمال صالح (2)اوصاف حمیدہ

ان دونوں کا ذکر اذان کی دعا میں موجود ہے جو آنحضرت ﷺ نے خود امت کو تلقین فرمائی ہے جو لوگ آنحضرت ﷺ کے اقوال و افعال کی متابعت کو چھوڑ کر جو حقیقی وسیلہ ہے محض بزرگوں کی ذات کو وسیلہ بناتے ہیں غلطی پر ہیں کیونکہ وسیلہ اعمال صالحہ اور اوصاف حمیدہ کا نام ہے.

لیکن بعض قبر پرست وسیلہ صرف بزرگوں کی قبروں پر جا کر ان کو سفارشی بنانا کہتے ہیں یہ بے سند بات ہے سورۃ مائدہ کی پوری آیت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو نفس کی خواہشات کو دبا کر شریعت کے حکموں پر عمل کرنے کے وسیلہ سے خدا کی خوشی اور رحمت کو حاصل کرو فلاح پاؤ گے" لہذا نیک عمل کی اصلی سیڑھی کو چھوڑ کر صرف قبروں پر قربان ہونے کو وسیلہ سمجھنا بے وقوفی ہے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو پکارنا ان سے مدد چاہنا سراسر گمراہی ہے. [1]

---

[1] ۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ.

(سورۃ المائدۃ، آیت نمبر 35)

وسیلے کے بارے میں فقہ حنفی کی کتاب "الہدایہ شرح بدایۃ المبتدی" میں ہے:

ویکرہ أن یقول فی دعائہ: بحق فلان أو بحق أنبیائک ورسلک لانہ لاحق للمخلوق علی الخالق. (الھدایۃ کتاب الکراھیۃفصل فی البیع4/475، ط: مکتبۃ شرکۃ علمیۃ ملتان)

ترجمہ: دعا میں بحق فلاں یا بحق تیرے انبیاء رسل کہنا مکروہ ہے کیونکہ خالق پر مخلوق کا کوئی حق واجب نہیں ہے.

صاحب ہدایہ علامہ علي بن أبي بكر بن عبد الجليل الفرغاني المرغينانیؒ بہت بڑے محدث اور فقیہ تھے احادیث اور فقہی روایات ان کے پیش نظر تھیں لہذا مذکورہ عبارت یااس جیسی دیگر عبارات کا تعلق اس صورت کی ساتھ ہے جس میں ان نیک بندوں کے لئے اختیار وتصرف اور قدرت کا اعتقاد رکھا جائے اور یہ توسل کی پہلی صورت کے تحت داخل ہے اور خلاف شرع ہے یا پھر اس کا تعلق اس صورت کے ساتھ ہے کہ جب اس اعتقاد کے ساتھ دعا کی جائے کہ ان کی توسل سے دعا کی جائے تو اس کا قبول کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ واجب ہو جاتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ پر مخلوق کا کوئی حق واجب نہیں ہے، اگر یہ اعتقاد ہو اور عوام الناس کی ناقص فہم توسل کو اسی معنی میں لے تو یہ ناجائز ہے جیسا کہ "اعلاء السنن" میں ہے:

وقد أجمعوا على ترک بعض الاختيار مخافة أن يقصر عنه فهم بعض الناس فيقعوا فی أشد منه (الی قوله)بحق رسلک وأنبيائک وأوليائک أو بحق البيت لانه لاحق للمخلوق على الخالق تعالىٰ.(اعلاء السنن کتاب الحظر والاباحة باب الدعا بقوله اللهم ...الخ 457/17، ط: ادارة القرآن کراچی 1415ھ)

ترجمہ: اور اس اندیشہ کے پیش نظر وسیلہ کی بعض صورتوں کے ترک کرنے پر اجماع منعقد ہوا ہے، کہ لوگ وسیلہ کا مفہوم نہیں سمجھ سکیں گے اور اس سے زیادہ سخت گناہ میں مبتلا ہوں گے.

علامہ شامی رحمہ اللہ نے علامہ سبکی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو وسیلہ بنانا مستحسن ہے اس کا ابن تیمیہؒ کے علاوہ کوئی بھی منکر نہیں ہے، نبی کریم ﷺ کی ذات سے توسل مستحسن ہونے کے ساتھ ساتھ قابل غور بات یہ ہے کہ آیا یہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہے یا عام ہے؟ ابن امیر الحاج سے اختصاص کے قول سے شدید اختلاف ونزاع منقول ہے چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:

قال السبكی يحسن التوسل بالنبی إلى ربه ولم ينكره أحد من السلف ولاالخلف إلاابن تيمية فابتدع مالم يقله عالم قبله ونازع العلامة ابن أمير الحاج فی دعوى الخصوصية ...الخ .(رد المحتار على الدر المختار کتاب الحظر والاباحة فصل فی البيع 397/6،ط: ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

ترجمہ: امام سبکیؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے توسل کا ابن تیمیہ کے علاوہ سلف وخلف میں سے کسی نے انکار نہیں کیا، سب سے پہلے ابن تیمیہ نے انکار توسل کا قول کیا ہے جو اس سے پہلے کسی عالم نے نہیں کیا، علامہ ابن امیر الحاج رحمہ اللہ نے خصوصیت کے دعوی میں سخت منازعت فرمائی ہے.

سوال میں "وابتغوا إليه الوسيلة" سے جو دلیل ذکر کی گئی ہے اس کی روح المعانی میں تین تفسیریں نقل کی گئی ہیں:

وقيل: الجملة الأولى أمر بترك المعاصي، والثانية أمر بفعل الطاعات، وأخرج ابن الأنباري وغيره عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أن الوسيلة الحاجة، وأنشد له قول عنترة: إن الرجال لهم إليك وسيلة ... أن يأخذوك تكحلي وتخضبيوكأن المعنى حينئذ اطلبوا متوجهين إليه حاجكم فإن بيده عز شأنه مقاليد السماوات والأرض ولا تطلبوها متوجهين إلى غيره فتكونوا كضعيف عاذ بقرملة، وفسر بعضهم الوسيلة بمنزلة في الجنة. (روح المعانی للآلوسی، سورۃ المائدۃ: ،الکلام علی معنی الوسیلۃ ،مبحث فی وابتغوا الیہ الوسیلۃ ، 294/3، ط: دار احیاء التراث العربی بیروت)

(1) ترک معصیت اور طاعات کی بجا آوری پر انسان کو اللہ تعالی سے جو تقرب حاصل ہوتا ہے وہ وسیلہ کہلاتا ہے.

(2) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حاجت کے معنی میں ہے یعنی حاجت اللہ تعالیٰ ہی سے مانگو غیر اللہ سے مت مانگو.

(3) وسیلہ جنت میں ایک منزل ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے، جس کے لئے دعا کی ہمیں تعلیم دی گئی ہے کہ ہر اذان کے بعد دعاء وسیلہ پڑھا کریں.

باقی توسل بالذات اگرچہ احادیث وفقہی روایات سے ثابت ہے لیکن اس آیت میں "الوسیلہ" سے توسل بالذات مراد لینا بعید ہے جیسا کہ تفسیر روح المعانی میں ہے:

واستدل بعض الناس بهذاه الآية على مشروعية الاستغاثة بالصالحين وجعلهم وسيلة بين الله تعالىٰ وبين العباد ...(الى قوله) كل ذالک بعيد عن الحق . (روح المعانی للآلوسی، سورۃ المائدۃ: ،الکلام علی معنی الوسیلۃ ،مبحث فی وابتغوا الیہ الوسیلۃ ، 294/3، ط: دار احیاء التراث العربی بیروت)

اللہ تعالیٰ سورۃ نحل میں فرماتے ہیں کہ:

لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے خود مخلوق ہیں اور مرے ہوئے بے جان ہیں۔[1]

اور سورۃ فاطر اور سورۃ نمل میں ارشاد ہے کہ:

(اے نبی ﷺ) تم قبر میں پڑے ہوئے مردوں کو سنا نہیں سکتے۔[2]

ترجمہ: اس آیت سے بعض لوگوں نے صالحین سے مدد مانگنے اور انہیں اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان وسیلہ بنانے کی مشرعیت پر استدلال کیا ہے یہ تمام حق سے بعید ہے۔

توسل بالذات میں زندہ اور مردہ کا کوئی فرق نہیں ہے، جس طرح زندوں کے طفیل درست ہے اسی طرح فوت شدہ مقدس بزرگوں کے طفیل سے بھی درست و جائز ہے اور اس کے جائز ہونے میں اس لیے بھی کلام نہیں کہ یہ دعا فوت شدہ بزرگ سے نہیں ہوتی بلکہ براہ راست اللہ تعالیٰ سے ہوتی ہے، درحقیقت دعا کرنے والا یہ دعا کرتا ہے کہ میرا تو کوئی عمل اس لائق نہیں کہ بارگاہِ عالی میں پیش کروں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول بندوں کے طفیل دعا کرتا ہوں، یہ دعا اس نیک سے تعلق کے ذریعہ توسل ہے، یہ طریقہ زیادہ مظہر تواضع وعاجزی ہے۔

لیکن اس میں بھی ضروری اور قابل لحاظ امر یہ بتایا جاتا ہے کہ اس میں یہ اعتقاد نہ ہو کہ اس کے بغیر دعا مقبول و مسموع ہی نہیں یا ان کے نام کے ساتھ توسل و دعاء سے اللہ تعالیٰ پر اس کا سننا لازم وواجب ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر مخلوق کا کوئی حق لازم نہیں بلکہ اللہ جو کچھ دیتا ہے، محض اس کا فضل وعطاہے۔

1 ۔ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ. أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ. (سورۃ النحل ، آیت نمبر 20،21)

2 ۔ إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ۔۔۔الخ.(سورۃ النمل ، آیت نمبر 80، سورۃ روم آیت نمبر 52)

حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ اس بارے میں فرماتے ہیں: یہاں تین چیزیں غور طلب ہیں، اول اسماع دوم استماع سوم سماع، اسماع کی نفی صراحۃً کلام اللہ شریف میں مذکور ہے،

انک لا تسمع الموتیٰ (.سورۂ نمل آیت:80)

وما انت بمسمع من فی القبور. (سورۂ الفاطر آیت:22)
یعنی حضور اکرم ﷺ اہل قبور کو بذات خود نہیں سنا پاتے، تا بدیگراں چہ رسد، استماع کا حاصل یہ ہے کہ مردے کان لگا کر خود کسی کی بات سنیں، جب روح جسم سے جدا ہو جائے تو جسم کا یہ کان نہیں سن سکتا، اسلئے کہ ادراک کرنیوالی اصل روح ہے اور قوت سامعہ اس کیلئے آلۂ ادراک ہے جب روح نے اس جسم کو اور اس میں لگے ہوئے آلات کو ترک کر دیا تو اس کیلئے یہ آلات کار آمد نہیں ہیں، جس طرح قوت باصرہ، ذائقہ، باطشہ، لامسہ وغیرہ سے روح کام نہیں لے سکتی اسی طرح استماع سے بھی قاصر وعاجز ہے، لہٰذا ظاہر لایخفٰی۔ سماع کا حاصل یہ ہے کہ کوئی خارجی آواز اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے ذریعہ سے میت کو ادراک کرادیں جس میں نہ صاحب صوت کو دخل ہو، نہ میت کو یہ بالکل ممکن ہے حق تعالیٰ کی قدرت سے خارج نہیں اس کے لئے شواہد کثیرہ موجود ہیں حدیث شریف میں ہے کہ جب میت کو قبر میں رکھ کر سب ساتھی لوٹتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے:

عن انس عن النبی ﷺ قَالَ اِذَا وُضِعَ الْعَبْدُ فِی قَبْرِہٖ وَتَوَلیّٰ عَنْہُ اَصْحَابُہٗ انہ لیسمع قَرْعَ نِعَالِھِمْ (سنن ابوداؤد ص:460/2، کتاب الجنائز، باب المشی بین القبور فی النعل، مطبوعہ سعد بکڈپو دیوبند، صحیح البخاری ص:278/1، کتاب الجنائز، باب المیت یسمع خفق النعال، مطبوعہ اشرفی دیوبند)

اس میں نہ میت کے کان لگانے اور اختیار کو دخل ہے، نہ اصحاب نعال کے اسماع اور میت تک آواز پہونچانے کو دخل ہے اس کے باوجود سماع ثابت ہے. قبرستان میں پہونچ کر سلام کرنا اور دیگر چند کلمات کا کہنا مسنون ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ ﷺ بِقُبُوْرِ الْمَدِیْنَۃِ فَاَقْبَلَ عَلَیْھِمْ بِوَجْھِہٖ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَہْلَ الْقُبُوْرِ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ. (سنن الترمذی 303/1، کتاب الجنائز، باب مایقول اذا دخل المقابر مطبوعہ مکتبہ بلال دیوبند و طحطاوی علی المراقی ص:513، فصل فی زیارۃ القبور، مطبوعہ مصری)

اتنی کثیر مٹی کے اندر مدفون میت تک معمولی آواز کا پہنچا دینا صاحب آواز کے قابو سے باہر ہے اس کے باوجود سماع ثابت ہے.

مشہور علماء دین ومشائخین کے اقوال

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ:

اہل قبور سے دعا کرنا کرانا وسیلہ پکڑنا درست نہیں.[1]

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ:

مشرکین کہ بتوں کی روحوں کو توجہ کا قبلہ سمجھتے تھے مسلمان بجائے بتوں کے

والحق ان الموتی یسمعون فی الجملة ...... ولا یمنعون من ذالک کونہ تحت اطباق الثریٰ الخ (روح المعانی 87/12، سورۂ روم آیت:52، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

عالم برزخ کو عالم مشاہدہ پر قیاس کر کے محض عقلی طور پر کوئی قطعی بات ثابت کرنا بھی مشکل ہے:

لان قیاس الغائب علی الشاہد لا یجوز صرح بہ الامام الرازی فی موضع لا تحصی.

(تفسیر کبیر 169/7، تحت سورۂ ص آیت:7، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

جن روایات سے نفی معلوم ہوتی ہے، وہاں اسماع کی نفی ہے یا استماع کی نہ کہ سماع کی.

والمراد من نفی الاسماع للموتی الاسماع الذی یمکن ان یعقبہ اجابة وتفاعل وتفاہم فلا یعارضہ ثبوت السماع من جانبھم دون ان یتمکنوا من الرد الخ. (تفسیر منیر 31/20 مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان)

اس تقریر پر روایات کا محمل متعین ہو کر کوئی تعارض باقی نہیں رہتا، نہ طرفین کی پیش کردہ آیات وروایات کی تفسیر وتشریح کی حاجت رہتی ہے، یہ بحث تحت الفتوی داخل بھی نہیں کہ مفتیٰ بہ قول نقل کیا جائے صحابہ کرامؓ کے درمیان اگر اختلاف ہو تو ہماری اتنی حیثیت نہیں کہ محاکمہ کرنا شروع کر دیں، ان حضرات کا منصب اس سے بلند ہے.

[1] ۔ والتفصیل فی المسئلة ان التوسل بالمخلوق لہ تفاسیر ثلاثة : الاول :دعائہ واستغاثتہ کدیدن المشرکین وھو حرام اجماعاً ۔۔۔۔الثانی : طلب الدعاء منہ ۔۔۔۔۔ولم یثبت فی المیت بدلیل فیختص ھذا المعنیٰ بالحی ، والثالث : دعاء اللہ ببرکة ھذا المخلوق المقبول ، وھذا قد جوزہ الجمھور . (بوادر النوادر ، 706/2، 708، ط: ادارہ اسلامیات لاہور)

قبروں کو سمجھتے ہیں. انبیاء علیہم السلام اپنی زندگی میں یا موت کے بعد اللہ تعالیٰ کے کاموں میں کسی قسم کا دخل یا تصرف نہیں رکھتے ہیں. (1)

شاہ عبدالقادر محدث دھلوی علیہ الرحمۃ:

اللہ کے سوا کسی نبی ولی یا فرشتے سے مدد مانگنا حرام ہے. (2)

شاہ محمد اسحاق محدث دھلوی علیہ الرحمۃ:

مردے سے اپنی حاجتیں طلب کرنا، مردہ کسی قسم کا تصرف رکھتا ہے سمجھنا اللہ کے پاس سفارش کر کے مصائب دور کرنے کو کہنا صریح شرک اور کفر ہے. (3)

شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی علیہ الرحمۃ:

بلا دور ہونے کے لئے غیر اللہ کو پکارنا اور نفع نقصان کو ان کو مختار سمجھنا شرک ہے. (4)

---

[1] ۔ والشرك هو: إثبات الصفات الخاصة بالله تعالى لغيره، مثل إثبات التصرف المطلق في الكون بالإدارة المطلقة التي يعبر عنها "بكن فيكون" أو إثبات العلم الذاتي الذي لا يحصل بالاكتساب عن طريق الحواس والدليل العقلي، والمنام والإلهام وأمثال هذه الوسائل المادية أو الروحية، أو إثبات إيجاد شفاء المريض. (الفوز الكبير في أصول التفسير، العقائد الثابتة لدى المشركين وانحرافهم عنها، 35/1، ط: دار الصحوة القاهرة)

[2] ۔ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ.
(سورۂ یونس آیت: 106)

[3] ۔ فتاویٰ شاہ محمد اسحاق دہلوی، المعروف مائۃ مسائل، ص: 203، ط: المنہل پبلشرز.

[4] ۔ فتاویٰ عزیزی، ص 182، ط: ایچ ایم سعید کمپنی کراچی.

قاضی ثناء اللہ حنفی پانی پتی علیہ الرحمۃ:

انبیاء اولیاء کی قبروں کو سجدہ کرنا، طواف کرنا، ان سے مدد مانگنا، ان کی نذر کرنا یہ سب حرام ہیں.[1]

عبدالحی لکھنوی علیہ الرحمۃ:

ہر شخص کی پکار کو ہر جگہ ہر وقت سننا اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے اللہ کے سوا کسی اور کے ساتھ ایسا اعتقاد شرک ہے.[2]

پیران پیر حضرت محبوب سبحانی علیہ الرحمۃ:

اپنے دلوں کو غیر اللہ سے پاک وصاف رکھو، جو شخص غیر اللہ سے نفع و نقصان کی امید رکھے وہ اللہ کا عابد نہیں بلکہ وہ اس کا بندہ ہے جس سے یہ توقع رکھتا ہے، اپنی کل حاجتوں کو خدا پر چھوڑ و تمام خلقت سے منہ پھر کر اللہ کی طرف جھک جاؤ.[3]

شیخ فرید الدین عطار علیہ الرحمۃ:

اے انسان مصیبت میں خدا کے سوا کسی سے مدد نہ مانگ خدا کے سوا کوئی فریاد رس نہیں جو اللہ کے سوا کسی دوسرے کو پکارتا ہے دنیا میں اس سے زیادہ کون

---

1 ۔ سجدہ کردن بسوئے قبور انبیاء واولیاء وطواف گرد قبور کردن ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حرام است بلکہ چیزہا ازاں بکفر من رسانید. (مالابد منہ، کتاب الجنائز، ص 70، ط: المصباح للطباعۃ والنشر والتوزیع لاہور)

2 ـ مجموعة رسائل الكنوی، اللطائف المستحسنة بجمع خطب شهور السنة، ص 14، ط: انتشارات شیخ الاسلام احمد جام.

3 ـ بهجة الاسرار، ص 352، ط: اکبر بک سیلرز لاہور.

گمراہ ہو سکتا ہے.

حضرت جلال الدین مولانا روم علیہ الرحمۃ:

تم دوسروں سے کیوں مانگتے ہو؟ کیا اللہ تعالیٰ اتنا مفلس ہو گیا ہے کہ تمہاری خواہش پوری نہیں کر سکتا؟ اپنی مرادیں رزق وغیرہ خدا ہی سے طلب کرو پانی ہمیشہ جاری نہر سے ہی ملا کرتا ہے.

فتاویٰ بزازیہ:

حنفی مذہب کی معتبر کتاب میں ہے کہ جو کوئی یہ اعتقاد رکھے کہ بزرگوں کی روحیں ہر جگہ حاضر وناظر ہیں وہ کافر ہے.[1]

مجالس الابرار:

اور دیگر کتب حنفیہ میں ہے کہ مردوں سے مدد مانگنا حرام ہے.[2]

---

[1] ۔ ویکفر بقوله ارواح المشائخ حاضرة تعلم .

(فتاویٰ بزازیہ ، کتاب السیر ، الثانی فیما یتعلق بالله ، 366/6، ط: کوئٹہ)

[2] ۔ واستدل بعض الناس بهذه الآية على مشروعية الاستغاثة بالصالحين وجعلهم وسيلة بين الله تعالى وبين العباد والقسم على الله تعالى بهم بأن يقال: اللهم إنا نقسم عليك بفلان أن تعطينا كذا، ومنهم من يقول للغائب أو الميت من عباد الله تعالى الصالحين: يا فلان ادع الله تعالى ليرزقني كذا وكذا، ويزعمون أن ذلك من باب ابتغاء الوسيلة،ويروون عن النبي صلّى الله عليه وسلّم أنه قال إذا أعيتكم الأمور فعليكم بأهل القبور، أو فاستغيثوا بأهل القبوركل ذلك بعيد عن الحق بمراحل. (روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني،294/3، ط: دار الكتب العلمية بيروت)

سوال: کہتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے نانا جان کی امت کی بخشش کے لئے کربلا میں شہید ہوگئے، اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب: شہید کربلا کے عوض ہم کو چھٹی مل جانا لغوبات ہے مطلب یہ ہے کہ ملک شام کا خلیفہ یزید حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو جبراً اپنا تابع فرمانبردار مرید بنانا چاہتا تھا مگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس کی بیعت کو اس لئے منظور نہ فرمایا کہ اگر میں باطل و بے شرع سے دب جاؤں تو نانا جان کی امت بھی باطل پرستی کے گناہ میں گمراہ ہو جائے گی اس لئے امت کو قیامت تک حق پرستی کا سبق دینے کے لئے اپنی جان کو اور پیارے کنبہ کو حق پر قربان کر کے شہید ہوگئے، ہم لوگوں کو امام حسین رضی اللہ عنہ کے سبق کو کبھی نہ بھولنا چاہیئے، حق پر چلنا اور حق کی تائید کرتے رہنا چاہیئے.[1]

---

[1] ـ فكل مسلم ينبغي له أن يحزنه قتله رضي الله عنه. فإنه من سادات المسلمين، وعلماء الصحابة وابن بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم التي هي أفضل بناته. وقد كان عابدا وشجاعا وسخيا، ولكن لا يحسن ما يفعله الشيعة من إظهار الجزع والحزن الذي لعل أكثره تصنع ورياء، وقد كان أبوه أفضل منه فقتل، وهم لا يتخذون مقتله مأتما كيوم مقتل الحسين، فإن أباه قتل يوم الجمعة وهو خارج إلى صلاة الفجر في السابع عشر من رمضان سنة أربعين، وكذلك عثمان كان أفضل من علي عند أهل السنة والجماعة. وقد قتل وهو محصور في داره في أيام التشريق من شهر ذي الحجة سنة ست وثلاثين، وقد ذبح من الوريد إلى الوريد، ولم يتخذ الناس يوم قتله مأتما، وكذلك عمر بن الخطاب وهو أفضل من عثمان وعلي، قتل وهو قائم يصلي في المحراب صلاة الفجر ويقرأ القرآن، ولم يتخذ الناس يوم قتله مأتما، وكذلك الصديق كان أفضل منه ولم يتخذ الناس يوم وفاته مأتما، ورسول الله

مگر افسوس ہے کہ آج کل آل رسول ﷺ کا دعویٰ کرنے والے اور پیر و مرشد کہلانے والے خرافاتی عرس و محرم کے میلوں میں سردار بن کر عوام کو باطل پرستی کے گناہ میں غرق کر رہے ہیں اور دین کو برباد کر رہے ہیں بمصداق: ع

"اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے"

اگر یہ پیر و مرشد، صوفیائے سلف صالحین کی طرح سچے رہبر بن جائیں تو قوم سدھر جائے گی اور بعض خاندانی علم کا دعویٰ کرنے والے حضرات بھی پسر نوحؑ کی طرح بدعتی کاموں میں عوام کے پشت پناہ بن کر نام گم کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ سب کو نیک توفیق سے نوازے. (آمین)

سوال: اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت اور فاتحہ کے لئے عرس کو جانا درست ہے یا نہیں؟

جواب: قبرستان عبرت حاصل کرنے اور موت کو یاد کر کے ڈرنے اور اپنے گناہ سے توبہ کرنے کی جگہ ہے اس کے خلاف آج کل عرس کے میلوں میں مزاروں کے پاس خدا اور رسول ﷺ اور اولیاء اللہ ناراض اور بیزار ہونے کے گندے کام ناچ گانا، بیانڈ باجا بجانا، عورتیں بے گوشہ ہونا، اصلی یا نقلی قبروں کے اطراف تعظیم سے پھرنا، طواف کرنا، سجدہ کرنا، غیر اللہ کی نذر و نیاز کرنا، ولیوں سے منتیں، مرادیں مانگنا وغیرہ وغیرہ ناجائز حرام کام اور شرک وبدعت کے برے اور باطل عقائد ہوا کرتے ہیں، ایسے وقت وہاں جانا سخت گناہ

صلى الله عليه وسلم سيد ولد آدم في الدنيا والآخرة، وقد قبضه الله إليه كما مات الأنبياء قبله، ولم يتخذ أحد يوم موتهم مأتما يفعلون فيه ما يفعله هؤلاء الجهلة من الرافضة يوم مصرع الحسين. (البداية والنهاية لابن كثير، واما قبر الحسين رضى الله عنه، 203/8، ط: دار الفكر بيروت)

حرام ہے ہرگز درست نہیں اور دور و نزدیک سے خرافاتی عرس کو جانے آنے میں پیسہ خرچ کرنا بھی اسراف ہے۔[1]

سورۃ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

اسراف کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔[2]

نماز روزہ چٹ، عرس محرم گھٹ، عجب مسلمانی! داڑھی چٹ، کراف گھٹ کس کی نشانی ہے؟ ہمارے پیغمبر خاتم الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے تھے کہ:

لوگو! میری قبر کو عید گاہ نہ بنانا کیونکی اگلی امتیں یہ عمل کرکے مشرک ہوگئیں

---

[1] ۔ وعن ابی هريرة، قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "لا تجعلوا بيوتكم قبورا، ولا تجعلوا قبري عيدا، وصلوا علي، فإن صلاتكم تبلغني حيث كنتم"، رواه النسائي. (ولا تجعلوا قبري عيداً): هو واحد الأعياد، أي: لا تجعلوا زيارة قبري عيداً، أو لا تجعلوا قبري مظهر عيد، فإنه يوم لهو وسرور، وحال الزيارة خلاف ذلك، وقيل: محتمل أن يكون المراد الحث على كثرة زيارته، ولا يجعل كالعيد الذي لا يأتي في العام إلا مرتين. قال الطيبي: نهاهم عن الاجتماع لها اجتماعهم للعيد نزهةً وزينةً، وكانت اليهود والنصارى تفعل ذلك بقبور أنبيائهم، فأورثهم الغفلة والقسوة، ومن عادة عبدة الأوثان أنهم لا يزالون يعظمون أمواتهم حتى اتخذوها أصناماً، وإلى هذا أشار لقوله: " اللّٰهم لا تجعل قبري وثناً يعبد "، فيكون المقصود من النهي كراهة أن يتجاوزوا في قبره غاية التجاوز، ولهذا ورد: "اشتدّ غضب الله على قوم اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، باب الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم وفضلها، 744/2، ط: دار الفكر بيروت لبنان)

[2] ۔ إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ. (سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر 27)

اللہ میری امت کو اس برے عمل سے بچائے.[1]

سوال: بعض دیہات کے قاضی پیش امام، متولی نمازی بھی رواجی عرس محرم کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی کرنے پر مجبور کرتے ہیں ان کی پیروی کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: ع: چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

قاضی، متولی، پیش امام وغیرہ قوم کو مشرکانہ ترغیب دیں تو اسلام کہاں زندہ رہے گا؟ پیش امام اور جماعت کے بڑے قوم کے سردار ہوتے ہیں اور قوم کو سدھارنا انہی کا کام ہے ورنہ سب کا گناہ ان کے سر بھی ہوتا رہے گا، پیغمبر ﷺ کے وقت بعض لوگ نماز بھی پڑھتے تھے اور بت پرستی وغیرہ بھی کرتے تھے ایسی دورنگی چال والوں کو قرآن میں منافق کہا گیا ہے نماز کی صفت سورۃ عنکبوت میں اس طرح ارشاد ہے:

إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ.[2]

یعنی تحقیق نماز بے حیائی اور برے کاموں سے بچاتی ہے.

کلمہ طیب اور نماز کی ہر رکعت میں "ایاک نعبد وایاک نستعین" پڑھ کر ہمیشہ اقرار کرتے ہیں کہ یا اللہ تو ہی عبادت کے لائق ہے ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ

---

[1] ۔ عن أبي هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تجعلوا بيوتكم قبورا، ولا تجعلوا قبري عيدا. (سنن ابی داؤد، باب زيارة القبور، 218/2، رقم: 2042، ط: المكتبة العصرية، صيدا بيروت)

[2] ۔ سورۃ العنکبوت، آیت نمبر 45.

ہی سے مدد مانگتے ہیں اس اقرار پر قائم رہنے والے ایماندار نمازی خدا کے سوا کسی قبر، گوم ، جھنڈے ، پنجے ، سواری وغیرہ کی تعظیم و تکریم پوجا پاٹ نہیں کرتے ، خلاف شرع بدعتی بناسپتی عقائد و اعمال والوں کی نماز کا خدا حافظ ان کی جائز گمراہ کرنے والی ترغیب اور بے سند باتوں پر عمل کرنا شیطانی دھوکہ ہے ہر گز درست نہیں بہت پرہیز کرنا چاہیئے.

کسی کارخانہ میں بے تجربہ منیجر، منشی، ڈرائیور، میکانک، مستری وغیرہ کو نہیں رکھتے تا کہ کام خراب نہ ہو جائے ، اسی طرح مسجد میں اچھے علم اور عقیدے والے پرہیز گار پیش امام کو مقرر کرنا چاہیئے، ورنہ سب کی نماز ناقص یا غارت ہو جائے گی سارا وبال جماعت کے بڑوں پر ہو گا (ملاحظہ ہو کتاب "اسلام کا نظام مساجد") جس میں متولی، ممبر، پیشوا کیسے ہونا اور مسجد کا انتظام کس طرح کرنا تفصیل سے لکھا ہے.[1]

---

[1] ۔ (وعنه) ، أي: عن أبي هريرة (قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: " لا تجعلوا بيوتكم ") : بكسر الباء وضمها (قبورًا) ... ("ولا تجعلوا قبري عيدًا ") : هو واحد الأعياد، أي: لاتجعلوا زيارة قبري عيدًا، أو لاتجعلوا قبري مظهر عيد، فإنه يوم لهو وسرور، وحال الزيارة خلاف ذلك، وقيل: محتمل أن يكون المراد الحث على كثرة زيارته، ولا يجعل كالعيد الذي لا يأتي في العام إلا مرتين. قال الطيبي: نهاهم عن الاجتماع لها اجتماعهم للعيد نزهة وزينة، وكانت اليهود والنصارى تفعل ذلك بقبور أنبيائهم ، فأورثهم الغفلة والقسوة، ومن عادة عبدة الأوثان أنهم لا يزالون يعظمون أمواتهم حتى اتخذوها أصنامًا، وإلى هذا أشار لقوله: " اللهم لا تجعل قبري وثنا يعبد " فيكون المقصود من النهي كراهة أن يتجاوزوا في قبره غاية التجاوز، ولهذا ورد: "اشتد غضب الله على قوم اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد "، وقيل: العيد اسم من الاعتياد يقال: عاده واعتاده وتعوده، أي: صار عادة له، والعيد ما

سوال: بعض مسلمان محرم میں شہدائے کربلا کی یاد میں پنجے، تعزیہ اور سواری بٹھاتے ہیں ان کے روبرو مرثیہ پڑھتے ہیں ارد گرد ناچتے ہیں، باگھ، بندر، جوگی، جوگن، سدی، جلالی، لیلیٰ، مجنوں کی نقلیں اتارتے ہیں مرد وعورت کا بھیس بدلتے ہیں، گلے میں زنار، پیشانی پر ٹیکا لگاتے ہیں، گاتے، بجاتے، کھیلتے، کودنے ہیں، اور الاؤ جلا کر اس کے گرد یا علی دولہا کی دھوم مچاتے پھرتے ہیں کہ امام حسن حسین رضی اللہ عنہما بدن میں آگئے ہیں، یہ پنجوں کی کرامت ہے اسلام کی شان ہے کہہ کر بڑے اعتقاد سے اور تعظیم وتکریم سے پنجوں کے روبرو فاتحہ پڑھتے ہیں، مور چھل جھلتے ہیں لہذا اسلام میں ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: شہدائے کربلا کے واقعات دل گداز اور سبق آموز ہیں مگر پنجے، جھنڈے کھڑا کرنا، سواری بٹھانا، تعزیہ بنانا اور ان کے روبرو مرثیہ، فاتحہ وغیرہ پڑھنا، باگھ بندر وغیرہ کی صورت بنانا، الاؤ جلانا، گانا بجانا وغیرہ وغیرہ یہ سب لہو ولعب کے بیہودہ کام سخت حرام قابل لعنت ہیں اور چاندی، پیتل کے ٹکڑوں کو لکڑی میں چبو کر دامنی باندھ کر حضرت امام حسن، حسین رضی اللہ عنہما کا نام لگا کر ان کی شان کے خلاف بڑی بے عزتی اور بزرگوں سے مشرکانہ مسخری ہے، ان بے دینی کاموں کو اسلام کی شان سمجھنا ڈبل بے وقوفی ہے ہمارا اشرف المخلوقات جاندار ہو کر اپنے ہاتھوں سے بنائی ہوئی بے جان چیزوں کی تعظیم

اعتادك من هم أو غيره، أي: لا تجعلوا قبري محل اعتياد فإنه يؤدي إلى سوء الأدب وارتفاع الحشمة. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، باب الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم وفضلها، 744/2، ط: دار الفكر بيروت لبنان)

کرنا ہی بت پرستی ہے افسوس ہے کہ جو بت شکن تھا وہ بت ساز اور بت پرست ہو جائے۔

شہدائے کربلا اور کوئی ولی کسی کے جسم پر ہرگز نہیں آتے ایسا سمجھنا بڑے جہالت اور بزرگوں کو بدنام کرنے کی نالائق بات ہے ہاں شیطانی عقائد اور عمل والوں پر شیطان سوار ہو سکتا ہے یہ سب اسی استاد کے کھیل ہیں جو ہمارے ایمان و اسلام کو برباد کرتا ہے۔

مسلمانو! ہمارے تمہارے ماں باپ، بھائی بہن یا کوئی رشتہ دار مر جائیں تو اس وقت وہاں چند لوگ باجا بجائیں، مردے پر گیت گائیں، اور اچھلنا کودنا شروع کر دیں تو کیا تم ہم خوش ہوں گے ہرگز خوش نہ ہوں گے بلکہ مارنے پرنے پر تیار ہو جائیں گے اب ٹھنڈے دل سے خیال کر لیں کہ سردار دو جہاں حضرت محمد ﷺ کے لاڈلے نواسے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لخت جگر، جنت کے سردار امام حسن حسین رضی اللہ عنہما کے نام سے ایسا گانا بجانا، اچھلنا کودنا کب جائز ہو گا؟

انصاف سے دیکھیں کیا یہی آل رسول ﷺ حضرت امام حسن حسین رضی اللہ عنہما کی محبت کی نشانی ہے کیا ایسے خرافاتی ناجائز فاتحہ اور مرثیوں سے وہ خوش ہوں گے؟ نہیں نہیں ہرگز خوش نہ ہوں گے، یہ سب یزیدی حکام کوفہ کے ظالمانہ کام ہیں جنہوں نے شہدائے کربلا کو بھوکے پیاسے ستا ستا کر شہید کر دیا اپنی جیت کی خوشی میں دھوم دھام مچا دی، پلاؤ بریانی کھا کر دودھ شربت پی کر شیطانی تماشے منا کر حق شہداء کرنے کا عجیب

طریقہ ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک توفیق عطاء فرمائے. (آمین)[1]

---

[1] ۔ قال ابن حجر: وأخذ أئمتنا من هذه الأحاديث تحريم النوح، وتعديد محاسن الميت، بنحو وا كهفاه مع رفع الصوت والبكاء، وتحريم ضرب الخد، وشق الجيب، ونشر الشعر وحلقه ونتفه، وتسويد الوجه، وإلقاء التراب على الرأس، والدعاء بالويل والثبور. قال إمام الحرمين وآخرون: والضابط أنه يحرم كل فعل يتضمن إظهار جزع ينافي الانقياد والتسليم لقضاء الله تعالى. قالوا: ومن ذلك تغيير الزي، ولبس غير ما جرت العادة بلبسه، أي: وإن اعتيد لبسه عند المصيبة. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، باب البكاء على الميت، 1235/3، ط: دار الفكر بيروت لبنان)

عن أبي سعيد الخدري، قال:لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم النائحة والمستمعة.(سنن ابی داؤد، باب فی النوح، 193/3، رقم الحديث: 3128، ط: المكتبة العصرية، صيدا بيروت)

نقل فی مطالب المومنين عن امامنا ابی حنيفة : انه لايجوز التشبه بالروافض ---ومن تشبه بقوم فهو منهم . (نفع المفتی والسائل، ص :166، کتب خانه مجیدیه ملتان)

تعزیہ دار در عشرہ محرم ، وساختن ضرائح ، وصورت وغیرہ درست نیست ، زیرا کہ تعزیہ داری عبارت ازیں است کہ ترک لذائذ وترک زینت کند، وصورت محزون وغمگین نماید، یعنی مانند صورت زنان سوگ دارندہ بنشیند، ومرد را ہیچ جا ایں قسم جا شرع ثابت نمی شود۔۔۔۔ ایں ہم بدعت است۔۔۔۔ بلکہ بدعت سیئہ است.

(فتاویٰ عزیزی فارسی، مسئلہ تعزیہ داری محرم وصورت، 1/ 75 مکتبہ رحیمیہ دیوبند)

تعزیہ داری در عشرہ محرم یا غیر آن ، وساختن ضرائح ، وصورت قبور وعلم تیار کردن دُلدل وغیرہ ذلک ایں ہمہ امور بدعت است کی قرن اول بود نہ در قرن ثانی ، نہ در قرن ثالث.

(مجموعۃ الفتاویٰ علی ھامش خلاصۃ الفتاویٰ 4/ 344، ط : امجد اکیڈمی لاہور)

سوال: بعض مسلمان کہتے ہیں کہ یہ رواجی عرس، محرم، رجب کی بائیسویں بڑے بڑے شہروں میں ہوتے ہیں اور ہمارے باپ دادا، استاد، پیرو مرشد سے چلا آتا ہے ہم ان کی پیروی کرتے ہیں تو اس میں کیا نقصان ہے؟

جواب: دین کو خراب کرنے والے جاہل ایسی ہی بے جا باتوں سے عوام بے چاروں کو گمراہ کرتے ہیں، اگر باپ دادا کی اندھی تقلید ہی کافی ہوتی تو قرآن اور پیغمبر ﷺ کی کیا ضرورت تھی؟ ہم کسی شہر والوں کی یا باپ دادا وغیرہ کی امت میں نہیں ہیں ہم مسلمانوں پر شریعت کی پابندی فرض ہے خلاف شرع کسی کے حکم یا عمل کی پیروی کرنا حرام اور گناہ ہے مثلاً کسی شہر والے یا ہمارے باپ دادا پیرو مرشد، گانجہ، تاڑی، سیندھی شراب پئیں، زنا، چوری وغیرہ کریں تو کیا ہمارے لئے بھی ایسا کرنا عقلمندی ہے؟ باپ دادا وغیرہ غریب، بھکاری، اندھے، لنگڑے، لولے تھے تو کیا ایسا ہونا ضروری ہے؟ ہر گز ضروری نہیں.[1]

---

[1] ـ عن خرشة بن الحر قال: "رأيت عمر بن الخطاب يضرب أكف الرجال في صوم رجب حتى يضعوها في الطعام. فيقول: رجب وما رجب! إنما رجب شهر كانت تعظمه الجاهلية فلما جاء الإسلام ترك". "ش طس."

(كنز العمال: كتاب الصوم، 298/8، رقم الحديث: 24575، ط: مكتبه رحمانيه)

ماہ رجب میں ایک رسم امام جعفر صادق کے کونڈوں کے نام سے مشہور ہے، در حقیقت یہ رسم صحابہ دشمن لوگوں کی ایجاد ہے، جس وقت کاتب وحی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا المناک سانحہ پیش آیا، تو دشمنوں نے اپنی دیرینہ خواہش پوری ہونے پر خاموشی سے مٹھائیاں تقسیم کی، ابتداءً اس خوشی کو مخفی رکھنے کی کوشش کی گئی، پھر اس راز کے فاش ہونے کے خطرے کے پیش نظر اس رسم کو امام جعفر صادق کی طرف منسوب کر دیا گیا، حالانکہ اصولی طور پر اس تاریخ کو حضرت امام جعفر صادق سے کوئی مناسبت نہیں ہے، اس لئے کہ بائیسویں رجب نہ حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ

عرب کے قدیم اور زبردست بت پرست، اسلام کی روشنی چمکتے ہی فوراً اپنے باپ دادا کی تمام برائیوں کو چھوڑ کر سچے ایماندار، پکے مسلمان اور جنت کے حقدار ہو گئے مگر افسوس ہے کہ ہندوستان کے بعض خاندانی مسلمان شیطانی مکر و فریب سے فاتحہ خوانی کے بہانے میں قبروں اور پنجوں اور جھنڈوں سواریوں کو پوجنے ان سے منت مرادیں مانگنے لگے ہیں جو سخت حرام اور مشرکانہ کام ہیں، شریعت میں ان کاموں سے بچنے کی اور دوسروں کو پرزور تاکید کی گئی ہے، اندھے کو باؤلی میں گرتے دیکھ کر نہ بچانا گناہ ہے.

دوستو بزرگو! یزید نے اتنا بڑا گناہ نہیں کیا جتنا کہ آج مسلمان حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں کرتے ہیں اگر امام حسین زندہ ہوتے اور ان تعزیہ پرست، پنجے بردار مسلمانوں کو دیکھتے تو خدا کی قسم اس گناہ اور شرک کو مٹانے کے لئے جہاد کر کے شہید ہو جاتے. (1)

کی تاریخ پیدائش ہے اور نہ ہی تاریخ وفات، حضرت جعفر صادق کی ولادت آٹھ رمضان 80 ہجری یا 83 ہجری میں ہوئی اور وفات شوال 128 ہجری میں ہوئی، ہاں بائیسویں رجب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات ضرور ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس رسم کو محض پردہ پوشی کے لئے حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا گیا، ورنہ در حقیقت یہ تقریب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں منائی جاتی ہے، لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ اس رسم سے بہت دور رہیں۔

(تاریخ کے ساتھ ساتھ: ص، 267، 268، مکتبہ ادارۃ المقصود)

[1] ۔ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یزید مومن تھا، بسبب قتل کے فاسق ہوا، کفر کا حال معلوم نہیں، کافر کہنا جائز نہیں کہ وہ عقیدہ قلب پر موقوف ہے". (فتاویٰ رشیدیہ، ص:38)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں: "ہم مقلدین کو احتیاط سکوت میں ہے، کیوں کہ اگر لعنت جائز ہے تو نہ کرنے میں حرج نہیں اس لیے کہ لعنت نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت نہ مستحب، محض مباح ہے". (ص:39)

بعض جگہ دین کے دشمن مسجد کے قریب ہی خرافاتی عرس اور محرم کے میلے مناتے ہیں، بیانڈ باجوں کی دھوم دھام سے غیر اقوام کو اعتراض کا موقع دینے کے علاوہ شور و غل مچا کر نمازیوں کی نماز غارت کر دیتے ہیں اور بعض گانے بجانے والے بے تمیز قوال شریعت کی، نماز کی اور نمازیوں کی ٹھٹھا مسخری کے راگ الاپ کر لوگوں کو بے نمازی بنانے کا اعلان کرتے ہیں، یہ سب فاتحہ خوانی کی آڑ میں اسلام کو مٹانے کی شیطانی تدابیر ہیں جو کھلا کفر ہے اس لئے تمام مسلمان ایک دلی سے بے دینی کے میلوں کو مناسب طریقوں سے مٹانے کی کوشش کریں تو خاص کر مسجدوں کے پاس فوری توجہ سے بند کرادیں تو خدا اور رسول ﷺ، ولی، شہید وغیرہ تمام بزرگان دین تم سے بہت خوش ہوں گے.

مسلمان بھائی، بہنو! دنیا و آخرت کی کھیتی ہے، اللہ تعالیٰ مال و دولت دے کر آزماتا ہے دنیا میں اچھے کام کرو برے کاموں سے بچو، قیامت کے حساب وکتاب کا جزا و سزا کا خوب خیال

یزید کے متعلق اہل سنت کا موقف یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ حق پر تھے، یزید حق پر نہ تھا، ان امور میں تعمق (گہرائی میں جانے) سے بچنا بہتر ہے اس لیے کہ قرآن کریم کا ارشاد ہے: ﴿ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ (البقرة: 141)

ترجمہ: یہ جماعت گزر چکی، ان کے لیے وہ جو انہوں نے کیا، اور تمہارے لیے وہ جو تم نے کیا، اور تم سے نہیں پوچھا جائے اس کے بارے میں جو وہ عمل کرتے تھے۔

اور آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه. ترجمہ: آدمی کے اسلام کی خوبی میں سے ہے کہ وہ لایعنی (فضول) کو چھوڑ دے.

مزید تفصیل کے لیے حکیم الاسلام قاری محمد طیب رحمہ اللہ کی کتاب "شہید کربلا اور یزید" نیز مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی کتاب "شہیدِ کربلا" کا مطالعہ فرمائیں.

کرو، خواب غفلت سے جاگو اور جگاؤ.

ہر سال عرس و محرم کے بے شرع کاموں میں بے جا خرچ ہونیوالی گاڑی کمائی کے سینکڑوں روپیوں سے اپنے رشتہ داروں اور غیرب یتیم لڑکے لڑکیوں کا نکاح کرادیں، کپڑے دلا دیں، ختنہ کرادیں یا ان کو تجارت پر لگادیں تو اسلام کی کتنی عزت ہو گی، کتنا ثواب ملے گا؟ سچے دل سے خیال کریں، اکثر لوگ مسجد، مدرسہ وعظ ونصیحت وغیرہ نیک کاموں میں مدد کرنے سے بچنے کے لئے، حیلے بہانے کرتے ہیں مگر بے شرع عرس و محرم میں شادی و غمی کی بدعتی رسموں میں بیانڈ باجے وغیرہ حرام کاموں میں سینکڑوں روپیوں کے فضول خرچوں سے شیطان جو خوش کرکے گناہ گار ہوتے ہیں اس دیوانگی کو دیکھ کر خدا اور رسول کے حکم کے موافق اسلام کی حفاظت کرنے والے نائبین رسول ﷺ یعنی علمائے دین توحید کے نور سے ایمان کو روشن کرنے والی تقریروں اور تحریروں سے قوم کی اصلاح کرنے برائیوں سے بچانے کی پر زور کوشش کرتے ہیں بفضل تعالیٰ اکثر عقلمند برے کام چھوڑ کر راہ راست پر آجاتے ہیں شریعت کی پابندی سے خدا اور رسول ﷺ کے دوست ہو جاتے ہیں. (1)

---

[1] ـ قالوا: ولا يختص الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر بأصحاب الولاية بل ذلك ثابت لآحاد المسلمين وإنما يأمر وينهى من كان عالماً بما يأمر به وينهى عنه فإن كان من الأمور الظاهرة مثل: الصلاة والصوم والزنا وشرب الخمر ونحو ذلك. فكل المسلمين علماء بها وإن كان من دقائق الأفعال والأقوال وما يتعلق بالاجتهاد ولم يكن للعوام فيه مدخل فليس

مگر افسوس ہے کہ بعض جگہ علماء دین کے مقابلے میں ابو جہل کی طرح ازلی بدبخت ، برساتی کیڑوں کی طرح جمع ہو کر علماء دین کو عوام میں ناحق بدنام کرنے کے پروپیگنڈوں سے اور غیبت بدگوئی مسخری و دل آزاری سے ان کے وعظ و نصیحت کو قرآن وحدیث کی سچی اور اچھی رہبری کو روک کر خدا کے دین واسلام کو دبانے کی بیجا کوشش میں ایڑی چوٹی کو زور لگاتے ہیں تاکہ اپنے بدعتی بے شرع شیطانی کاموں میں رکاوٹ نہ ہونے پائے. ع:

"مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی"

تجربہ کار حکیم یا ڈاکٹر مریض کا امتحان کر کے زود اثر اچھی دوا دیتا ہے اور نقصان کی چیزوں سے پرہیز کراتا ہے تاکہ جلد شفاء ہو جائے عقلمند مریض ہدایات پر عمل کر کے بفضل تعالیٰ صحت پا کر خدا کا شکر ادا کرتا ہے اگر مریض علاج نہ کرائے یا ڈاکٹر کی عمدہ اور مفید دوا کو خراب کڑوی سمجھ کر نہ کھائے پھینک دے اور پرہیز نہ کرے بستر مرگ پر پڑا رہے یا مر ہی جائے تو ڈاکٹر کا کیا نقصاان ہو گا؟ ساری دنیا اس بیوقوف بیمار پر ہی لعنت کرے گی.

اسی طرح علماء دین کی ایمان افروز باتوں کو نہ مان کر بے ایمانی کے کام ہی کرنے کی ضد کریں تو علماء کا کیا نقصان ہو گا؟ نافرمان ہی جہنم میں جائے گا. ع:

"عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی"

علماء کرام کی مخالفت کر کے حق کو مٹایا نہیں جاسکتا۔۔۔ع

لهم إنكاره بل ذلك للعلماء. (شرح الأربعين النووية في الأحاديث الصحيحة النبوية، النهي عن المنكر من الايمان، 113/1، ط: مؤسسة الريان)

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

دنیا میں جہاں توحید اور حق وصداقت کی صدا بلند ہوتی ہے وہاں اس کے مخالف بھی پیدا ہو جاتے ہیں دونوں میں مقابلہ اور ٹکراؤ ہو کر دین حق کی جیت اور باطل کی بری طرح سکشت ہو جاتی ہے، جیسا کہ دین کے بڑے بڑے دشمن، شداد، قارون، نمرود، فرعون، ہامان، ابولہب، ابو جہل وغیرہ کی بربادی مشہور ہے اسی طرح بے شرع قبر پرستی عرس و محرم کے باطل عقائد اور عمل سے خدا کے دین کی دشمنی کرنے کرانے والے بدعتی جاہل مسلمان بھی اللہ تعالیٰ کے غضب اور غصہ سے طرح طرح کی بلاؤں مصیبتوں اور نقصانوں میں گرفتار ہو کر خوار و ذلیل ہو جائیں گے اور آخرت میں بھی سخت عذاب پائیں گے جیسا کہ قرآن اور حدیث سے ثابت ہے اور دین کی خرابی چاہنے والوں کی بربادی کے لئے ہر جمعہ میں لاکھوں خطیب ممبر پر بد دعا کرتے ہیں مگر ہم بری عادت نہیں چھوڑتے.[1]

---

[1] ۔ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ. (سورۃ الروم آیت نمبر 41)

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِن كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُم بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ. (سورۃ الاعراف آیت نمبر 96)

عن عبد الله بن عمر، قال: أقبل علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: " يا معشر المهاجرين خمس إذا ابتليتم بهن، وأعوذ بالله أن تدركوهن: لم تظهر الفاحشة في قوم قط، حتى يعلنوا بها، إلا فشا فيهم الطاعون، والأوجاع التي لم تكن مضت في أسلافهم الذين

یہ تمام خرابیاں صرف بے علمی جہالت اور بری صحبت کی وجہ سے ہوا کرتی ہیں اس لئے ہر ایک مولوی، شیخ، قاضی، متولی، پیش امام وغیرہ تمام مسلمانوں پر فرض ہے کہ آپ خود یا چندے وغیرہ سے اپنے اپنے شہر اور گاؤں میں دینی مدرسے کھولیں اور نیک سیرت وصورت والے قابل استادوں سے ذریعہ قول کو اور قول کے نونہال بچوں کو دینی تعلیم سے سرفراز فرماتے رہیں، قرآن شریف کا ترجمہ پڑھائیں، فقہ وعقائد سکھائیں، نمازی بنائیں، نیک راستہ بتائیں اور دوزخ کی آگ سے بچائیں اس میں تمہارا بڑا فرض ادا ہو گا مسجدیں آباد ہوں گی، ہزاروں خیرات اور لاکھوں فاتحہ کا ثواب ہمیشہ جاری رہے گا خدا اور رسول ﷺ اور بزرگان دین تم سے خوش ہوں گے دنیا میں برکت اور آخرت میں جنت نصیب ہوگی. (1)

مضوا، ولم ينقصوا المكيال والميزان، إلا أخذوا بالسنين، وشدة المئونة، وجور السلطان عليهم، ولم يمنعوا زكاة أموالهم، إلا منعوا القطر من السماء، ولولا البهائم لم يمطروا، ولم ينقضوا عهد الله، وعهد رسوله، إلا سلط الله عليهم عدوا من غيرهم، فأخذوا بعض ما في أيديهم، وما لم تحكم أئمتهم بكتاب الله، ويتخيروا مما أنزل الله، إلا جعل الله بأسهم بينهم ".

(سنن ابن ماجه، باب العقوبات، 1332/2، رقم : 4019، ط: دار إحياء الكتب العربية)

[1] ـ عن الحسن قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: رحمة الله على خلفائي ثلاث مرات قالوا: ومن خلفاؤك يا رسول الله؟ قال: الذين يحيون سنتي ويعلمونها عباد الله. (جامع بيان العلم وفضله، باب جامع فى فضل العلم ، 207/1، رقم: 220، ط: دار ابن الجوزي، المملكة العربية السعودية)

ونصرة الدين بأمور ثلاثة: الجهاد، وشروطه معروفة. والأمر بالمعروف، وشروطه ثلاثة: كون ما أمر به معروفا متفقا على إنكار نقيضه في مذهب الفاعل والقدرة على ذلك من غير

مدرسے جاری رکھنے کے لئے ہر آدمی مالی امداد کرے، دولت مند لوگ کچھ ملک وقف کردیں یا اپنی زندگی کے بعد دینے کی وصیت کر جائیں اس نیکی کا ثواب قیامت تک جاری رہے گا اور آخرت میں ضرور نجات ہوگی، اس دوروزہ دنیا کی عزت کے لئے انگریزی وغیرہ دنیوی تعلیم پر ہزاروں روپے خرچ کرنے والے حضرات خود اپنے مذہب کی تعلیم پر بھی دلی توجہ فرمائیں تو کتنا اچھا ہوگا، اپنے کنبے کے تمام لوگ بھائی بہن بچے ایماندار نمازی شریعت کے پابند، خدا اور رسول ﷺ کے دوست ہو جائیں گے اور آخرت میں ختم نہ ہونے والی زندگی ہمیشہ آرام سے گذرے گی.

یاد رکھئے! کہ اسلام کی ترقی آپس کے اتفاق واتحاد میں مضمر ہے اس لئے تمام مسلمان بھائی بھائی بن کر دینی خدمت کریں تو اللہ تعالیٰ ضرور کامیاب فرمائیں گے.[1]

وصول ضرر يؤدي إلى فساد عليه في دين أو دنيا، أو يؤدي إلى منكر أعظم منه. وأن يكون ذلك بمعروف حتى كأنه عبد يأمر ابن سيده. وإن أدى الأمر إلى ضربه بإذنه فهو نائبه في فعله. والثالث من وجوه النصرة: القيام بالأسباب الموجبة لبقائه من علم أو عمل. فالعلم كتاب الله وسنة رسوله عليه الصلاة والسلام وما ولاهما من فقه ولغة ونحوها.

(النصيحة الكافية لمن خصه الله بالعافية، للفاسی، المطلب الاول، ردالمظالم، 3/1)

[1] ۔ جب مدارس اسلامیہ دین کی حفاظت کا سبب ہیں اور ملت اسلامیہ کی مشترکہ اجتماعی ضرورت ہیں، تو ظاہر ہے کہ ان مدارس کے اخراجات کی ذمہ داری قوم اور ملت ہی پر ہوگی، لہذا مدارس کے لیے شرعی اصول وضوابط کے ساتھ چندہ مانگنا گویا مسلمانوں کی مشترکہ دینی ضرورت کے لیے چندہ مانگنا ہے اور دور نبوی سے مسلمانوں کی اجتماعی ضرورت کے لیے چندہ کرنا ثابت ہے:عن أبي بردة بن أبي موسیٰ عن أبيه رضي الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا جاءه السائل أو طُلبت إليه حاجةٌ، قال: اشفعوا توجروا، ويقضي الله على

دعوت عمل

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ.[1]

یعنی تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کے نفع) کے لئے پیدا کئے گئے ہو نیکیوں کا حکم کرتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو.

برادران اسلام! حضرت مولانا الحاج شاہ محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کو اللہ تعالیٰ نور سے بھر دے جنہوں نے بستی نظام الدین دہلی میں ارشاد خداوندی کے تحت حضور اکرم ﷺ کے لائے ہوئے علم و عمل کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ پر دنیا میں عام کرنے کے لئے دینی دعوت کو جماعتی شان سے شروع فرمایا، اب حضرت کے سچے خلف حضرت مولانا الحاج حافظ شاہ محمد یوسف صاحبؒ جو صحیح العقیدہ حنفی المذہب، عالم با عمل اور متبع سنت ہیں مسلمانوں کی اصلاح کے لئے اور دین کے اعمال کو زندہ رکھنے کے لئے رات دن جدوجہد فرمارہے ہیں، آج کل اس مقصد کے لئے علماء کرام کی سرپرستی میں لاکھوں کی تعداد میں دین کے درد مند اور آخرت کے فکر مند حضرات اپنے اپنے خرچ سے

لسان نبیه صلی الله علیه وسلم ما شاء .(صحیح البخاری، کتاب الزکاة / باب التحریض علی الصدقة والشفاعة فیها ص: 341، رقم: 1432، دار الفکر بیروت)

[1] ۔ سورۃ آل عمران ، آیت نمبر 110.

دنیا کے ہر ملک اور ہر مقام میں دورہ کر رہے ہیں اس جماعت کے افراد ایمان ویقین، نماز کی پابندی، دین کا علم حاصل کرنے، اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے، آپس میں اسلامی اخلاق اسرعمال کرنے اور ہر اچھے عمل کو اللہ کی خوشنودی کے لئے کرنے کی دعوت اور ترغیب دیتے ہیں، یہ حضرات جن میں ہزاروں علماء کرام بھی شامل ہیں دین سیکھنے اور سکھانے کا جذبہ اور درد لے کر نکلتے ہیں حضور ﷺ کے جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مبارک زندگی کا عملی نمونہ پیش کرتے ہیں.

آپ بھی اس کام میں حصہ لیں عملی قدم اٹھانے کے بعد ہی یہ کام سمجھ میں آسکتا ہے ایسے ایسے دیہات اور مقامات ہیں جہاں مسلمان بے کلمہ، بے نماز اور بے دین ہو زندگی گزار رہے ہیں اور اسی حالت میں مر رہے ہیں ان مقامات میں جا کر یہ دینی خدمت انجام دینا ہمارا اولین فریضہ ہے.[1]

---

[1] ۔ احکام القرآن للجصاص میں ہے:

"قال الله تعالیٰ: ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر قال أبو بكر قد حوت هذه الآية معنيين أحدهما وجوب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر والآخر أنه فرض على الكفاية ليس بفرض على كل أحد في نفسه إذا قام به غيره لقوله تعالى ولتكن منكم أمة وحقيقته تقتضي البعض دون البعض فدل على أنه فرض على الكفاية إذا قام به بعضهم سقط عن الباقين ومن الناس من يقول هو فرض على كل أحد في نفسه ويجعل مخرج الكلام مخرج الخصوص في قوله ولتكن منكم أمة مجازا كقوله تعالى ليغفر لكم من ذنوبكم ومعناه ذنوبكم والذي يدل على صحة هذا القول أنه إذا قام به بعضهم

سقط عن الباقين كالجهاد وغسل الموتى وتكفينهم والصلاة عليهم ودفنهم ولو لا أنه فرض على الكفاية لما سقط عن الآخرين بقيام بعضهم به".

(آل عمران، باب فرض الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، مطلب: في أن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر فرض كفاية2/37، ط: دار الكتب العلمية)

التفسیر المنیر للزحیلي میں ہے:

"يأمر الله تعالى الأمة الإسلامية بأن يكون منها جماعة متخصصة بالدعوة إلى الخير والأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، وأولئك الكمل هم المفلحون في الدنيا والآخرة. وتخصص هذه الفئة بما ذكر لا يمنع كون الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر واجبا على كل فرد من أفراد الأمة بحسبه، كما ثبت في صحيح مسلم عن أبي هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من رأى منكم منكرا فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان " وفي رواية: وليس وراء ذلك الإيمان حبة خردل. وروى أحمد والترمذي وابن ماجه عن حذيفة بن اليمان رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: والذي نفسي بيده لتأمرن بالمعروف، ولتنهون عن المنكر، أو ليوشكن الله أن يبعث عليكم، عقابا من عنده، ثم لتدعنه فلا يستجيب لكم ".(سورة آل عمران، الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر وتأكيد النهي عن التفرق4/33، ط: دار الفكر)

امداد المسائل از مفتی عبد الشکور ترمذیؒ میں ہے:

"حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ کی تبلیغی تحریک میں تعلیم و تعلم اور اصلاح وصلاح کے دونوں پہلوؤں کی رعایت ہے، اگر حدود شرعیہ اور شرائط آداب کو ملحوظ رکھ کر اس میں حصہ لیا جائے تو منجملہ دوسرے طرق تبلیغ کے یہ طریقہ بھی مفید اور مستحسن ہے اور اس کے ثمرات وفوائد ظاہر وباہر ہیں لیکن تعلیم و تعلم یا اصلاحِ اخلاق کے لئے ہر مسلمان پر گھر سے باہر نکلنا اور سفر کرنا فرض نہیں ہے، بس اس قدر ضروری اور فرض ہے کہ دینی ضروری علم حاصل کرے اور اپنے اخلاق کی درستگی کی کوشش میں لگا رہے، اس کا جو طریقہ بھی میسر ہو اس پر عمل کرنے سے یہ فرض ادا ہو جائے گا، فرائض کا علم حاصل کرنا فرض ہے اور واجبات کا واجب اور سنن ومستحبات کا سنت ومستحب ہو گا البتہ جس

ناظرین کرام! اصلاحی مضامین پر قرآن شریف کی آیات اور احادیث بنوی ﷺ کو جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب ہو جائے گی لہذا ضروری باتوں کو اختصار کے ساتھ لکھا گیا ہے جو طالبان رشد و ہدایت کے لئے کافی ہیں، میں اس مضمون کو قطب عالم حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے قابل قدر ارشادات پر ختم کرتا ہوں اللہ ہمیں عمل کی توفیق دے. (آمین)

ارشادات حضرت شیخ الاسلام مدنی

1۔ نماز اور جماعت کی پوری پابندی کی جائے.

2۔ ہر محلہ اور ہر بستی میں کوشش کی جائے کہ کوئی آدمی بے نمازی نہ رہے.

شخص کے لئے دوسرا طریقہ اپنی اپنی دینی ضروریات کے سیکھنے کا میسر نہ ہوسکے، اس کے لئے اسی طریقہ کو فرائض وواجبات کی حد تک سیکھنے کے لئے ضروری قرار دیا جائے گا اور باقی کے لئے مستحب وسنت اور ہر مسلمان پر بقدر اس کے علم کے لازم ہے کہ وہ اپنے توابع اور متعلقینِ اہل وعیال کو تبلیغِ دین کرتا رہے اور احکامِ شریعت بتلاتا اور اس پر عمل کی تاکید کرتا رہے اور ہر وقت "کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته" کو پیشِ نظر رکھ کر اپنی مسئولیت کا خیال رکھے اپنے گرد و پیش اور اپنے ماحول میں بقدر استطاعت احکام دین کی تبلیغ اور اصلاح اخلاق کی سعی اور کوشش میں لگا رہے، اس مذکورہ خاص شکل کے علاوہ تبلیغ کی یہ خاص صورت نہ فرض عین ہے، اور نہ ہی فرض کفایہ، البتہ قواعدِ شرعیہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ ایک مستحب اور مستحسن عمل ہے، جو شخص فکرِ معاش سے فارغ ہو کر اور حقوقِ اہل وعیال کا انتظام کر کے اس پر عمل کرنا چاہے وہ ایک مستحب اور مستحسن عمل کرتا ہے، جو نہیں کرتا اس پر شرعاً کوئی مؤاخذہ نہیں ہے، بشرطیکہ دوسرے طریقہ سے وہ اس فرض کی ادائیگی میں ساعی اور کوشاں رہتا ہے".

(تبلیغی جماعت سے متعلق سوالات وجوابات، ص:108، ط: حقانیہ ساہیوال)

3۔ شریعت کے جملہ امور میں پابندی کی جائے اور لوگوں کو پابند بنایا جائے.

4۔ تعلیم کو جس میں مذہبی ضروریات اور دنیاوی لزوم ہوں نہایت عموم کے ساتھ اشاعت دی جائے اور کم از کم بکثرت ابتدائی مکاتیب (مدرسے) قائم کئے جائیں.

5۔ بیاہ شادی کی فضول خرچیاں یک قلم بند کر دی جائیں اور بیاہ شادی کے لئے ایسے قوانین بنائے جائیں جن پر عمل کرنے میں غریب سے غریب آدمی بھی قرضدار نہ ہو.

6۔ ختنہ، عقیقہ وغیرہ کی فضول خرچیوں کو بالکل بند کر دیا جائے.

7۔ مقدمہ بازی بند کر دی جائے اور جہاں تک ہو سکے ہر محلہ یا قوم کے پنچ فیصلہ یا صلح کرا دیا کریں.

8۔ لڑکوں اور لڑکیوں کو جوان ہونے پر جلد بیاہ دیا جائے.

9۔ بیوہ عورتوں کو حتی الوسع بلا شادی نہ چھوڑا جائے.

10۔ ہر قسم کی حلال تجارت میں مسلمان پورا حصہ لیں.

11۔ سودی قرضہ لین دین یک قلم بند کر دیا جائے.

12۔ مسلمانوں میں آپس کے اختلافات بالکل دور کر دیئے جائیں اور مذہب کی حفاظت اور مسلمانوں کی کمزوری کے دور کرنے میں باہم متحد ہو جائیں.

13۔ اسلام کی اشاعت میں پوری پوری کوشش کی جائے اور نہایت مشفقانہ اور ناصحانہ طریقہ پر لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا جائے.

14۔ جو لوگ مسلمانوں میں مشرکانہ رسوم کے پابند ہیں اور غیروں کے پڑوس کی وجہ سے قواعد اسلام سے کمزور ہیں اور ان کو راہ راست پر لایا جائے اور نہایت نرمی و محبت سے ان کو درست کیا جائے۔ (بشکریہ اخبار "روشنی" بنگلور، شیخ الاسلام نمبر)

دعا: قاضی الحاجات مجیب الدعوات اللہ جل شانہُ وعم نوالہُ کی بارگاہ اقدس میں دلی دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اپنے فضل و کرم سے سید البشر شافع روز محشر حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ خلفاء راشدین، صحابہ کرام، سلف صالحین، اولیاء کاملین اور جملہ بزرگان دین کی زندگیوں کا صحیح نمونہ بنائے اور مسلمان مرد و عورت کو شرک وبدعت اور باطل کے شرور سے محفوظ فرمائے اور راہ حق پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ (1)

(آمین ثم آمین)

---

[1] ۔ قال الشيخ أبو مدين المغربي: لا تنكر الباطل في طوره فإنه بعض ظهوراته فينبغي للسالك أن يقول دائما بعد امتثال الأوامر واجتناب النواهي: إلهي أرنا الأشياء كما هي، وأرنا الباطل باطلا، وارزقنا اجتنابه، وأرنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارتكابه.
(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، باب العلامات بين يدي الساعة وذكر الدجال، 3453/8، دار الفكر، بيروت لبنان)

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قارئین کے لئے ذریعہ ہدایت بنائے اور فہم حق میں معاون بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

طالب دعا

ابو حریث فضل الرحمن حنفی عفی عنہ

نگران مفتی دارالشیبانی للافتاء والتحقیق پہاڑپور ڈیرہ اسماعیل خان

مصادر و مراجع

1۔ القرآن الکریم
2۔ الموسوعة الفقهیه الكويتية ،ط: وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية الكويت.
3۔ مصنف عبدالرزاق الصنعانی،مطبوعه المجلس العلمي الهند.
4۔ سنن ابن ماجه ،ط: دار إحياء الكتب العربية بيروت .
5۔ صحیح البخاری ط: دار طوق النجاة.
6۔ مصنف ابن ابی شيبة،ط: مكتبة الرشد الرياض.
7۔ رد المحتار علی الدر المختار،ط: دار الفكر بيروت.
8۔ الفتاوی الهندية، ط: دار الفكر بيروت.
9۔ سنن ابی داؤد،ط: المكتبة العصرية، صيدا بيروت.
10۔ صحیح مسلم ،ط: دار إحياء التراث العربي بيروت.
11۔ اصلاحی خطبات ،ط: میمن اسلامک پبلشرز کراچی.
12۔ چراغ محمد ، ط: دارالارشاد مدنی روڈ اٹک پاکستان.
13۔ کفایت المفتی ، ط: ادارۃ الفاروق کراچی .
14۔ فاتحہ کا صحیح طریقہ ، ضمیمہ ، ط: مکتبہ تھانوی دیوبند .
15۔ شرح السنة،کتاب الجنائز ، ط:المکتب الاسلامی، بیروت.
16۔ سنن نسائی ، قدیمی کتب خانہ.
17۔ التفسیر بالماثور ، دارالفکر بیروت .
18۔ دلائل النبوۃ ، دارالکتب العلمیہ بیروت .
19۔ احکام القرآن للجصاص ، ط:ادارۃالقرآن.
20۔ کتاب الروح ، ط:دارالکتب العلمیة.
21۔ مرقاۃ المفاتیح ، ط:مکتبہ امدادیہ ملتان .

22۔ حاشیۂ طحطاوی ،ط:قدیمیکتب خانہ کراچی.
23۔ فیض الباری ، ط: حجازی، قاہرہ.
24۔ فتح الملهم ، ط:ادارۃ القرآن.
25۔ احکام القرآن للتھانوی،ط:ادارۃ القرآن.
26۔ فتاویٰ فریدیہ،
27۔ فتاوی مفتی محمود، ط: جمعیت پبلشر .
28۔ فیض الباری، ط: دارالکتب العلمیہ.
29۔ کتاب القبور لابن ابی الدنیا القرشی، ط:مکتبۃ الغرباء الاثریۃ، المدینۃ النبویۃ.
30۔ تفسیر ابن کثیر دار طیبۃ للنشر والتوزیع .
31۔ کتاب الروح لابن قیم الجوزیہ، دارالکتب العلمیۃ بیروت .
32۔ مسند أحمد بن حنبل ،مؤسسۃ قرطبۃ القاہرۃ.
33۔ المستدرک علی الصحیحین للحاکم مع تعلیقات الذہبی فی التلخیص، دارالکتب العلمیۃ.
34۔ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ،دارالفکر بیروت.
35۔ تفسیر عثمانی ، ط: دارالاشاعت کراچی .
36۔ تفسیر جواہر القرآن ، ط: کتب خانہ رشیدیہ مدینہ مارکیٹ راولپنڈی.
37۔ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ، ط: دارالاشاعت کراچی .
38۔ مسئلہ حیات النبی ﷺ کے متعلق چار سالہ نزاع کا خاتمہ از قاری طیب ،ط: جامعہ عربیہ اشاعت القرآن حضرو، اٹک
39۔ فتاویٰ رشیدیہ ،ط: عالمی مجلس تحفظ اسلام کراچی .
40۔ نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم ،ط: مشتاق بک کارنر لاہور.
41۔ فتاویٰ شیخ الاسلام ، ط: جمیعت پبلیکیشنز لاہور .
42۔ مقام حیات المسمیٰ مدارک الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء .

43۔ شعب الإيمان ، ط: دار الكتب العلمية، بيروت.
44۔ البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، ط: دار الكتاب الاسلامی.
45۔ مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ط: دار الفكر ، بيروت لبنان
46۔ الاعتصام للشاطبی ، ط: دار ابن الجوزي للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية
47۔ الإبانة الكبرى لابن بطة، ط: دار الراية للنشر والتوزيع، الرياض
48۔ التذكرة بأحوال الموتى وأمور الآخرة، ط: مكتبة دار المنهاج للنشر والتوزيع، الرياض
49۔ المعجم الاوسط للطبرانی ، ط: دار الحرمين القاهرة
50۔ مسند إسحاق بن راهويه، ط: مكتبة الإيمان المدينة المنورة
51۔ مسند ابن ابی شیبه ،ط: دار الوطن الرياض
52۔ فتاوی رضویہ ،مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور.
53۔ احکام شریعت مفتی امجد علی اعظمی
54۔ فیروز اللغات اردو جدید، ط: فیروز سنر پرائیویٹ لمیٹڈ لاہور
55۔ اصلی پیری مریدی کیا ہے؟ط:خانقاہ اشرفیہ کراچی
56۔ كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، مؤسسة الرساله بيروت
57۔ الهداية شرح بداية المبتدی، ط:مکتبہ رحمانیہ
58۔ فتح القدير لكمال ابن الهمام ، دار الفكر
59۔ شرح العقائد النسفیه، مسالۃ ایصال الثواب،ط: مکتبۃ البشریٰ کراچی
60۔ الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، ط: مؤسسة الرسالة، بيروت
61۔ معارف السنن شرح جامع الترمذی، ط: ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
62۔ امداد الفتاویٰ ،کتاب البدعات،ط: مکتبہ دار العلوم کراچی
63۔ الحجة الفائحه لطيب التعين والفاتحه ، مطبع حسن بریلی
64۔ فیصلہ ہفت مسئلہ مندرجہ کلیات امدادیہ ،ط: دار الاشاعت کراچی .

65۔ مجموعة الفتاویٰ علی ھامش خلاصة الفتاویٰ ،ط: امجد اکیڈمی لاہور
66۔ فتاوی اجملیہ ، مطبوعہ شبیر برادرز، لاہور
67۔ شرح الفقہ الأکبر للملا علي القاری ، مکتبة حقانیة پشاور
68۔ بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع، دار الکتب العلمیة
69۔ البنایة شرح الھدایة، دار الکتب العلمیة بیروت، لبنان
70۔ روح المعاني في تفسیر القرآن العظیم والسبع المثاني،ط: دار الکتب العلمیة بیروت
71۔ فتاوٰی محمودیہ، باب البدعات والرسوم ،ط :ادارة الفاروق کراچی
72۔ مسند الامام احمد بن حنبل، مسند الصدیقه، مؤسسة الرسالة
73۔ اعلاء السنن،ط: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
74۔ موسوعة الفرق المنتسبة للإسلام
75۔ فیض القدیر ،ط: دار الکتب العلمیه بیروت
76۔ التنویر شرح الجامع الصغیر ،ط، دار السلام، ریاض
77۔ النفائس المرغوبة فی حکم الدعا بعد المکتوبة
78۔ دلیل الخیرات فی ترک المنکرات،ط: مکتبة البشریٰ کراچی.
79۔ المسلک المنقسط فی المنسک المتوسط علی لباب المناسک المعروف بمناسک ملاعلی قاری، ط: المطبعة المیریة مکة المکرمة
80۔ ارشاد الساری،مطبوعہ دار الفکر بیروت
81۔ مالابد منہ ، مطبوعہ ہمہ رنگ کتاب گھر دیوبند
82۔ فتاویٰ عزیزیہ از مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی،ایچ ایم سعید کمپنی
83۔ صراط مستقیم ، از سید احمد شاہ بریلویؒ
84۔ الفتاوی التاتار خانیة، کتاب الصلاة، مکتبہ زکریا دیوبند
85۔ مجموعة الفتاویٰ علی ھامش خلاصة الفتاویٰ ، ط: امجد اکیڈمی لاہور

86۔ الطبقات الکبری،ط: دار الکتب العلمیه بیروت
87۔ البدع والنهي عنها، لابی عبد الله محمد بن وضاح بن بزیع المرواني القرطبي، ط: مکتبة ابن تیمیة، القاهرة مصر
88۔ کتاب الفوائد (الغیلانیات)، ط: دار ابن الجوزی ریاض السعودیه
89۔ التفسیر المظهري، ط: مکتبه رشیدیه کوئٹه
90۔ اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفة أصحاب الجحیم ،ط: دار عالم الکتب، بیروت، لبنان
91۔ نفع المفتی والسائل ، ط: مکتبه مجیدیه ملتان
92۔ فتاوی مصطفویه از مصطفیٰ رضا خان ، ، اعلیٰ حضرت نیٹ ورک
93۔ جامع الترمذی، ط: دار الغرب الإسلامي بیروت
94۔ تاریخ المدینة لابن شبة
95۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ط: مکتبة ابن تیمیة القاهرة
96۔ معجم القاموس المحیط ، لمجدالدین الفیروز آبادی،ط: دار المعرفة بیروت
97۔ وفی مفردات الالفاظ القرآن، ط: دار نشر اللغة العربیة کراتشی باکستان
98۔ فتاویٰ ثمر قندیه ، ط: مکتبه صفدریه
99۔ المحیط البرهاني للإمام برهان الدین ابن مازة: ، الناشر : دار إحیاء التراث العربي
100۔ غرائب القرآن علی هامش جامع البیان، ط: دار المعرفة بیروت
101۔ تفسیر عزیزی فارسی ،مطبوعه حیدری بمبئی
102۔ حقیقت شرک و توحید از مولانا امین احسن اصلاحی، ط: فاران فاؤنڈیشن لاہور.
103۔ فتاویٰ افریقه، ط: مکتبه نوریه رضویه گلبرگ اے فیصل آباد
104۔ عمدة القاري شرح صحیح البخاري، ط: دار إحیاء التراث العربي بیروت
105۔ السراج المنیر في الإعانة علی معرفة بعض معاني کلام ربنا الحکیم الخبیر ،ط: مطبعة بولاق (الأمیریة) القاهرة

106۔ مسند أبي داود الطيالسي، أحاديث سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه، ط: دار هجر مصر
107۔ فتوح الغیب للشیخ عبدالقادر الجیلانی، ط: مرکز الاعلام العالمی، داکا بنکلادیش
108۔ مجمع الانہر م باب المرتد، دار احیاء التراث العربی بیروت
109۔ تحفہ اثنا عشریہ از شیخ عبدالعزیز محدث دہلویؒ
110۔ مفاتیح الغیب المعروف بالتفسیر الکبیر للرازی، دار إحیاء التراث العربي بیروت
111۔ لباب التأویل في معاني التنزیل المعروف بالتفسیر الخازن، ط: دار الکتب العلمیة بیروت
112۔ الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ
113۔ شفاء السقام
114۔ مقالات الکوثری، ط: وحیدی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور
115۔ تفسیر منیر ، مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان
116۔ بوادرالنوادر ، ط: ادارہ اسلامیات لاہور
117۔ الفوز الکبیر في أصول التفسیر، ط: دار الصحوة القاهرة
118۔ فتاویٰ شاہ محمد اسحاق دہلوی، المعروف مائة مسائل ، ط: المنہل پبلشرز .
119۔ مجموعة رسائل الکنوی، اللطائف المستحسنة بجمع خطب شهور السنة، ط: انتشارات شیخ الاسلام احمد جام .
120۔ بهجة الاسرار، ط: اکبر بک سیلرز لاہور.
121۔ فتاویٰ بزازیہ، ط: کوئٹہ
122۔ البدایة والنهایة لابن کثیر، ط: دار الفکر بیروت
123۔ تاریخ کے ساتھ ساتھ: ط، مکتبہ ادارة المقصود
124۔ شرح الأربعین النوویة في الأحادیث الصحیحة النبویة، النهی عن المنکر من الایمان، ط: مؤسسة الریان

125۔ جامع بیان العلم وفضلہ، باب جامع فی فضل العلم ط: دار ابن الجوزي، المملكة العربية السعودية

126۔ النصيحة الكافية لمن خصه الله بالعافية، للفاسی،

127۔ امداد المسائل ، ط: حقانیہ ساہیوال

128۔ مسدس حالی

☆☆☆☆☆☆☆☆☆